نامور کرکٹر وسیم اکرم کی ان کہی داستان حیات

قسط نمبر 1

تحریر۔شاہد نذیر چودھری

کالا دودھ والے اور ملک چائے والے نے پکا تہیہ کر لیا تھا کہ اس لڑکے کا آج بندوبست کر کے رہیں گے۔وہ اس کی حرکتوں سے بے حد عاجز آ چکے تھے مگر وہ لڑکا جانے کس مٹی سے بنا ہوا تھا۔گالیاں اور پھٹکاریں سننے کے باوجود وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آ رہا تھا بلکہ اس کی خودسری پہلے سے بھی بڑھ رہی تھی۔

دونوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ آج وہ اس کی نانی کے پاس شکایت لے کر جائیں گے اور اسے اپنے ٹوٹے ہوئے برتنوں اور دودھ کے ضیاع کا بل بھی پیش کریں گے۔

دونوں ہری شاہ روڈ کے ایک خستہ اور پرانی طرز کے مکان پر پہنچے اور دستک دی۔ایک نحیف و نزار اور مہربان سی بزرگ خاتون نے دروازہ کھولا۔ وہ اپنے محلے کے دکانداروں سے بخوبی واقف تھیں۔انہیں دیکھتے ہی خاتون نے مشفقانہ انداز میں خیریت پوچھی تو وہ پھٹ پڑے۔

”ماسی جی !آج ہم اپنااڈہ چھوڑ کر آپ کو صرف یہ بتانے آئے ہیں کہ آپ کے نواسے نے ہماری گاہکی خراب کر دی ہے۔ دکانوں کا ستیاناس مار دیا ہے۔اسے اگر کرکٹ کھیلنی ہے تو یونیورسٹی گراؤنڈ میں جاکر کھیلے۔ بھلا محلے کی گلیوں اور سڑکوں پر کرکٹ کھیلنے کی کیا تُک ہے۔اس کی گیندیں چائے کے برتن توڑ دیتی ہیں یا پھر دودھ کے کڑاھے میں گر کر دودھ خراب کر دیتی ہیں ۔۔۔اور تو اور بعض اوقات دکان پر بیٹھے گاہک بھی گیند لگنے سے زخمی ہو جاتے ہیں۔ہم کئی بار اسے سمجھا چکے ہیں مگر وہ باز ہی نہیں آتا“۔

وہ اپنے نواسے کے کرتوت سن کر شرمندہ ہو گئیں اور عاجزی کے ساتھ بولیں۔

”آج وہ ایک بار گھر آئے تو میں اسے پوچھوں گی۔آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہو گی۔ویسے آپ کا جو نقصان ہوا، مجھے اس کا بل دے دیں، میں آپ کو رقم دے دیتی ہوں۔“

”ماسی جی !اب کیا یہ اچھا لگتا ہے کہ ہم اپنے نقصان کے پیسے آپ سے وصول کریں۔بس آپ اسے سمجھا دیں“۔ملک اور کالے دودھ والے نے یکدم محلے داری کا لحاظ کرتے ہوئے جواب دیا اور واپس چلے آئے۔

یہ 77-76ء کا زمانہ تھا۔ لاہور میں سیاسی شورش برپا تھی مگر اندرون لاہور کی گلیوں میں سیاسی جھگڑوں سے بے پروا بچے اور جوان اپنے اپنے کھیلوں میں مگن ہوتے تھے۔ ان دنوں کرکٹ کو دنیا بھر میں گلیمرائزڈ کھیل کی حیثیت حاصل ہو رہی تھی۔ پاکستان کی کرکٹ ٹیم ظہیر عباس، عمران خان، میاں داد جیسے نامور کرکٹروں کی وجہ سے بڑے شہروں میں ہاکی اور فٹ بال کا طلسم ٹوٹ رہا تھا اور کرکٹ گلی گلی، محلے محلے میں اپنے پاؤں پھیلا رہی تھی۔ کم سن بچوں اور نوخیز لڑکوں کو تو کرکٹ فوبیا ہو گیا تھا۔ کرکٹ کا یہ شوق اس دور کے والدین کو گوارا نہ تھا۔ مگر کرکٹ کے شیدائی گھر والوں کی مار پیٹ سے بے پروا ہو کر اس نئے کھیل میں مست رہتے تھے۔ مزنگ اڈے کی ہری شاہ روڈ گندم منڈی اور بیگم روڈ کی تنگ و تاریک اور تعفن زدہ گلیوں میں بھی نابالغ لڑکوں نے کرکٹ کو رواج دے رکھا تھا جو سہ پہر سے پہلے ہی اپنے اپنے مورچوں پر براجمان ہو جاتے۔ ان کے پاس کھیلنے کے لئے بہترین کرکٹ بیٹ تھے نہ چمڑے کی گیندیں۔ انہیں جیسے بھی بلے اور گیندیں میسر ہوتے وہ انہی سے گزارا کر لیتے۔

وسیم کی عمر ان دنوں دس برس تھی۔ وہ ایک دبلا پتلا اور دراز قد و قامت کا لڑکا تھا مگر اس کی باؤلنگ کے انداز اور حیران کن حد تک تیز بال نے اسے علاقے کے نوجوانوں میں مقبول بنا دیا تھا۔ ہر ایک ٹیم کی کوشش ہوتی کہ وسیم ان کی طرف سے کھیلے، وہ اپنی پذیرائی اور مقبولیت سے بے پرواہ ہو کر کھیلتا تھا۔ مگر اس کے جارحانہ کھیل کی وجہ سے محلے والوں کو شکایات لاحق ہو رہی تھیں۔

اس روز وسیم جب گھر پہنچا تو نانی نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کے خوب کان مروڑے۔

''کیا میں نے تجھے اس لئے یہاں رکھا ہوا ہے کہ تو مجھے محلے والوں سے ذلیل کراتا پھرے۔؟ تجھے پہلے بھی کئی بار کہہ چکی ہوں کہ یہ موئی کرکٹ چھوڑ دے اور پڑھائی پر توجہ دے۔ مگر تو باز ہی نہیں آتا۔ مجھے بتا تو چاہتا کیا ہے''؟

ضرور پڑھیں :

وسیم کے پاس اپنے بچاؤ کی کوئی دلیل نہیں تھی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ آج محلے کے دکانداروں نے نانی سے اس کی شکایت کی ہے۔ اس نے اپنے بچاؤ کے لئے حسب عادت نانی کے گلے میں بازو ڈال دیئے اور لہک کر بولا:

''نانی اماں! آئندہ شکایت نہیں ہو گی''۔

''دیکھو وسیم! تیری ماں بڑی سخت ہے۔ اسے جب معلوم ہو گیا کہ تو پڑھائی کے بجائے صرف کرکٹ کا ہو گیا ہے تو تری ہڈیاں توڑ دے گی۔ میرے لاڈلے! میں یہ نہیں کہتی کہ تو کرکٹ نہ

کھیل مگر ترے لئے پڑھائی بھی ضروری ہے۔ تیرے باپ نے تجھے بڑا افسر بنانے کے لئے ہی اتنے اچھے اسکول میں داخل کرایا ہے اور اس وجہ سے تو یہاں میرے پاس رہ رہا ہے"۔

نانی اماں نے وسیم کو راہ راست پر لانے کے لئے بہت سمجھایا مگر وسیم نے تمام نصیحتیں ایک کان سے سنیں اور دوسرے سے باہر نکال دیں۔ وہ حسب معمول اپنے ہی انداز میں انہی گلیوں میں کرکٹ کھیلتا رہا۔

وسیم کے ماں باپ ماڈل ٹاؤن (لاہور) میں مقیم تھے۔ اس کے دو بڑے بھائی ندیم اور نعیم اور چھوٹی بہن صوفیہ ماں باپ کے پاس ہی رہتے تھے۔ وسیم کے والدین بڑے دو بیٹوں کے بعد توقع رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیٹی عطا کرے گا مگر خدا نے انہیں نصیبوں والا بیٹا عطا کر دیا

itsurdu.blogspot.com

اور اس کے بعد بیٹی سے نوازا۔ وسیم کے والد نے بہترین تعلیم کے لئے اسے کیتھڈرل چرچ اسکول لاہور میں داخل کرادیا تھا جو ماڈل ٹاؤن سے بہت دور تھا۔ لہٰذا اسے نانی اماں کے ہاں منتقل ہونا پڑا کیونکہ یہ اسکول ان کے گھر سے فقط پانچ منٹ کی پیدل مسافت پر تھا۔

مزنگ منتقل ہونے سے پہلے وسیم ماڈل ٹاؤن میں ٹیبل ٹینس کھیلنے کا شوقین تھا۔ اسے پتنگ بازی اور کبوتر بازی کی بھی لت تھی۔ لہٰذا جب اسے نانی کے پاس بھیجا گیا تو اس کی والدہ نے خاص طور پر اپنی ماں سے کہا:

''اماں ! وسیم کھیلوں کا بڑا شوقین ہے۔ آپ اس کی نگرانی کرنا۔ ایسا نہ ہو سارا دن گلیوں میں آوارہ گردی کرتا پھرے''۔

مگر نانی اماں وعدے کے باوجود اپنے نواسے کو گھر سے اسکول اور اسکول سے گھر تک محدود نہ کر سکیں۔ وہ پڑھائی کم اور کھیل زیادہ کھیلتا تھا۔ جلد ہی وہ اسکول میں کرکٹ اور ٹیبل ٹینس دونوں کا کپتان بن گیا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وسیم اکرم بے استاد ہونے کے باوجود بہت اچھا کھلاڑی ثابت ہو رہا تھا۔ اسے اس کی انگریزی کے استاد نے نصیحت کی کہ وہ صرف ایک کھیل پر توجہ دے جو صرف کرکٹ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بہترین آل راؤنڈر بن سکتا ہے۔ وسیم پر اس استاد کی نصیحت نے اثر کیا اور اس نے اپنی تمام توجہ کرکٹ پر مرکوز کر دی۔

جاری ہے

قسط نمبر 2

وسیم اکرم جب تک ماڈل ٹاؤن میں مقیم رہا تھا اس نے کرکٹ کو چھوا بھی نہ تھا۔ والدین اس پر کڑی نگاہ رکھتے تھے لیکن مزنگ کی گلیوں میں قدم رکھتے ہی کرکٹ کا سودا اس پر سوار ہو گیا البتہ جب کبھی اسے ماڈل ٹاؤن میں اپنے والدین کے پاس جانے کا اتفاق ہوتا۔ اس کی کرکٹ پر پہرے بٹھا دیئے جاتے اور وہ صرف ان ڈور کھیلوں تک محدود رہ جاتا۔ گھر میں بہن بھائیوں کے ساتھ ٹیبل ٹینس کھیلتا یا کبوتر اڑاتا۔ اس کے یہ دونوں کھیل اور شوق بعد میں اس کی پیشہ ورانہ کرکٹ میں بہت مددگار ثابت ہوئے۔ کبوتر اڑانے والوں کی نظر بہت تیز ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وسیم اکرم میں بیٹسمین کے ارادوں کو فوراً بھانپ لینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی اور وہ اپنا ہدف قائم کر کے باؤلنگ کراتا۔

وسیم اسکول میں تو بہترین کرکٹر مشہور تھا مگر کالج جاتے ہی اس کی کرکٹ پر زوال آ گیا۔ اس نے اسلامیہ کالج سول لائن میں شعبہ آرٹ میں داخلہ لیا تو اس کے ارادے بہت بلند تھے۔ اس کا خیال تھا کہ باؤلنگ اور بیٹنگ کی وجہ سے اسے کالج ٹیم میں شامل کر لیا گیا تو اس کی منزل بہت آسان ہو جائے گی مگر کوششوں کے باوجود کرکٹ ٹیم میں جگہ نہ بنا سکا۔ ایک روز اس نے کالج ٹیم کے کپتان زاہد خاں سے یہ کہا کہ کم از کم اس کا ٹرائل ہی لے لیا جائے مگر اس نے کہا:

"وسیم! میں نے سنا ہے کہ تم ایک بہترین آل راؤنڈر ہو مگر افسوس کہ ہماری ٹیم مکمل ہے۔ اب نئے لڑکے کو شامل نہیں کیا جا سکتا۔ اگر تم انتظار کر سکتے ہو تو ایک سال کے بعد تمہیں ٹیم میں شامل کر لیا جائے گا"۔

کپتان کے اس جواب نے وسیم اکرم کو بہت مایوس کیا۔ اتفاق دیکھئے کہ کالج کے عام نمائشی میچوں میں وسیم اکرم کو کھیلنے کا موقع ملا تو سارا کالج اور اساتذہ اس کی باؤلنگ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس کی مخالف ٹیم میں سینئر کھلاڑی شامل تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی اس کے آگے نہ ٹھہر سکا تو انہوں نے وسیم اکرم کے باؤلنگ ایکشن پر اعتراضات شروع کر دیئے اور کہا کہ یہ لڑکا باؤلنگ کی تکنیک نہیں جانتا، صرف اپنی طاقت کے زور پر گیند پھینکنے کا مظاہرہ کرتا ہے۔

اس دور میں کالج ٹیم کے تمام سینئر کھلاڑی اپنے تئیں خود کو بڑا طرم خاں سمجھتے تھے مگر ان میں سے کوئی ایک بھی قومی ٹیم تک رسائی حاصل نہ کر سکا۔ ایک وسیم اکرم کی ہی قسمت تھی جو اپنے کالج کا نام روشن کرنے کا باعث بن گیا۔ ان دونوں اس کے پاس کوئی پلیٹ فارم نہیں تھا جس پر کھڑے ہو کر اپنا کھیل کیش کرا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ جب وہ بے وسیلہ بندوں پر اپنی رحمت برساتا ہے تو ساری دنیا ان بندوں کے آگے گھٹنے ٹیک دیتی ہے۔ وسیم اکرم کی قسمت میں بھی ناموری لکھی تھی اور قدرت اسے ایک سیلف میڈ کرکٹر کی حیثیت سے آگے لانا چاہتی تھی۔ ابھی کالج میں اس کا پہلا سال تھا جب لاہور میں ایک ٹریننگ کیمپ کا چرچا ہونے لگا تو وسیم اکرم بھی گھر والوں سے چوری چھپے ٹرائل دینے چلا گیا۔ وہ کیمپ کے منتظمین کو ہرگز متاثر نہ کر سکا۔ اگرچہ اس نے باؤلنگ اور بیٹنگ میں نہایت جارحانہ انداز اپنایا تھا مگر اس کا کھیل دوسرے نوجوان کھلاڑیوں سے بہتر نہ تھا۔

وسیم اکرم ٹرائل میں ناکام ہو کر نہایت مایوسی کی حالت میں واپس جا رہا تھا جب ایک شخص نے اسے آواز دے کر روک لیا۔ وہ اس شخص کو بالکل نہیں جانتا تھا مگر اس نے اس نوجوان کھلاڑی کی حوصلہ افزائی کی اور کہا:

”میرا نام خالد محمود ہے لڑکے! مایوس ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم ایک دن بہت بڑے کرکٹر بن جاؤں گے بشرطیکہ۔۔۔ محنت کرو۔“

16 سالہ وسیم اکرم نے سمجھا یہ شخص اس سے مذاق کر رہا ہے مگر خالد محمود نے اپنی بات مکمل کرنے سے پہلے پوچھا ”تم کس کلب کی طرف سے کھیلتے ہو“۔

”میرا کوئی کلب نہیں“ وسیم اکرم نے سچائی سے کام لیا۔ ”میں تو اپنے اسکول میں کھیلتا تھا۔ میرا کلب مزنگ کی گلیوں میں کھیلنے والے لڑکوں پر مشتمل ہے“۔

”گویا تم سٹریٹ فائٹر ہو“۔ خالد محمود نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”یہ انہی گلیوں کا کمال ہے کہ تمہارا باؤلنگ ایکشن سب سے انوکھا ہے“۔

”لوگ کہتے ہیں میں بہت زیادہ وکٹیں لیتا ہوں مگر سینئر کہتے ہیں میرا باؤلنگ ایکشن ہی غلط ہے“۔

”تمہارے سینئر حاسد ہیں اور جاہل ہیں۔ انہوں نے صرف نصابی کرکٹ کی تعلیم حاصل کی ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ تمہاری باؤلنگ میں کیا چیز چھپی ہوئی ہے“۔

خالد محمود نے دبلے پتلے وسیم اکرم کا تنقیدی جائزہ لیا اور انکشاف کیا۔ ”لڑکے! تمہاری باؤلنگ کا انداز ایک چیتے کی مانند ہے۔ تمہیں شاید معلوم نہیں کہ جس تیزی کے ساتھ چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے تم بھی ایسے ہی باؤلنگ کراتے ہو“۔

وسیم اکرم یہ انوکھی بات سن کر خود ہی شرمسار سا ہو گیا اور بولا:

"نہیں سر مجھ میں ایسی کوئی بات نہیں"۔ مگر یہ اس کی بھول تھی۔ جب کرکٹ کے ماہرین نے اس گوہر نایاب کے کھیل کا جائزہ لیا تو خود وسیم اکرم پر یہ بھید کھلا کہ خالد محمود نے سچ ہی کہا تھا کیونکہ مزنگ کی گلیوں میں کی جانے والی پریکٹس نے اسے بہترین اوصاف اور انفرادیت سے بہرہ مند کیا تھا۔ انگلیوں میں کرکٹ کھیلنے والوں کو مختصر رن اپ لینا پڑتا ہے اور انہیں اچھل کر گیند پھینکنے کی بھی ضرورت پیش نہیں آتی۔ چونکہ وسیم اکرم نے بچپن سے سٹریٹ فائٹر بن کر کرکٹ کھیلی تھی لہٰذا وہ کم رن اپ اور جمپ کے بغیر تیز رفتار گیندیں کرانے میں کمال حاصل کر گیا۔ آپ نے دیکھا ہو گا باؤلنگ کراتے وقت اس کا جسم بڑی تیزی کے ساتھ سکڑ جاتا ہے، جبکہ عام باؤلنگ ایکشن سے باؤلر کا جسم کھل جاتا ہے۔ وسیم اکرم کے اس انداز ہی نے اسے دنیا کا ممتاز ترین باؤلر بنا دیا اور اس کی یہ قسمت ہے کہ اس کی کرکٹ ستاروں کی نظر بد سے بچ گئی۔

جاری ہے

قسط نمبر 3

خالد محمود سے ملاقات نہایت سود مند رہی۔ خالد محمود ان دنوں پاکستان کسٹمز کی جانب سے فرسٹ کلاس کرکٹ کھیل رہا تھا اور ٹیلنٹ ہنٹ کیمپ کے منتظمین میں بھی شامل تھا۔ اس نے وسیم اکرم کا ہاتھ تھام لیا۔ بارہ سال بعد جب وسیم اکرم پاکستانی ٹیم کا کپتان بنا تو یہی خالد محمود تھا جو اس کے دور کپتانی میں پاکستان کرکٹ بورڈ کا صدر بنا۔

خالد محمود نے اسے اپنے کلب لدھیانہ جم خانہ کی طرف سے کرکٹ کھیلنے کی دعوت دی۔ سچ تو یہ ہے کہ وسیم اکرم نے لدھیانہ جم خانہ ہی کی طرف سے باقاعدہ کرکٹ شروع کی۔ اس سے پہلے اسے "حقیقی کرکٹ" کی الف ب بھی نہیں آتی تھی۔ وہ بلاشبہ ایک خوش قسمت کرکٹر ہے۔ اس سے پہلے دنیا میں شاید ہی کوئی کرکٹر ایسا ہوگا جو اسکول اور کالج کی سطح پر کرکٹ کھیلنے کے باوجود کرکٹ کی ابجد سے ناواقف ہو۔ مگر یہ وسیم اکرم ہی تھا جس پر قدرت مہربان تھی۔

جوہری مل گئے

یہ 1983ء کی بات ہے۔ لدھیانہ جم خانہ اور لاہور جم خانہ کے درمیان ایک کانٹے دار میچ ہوا۔ لاہور جم خانہ میں وسیم حسن راجہ اور انتخاب عالم جیسے جغادری کھلاڑی شامل تھے۔ وسیم اکرم نے جارحانہ باؤلنگ کی اور لاہور جم خانہ کی چار قیمتی وکٹیں حاصل کر کے اپنی ٹیم کو فتح دلائی۔ انتخاب عالم اور وسیم راجہ کو وسیم اکرم کا انوکھا رن اپ اور باؤلنگ ایکشن بے حد پسند آیا اور انہوں نے اس کے کھیل کو نہ صرف سراہا بلکہ انتخاب عالم نے اسے یہ قیمتی مشورہ دیا۔

"وسیم! اگلے سال پاکستان کرکٹ بورڈ سمر کیمپ لگائے گئی، لہٰذا تم اس میں لازمی شرکت کرنا کیونکہ کرکٹ بورڈ تم جیسے نوجوانوں کو تلاش کر رہی ہے"۔

وسیم اکرم نے یہ نصیحت ذہن میں محفوظ رکھ لی اور 1984ء میں جب سمر کیمپ لگایا گیا تو وسیم اکرم بھی وہاں پہنچ گیا۔ سمر کیمپ کے انچارج آغا صادق تھے۔انہوں نے اسے بطور باؤلر تربیت دینے کا فیصلہ کیا اور اس کی خامیوں کو دور کرنے لگے۔کیمپ میں موجود تمام لڑکوں کی نسبت وسیم بہترین آل راؤنڈ ثابت ہوا اور آغا صادق نے اس کے اندر ایک نامور کرکٹر تلاش کر لیا چنانچہ انہوں نے اسے خان محمد جیسے فاسٹ باؤلر کے سپرد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ خان محمد نے وسیم کو گویا چکی کے دو پاٹوں میں رکھ کر پیس ڈالا اور اس کی تمام خامیاں دور کر دیں۔

ایک روز آغا صادق اور خان محمد نے وسیم اکرم کی باقی ماندہ خامیوں کا جائزہ لیا اور دونوں اس نتیجے پر پہنچے کہ اس کا باؤلنگ ایکشن قدرے تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔خان محمد نے آغا صادق کو بتایا:

"وسیم اکرم بڑا آل راؤنڈر بننے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر میں سمجھتا ہوں ابھی اسے بہت محنت کرنی ہو گی۔ ابھی تک اسے ریورس سوئنگ معلوم ہے نہ یارکر۔۔۔وہ ابھی کورا ہے۔ مگر قدرت نے اسے باؤلنگ کے ایک ایسے جوہر سے نوازا ہے جو عام باؤلر میں نہیں۔ ہمیں اس کی یہ خامی دور کرنی پڑے گی۔ جب وہ گیند کراتا ہے تو وکٹ پر جسم کو سیدھا رکھتا ہے۔ ایسا کرنے سے گیند صحیح طرح سے سوئنگ ہوتی ہے نہ وہ بیٹسمین کے ارادوں کو بروقت بھانپ سکتا ہے۔اس ایکشن کی وجہ سے وسیم شارٹ پچ بال کرانے پر مجبور ہو جاتا ہے"۔

"آپ کے خیال میں اسے کیا کرنا چاہیئے" آغا صادق نے پوچھا۔

اتفاق سے وسیم اکرم جو نیٹ پر پریکٹس کر رہا تھا، وہ بھی اپنے دونوں محسنوں کے پاس پہنچ گیا۔ خان محمد نے پسینے میں شرابور وسیم کو اپنے پاس بٹھایا اور اس کی پیٹھ پر تھپکی دیتے ہوئے آغا صادق سے کہا:

"آغا صاحب! وسیم باؤلنگ کراتے وقت اپنا ہاتھ اوپر نہیں اٹھاتا اور نہ وکٹ پر ترچھا ہوتا ہے۔ جس سے اس کا ہاتھ پیچھے نہیں آپاتا۔ یہ اس کی بہت بڑی خامی ہے"۔

خان محمد نے وسیم اکرم کو ہاتھ اوپر لانے کی افادیت بتائی اور خود باؤلنگ ایکشن بناتے ہوئے بتایا۔ "دیکھو میاں یوں ہاتھ اوپر اٹھانا چاہیئے" خان محمد نے گیند انگلیوں اور ہتھیلیوں میں پکڑتے ہوئے اپنا ہاتھ کاندھے سے اوپر اٹھایا اور بازو گھما کر بال گراؤنڈ میں پھینک دی۔ "اس طرح بال کرانے سے گیند صحیح بونس لیتی ہے اور باؤلنگ کے دوران جسم ترچھا کرنے سے بال آؤٹ سوئنگ ہوتی ہے" پھر خان محمد نے وسیم اکرم کو گرم اور سرد موسموں اور خشک اور نم آلود پچوں پر سوئنگ بال کرانے کے گر سکھلائے اور تقریباً ایک سال تک وسیم اکرم پاکستانی کرکٹ کے جوہری خان محمد کی پیشہ ورانہ مہارت سے فائدہ اٹھاتا رہا۔

وسیم اکرم کی عمر صرف سترہ سال تھی۔ ابھی اس کی مسیں بھیگ رہی تھیں اور اس کے جسم کے وہ ضروری پٹھے بھی نہیں بنے تھے جو ایک فاسٹ باؤلر اور آل راؤنڈر کھلاڑی کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ وہ خان محمد کی زیر نگرانی تین تین گھنٹے تک ایک ہی ایکشن میں بال کراتا رہتا۔ اس دوران خان محمد نے وسیم اکرم کی لائن لینتھ بھی ٹھیک کرادی۔

وسیم اکرم کے ساتھ ایک عجیب بات یہ تھی کہ اس کے والدین ابھی تک اس کے جنون سے بے خبر تھے۔ مگر ایک روز اس کے والد محمد اکرم نے جو سپیئر پارٹس کا کاروبار کرتے تھے انہیں کسی نے بتایا کہ اخبار میں وسیم اکرم کے بارے میں خبر شائع ہوئی ہے کہ وہ خان محمد کے کیمپ میں پریکٹس کرتا ہے۔ پس محمد اکرم نے گھر آتے ہی ہنگامہ شروع کر دیا اور اپنی بیگم پر ناراض ہوتے ہوئے کہا:

''تم لوگوں نے کیا مجھے اندھا سمجھ رکھا ہے۔ کیا مجھے یہ معلوم نہیں ہونا تھا کہ وسیم پڑھائی چھوڑ کر کرکٹ کھیلنے لگ پڑا ہے''۔

وسیم کی والدہ کو تو پہلے ہی یہ معلوم ہو چکا تھا مگر وہ بھی یہی سمجھتی رہی تھیں کہ وسیم اکرم صرف اپنے شوق کی خاطر کھیل رہا ہے، وہ مستقل طور پر کرکٹ نہیں کھیلنا چاہتا۔ لہٰذا انہوں نے اپنا دامن بچانے کے لئے کہا:

''میں خود نہیں جانتی کہ اب وہ دن رات کرکٹ کھیل رہا ہے۔ میں ابھی امی کی طرف جاتی ہوں''۔ وہ اسی روز اپنی والدہ کے پاس گئیں اور ان سے ناراض ہو کر بولیں:

''اماں جی! آپ نے مجھے بے عزت کرا دیا۔ وسیم کے ابا نے مجھے بہت باتیں سنائی ہیں۔ وہ تو پہلے ہی اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ وسیم ان سے دور رہے مگر میں نے آپ کی تنہائی کے خیال سے اسے یہاں بھیج دیا کہ آپ کا دل بھی لگا رہے گا اور وہ اسکول میں آنے جانے

کے زیادہ سفر سے بچا رہے گا۔ مگر میں نے سنا ہے وہ پڑھنے کے بجائے صرف کرکٹ کھیلتا رہتا ہے۔اس کے ابا بہت ناراض ہیں۔اب آپ ہی بتائیں کہ میں کیا کروں"۔

وسیم کی نانی نے اپنی بیٹی کو پیار سے کہا۔"دیدی!اب جو ہونا تھا ہو چکا ہے۔وسیم نے مشکل وقت گزارا ہے اور مجھے یقین ہے بہت جلد پاکستانی ٹیم میں شامل ہو جائے گا انشاءاللہ اب جیسے تیسے ہو صبر کرلو اور اس کے لئے دعائیں کرو"۔نانی اماں نے اپنی بیٹی کو بتایا۔"شروع میں،میں بھی اس کھیل سے عاجز تھی مگر اس کے شوق کی خاطر آپ لوگوں سے اس کی کرکٹ کو چھپاتی رہی۔ لیکن دیدی اب حوصلہ کرو اس کی منزل اب دو قدم پر ہے۔

جاری ہے

قسط نمبر 4

وسیم کی والدہ جب ماڈل ٹاؤن جانے کے لئے اپنی والدہ کے گھر سے نکل رہی تھیں تو وسیم اکرم نیٹ پریکٹس کے بعد نانی کے گھر آرہا تھا۔ وہ کٹ میں ملبوس تھا اور ہاتھ میں عمدہ قسم کا ہیٹ تھام رکھا تھا۔ وہ اپنی دھن میں گنگناتا ہوا دہلیز پار کرنے لگا تو والدہ کو دیکھتے ہی اس کی جان نکل گئی۔

"دیدی۔۔۔آپ۔۔۔"۔ وہ ہکلایا۔

"تم نے ہم سے جھوٹ بولا ہے وسیم"۔ والدہ اسے دیکھتے ہی مصنوعی خفگی سے بولیں لیکن بیٹے کو کرکٹ کی یونیفارم میں دیکھتے ہی ان کا دل بلیوں اچھلنے لگا مگر انہوں نے اپنی خوشی اس پر ظاہر ہونے نہ دی اور اسے اس کے ابا کے رویہ کے بارے میں بتایا۔

وسیم کے لئے ماں باپ کی ناراضی بہت بڑا صدمہ تھی مگر اس وقت وہ بہت خوش تھا۔ لہٰذا اس نے اپنی ماں کے گلے میں بانہیں ڈالیں اور انہیں پیار سے دوبارہ اندر لے گیا۔ انہیں چارپائی پر بٹھایا پھر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ وسیم اپنی ماں کو دیدی کہہ کر پکارتا تھا۔ بولا:

"دیدی! میں جانتا ہوں کہ آپ لوگ ناراض ہوں گے مگر مجھے یقین ہے کہ آپ یہ سن کر یقیناً خوش ہوں گی کہ مجھے پاکستانی ٹیم میں شامل کرلیا گیا ہے"۔

نانی نے جونہی یہ بات سنی بے تابی سے آگے بڑھیں اور اپنی ماں کے قدموں سے لپٹے اپنے نواسے کا سر چوم کر بولیں۔

"سچ سچ بتا تو جھوٹ تو نہیں بول رہا"۔

"نہیں نانی ماں میں سچ کہہ رہا ہوں۔ نیوزی لینڈ کی ٹیم پاکستان آ رہی ہے اور مجھے راولپنڈی میں ہونے والے تین روزہ فرسٹ کلاس میچ کے لئے پاکستانی ٹیم میں شامل کر لیا گیا ہے۔ مجھے آج ہی خان محمد صاحب نے بتایا ہے۔ وہ بے حد خوش ہیں۔ کل میں سپورٹس بورڈ جا رہا ہوں"۔

جونہی یہ خبر ماڈل ٹاؤن پہنچی۔ اس کے ناراض والد کا غصہ کافور ہو گیا اور وہ اپنی چھوٹی صاحبزادی صوفیہ کو بلا کر کہنے لگے۔

"جاؤ اپنے لاڈلے کو فون کر کے کہہ دو کہ اپنے باپ سے تو آ کر مل لے"۔ صوفیہ اپنے باپ کے چہرے کی بشاشت اور خوشیوں کے پھوٹتے فوارے دیکھ کر تیزی سے بھائی کو یہ خبر سنانے کے لئے فون کرنے چلی گئی۔

وسیم اکرم کو اس روز دوہری خوشی نصیب ہوئی۔ ایک تو قومی کرکٹ ٹیم میں شامل ہونے کی اور دوسری اپنے اس باپ سے گلے ملنے کی جس کا غصہ ہر وقت انتہا کو چھو رہا ہوتا تھا۔

راولپنڈی کے اسٹیڈیم میں دس ہزار تماشائی موجود تھے۔ پاکستانی ٹیم ہوم لینڈ میں کھیل رہی تھی۔ ٹیم سکواڈ جاوید میاں داد، سلیم ملک، شعیب محمد، راشد خان اور طاہر نقاش جیسے بیٹسمینوں اور باؤلروں پر مشتمل تھی۔ اس میچ کے لئے جاوید میاں داد کو کپتان بنایا گیا تھا۔ نیوزی لینڈ نے بیٹنگ کی تو جاوید میاں داد نے نہ جانے کیوں ایک نیا فیصلہ کیا اور اس نے طاہر نقاش کی بجائے وسیم اکرم کو باؤلنگ کے لئے بلایا۔ وسیم اکرم تو اس امید میں تھا کہ اسے سارے کھیل کے

دوران درمیانی اوورز میں باؤلنگ دی جائے گی مگر اٹیک باؤلنگ کا فیصلہ اس کے لئے حیرانی کا باعث بن گیا۔ وہ بے حد نروس ہو گیا کہ اپنے پہلے ہی فرسٹ کلاس میچ میں بین الاقوامی ٹیم کو اٹیک کرانا تھا۔ بہرحال اس نے اپنی قوتوں کو مجتمع کیا اور اللہ کا نام لے باؤلنگ شروع کر دی۔ پہلے اوور میں وہ نروس ہی رہا اور شارٹ پچ بال کراتا رہا مگر جب اس کی ایک خوبصورت گیند کھیلتے ہوئے نیوزی لینڈ کا مرد آہن بیٹس مین جان رائٹ سلپ میں کیچ ہو گیا تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ وسیم نے اپنے طور پر بال نہایت بے تکے انداز میں کرائی تھی اور بال پھینکتے ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ جان رائٹ اس پر چوکا لگائے گا مگر جب وہ کیچ آؤٹ ہو گیا تو وسیم بے اختیار سجدے میں گر گیا۔ پوری ٹیم مسرت کے ساتھ اس پر جھپٹ پڑی اور اس کو شاباش دینے لگی۔ میاں داد نے اس لمحے وسیم کو ایک گُر کی بات بتائی کہ وہ اب آؤٹ سوئنگ بال ہی کرائے۔ وسیم نے میاں داد کی ہدایت پر عمل کیا اور پھر تو نیوزی لینڈ والوں کے لئے وسیم اکرم سراپا قیامت ثابت ہوا۔ نیوزی لینڈ والے وسیم کی آؤٹ سوئنگ بال کو کھیل نہ پائے اور یوں وسیم نے وکٹوں کا ڈھیر لگا دیا۔ اس نے 52 سکور دے کر 7 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔ اس میچ میں مجموعی طور پر اس نے 9 وکٹیں لی تھیں۔

سہ روزہ فرسٹ کلاس میں 9 وکٹیں ناقابل فراموش ہوتی ہیں۔ لہٰذا پریس نے وسیم اکرم کو ہیرو بنا دیا اور توقع ظاہر کی کہ اب پاکستان کو عمران خان کا متبادل مل گیا ہے۔

ماڈل ٹاؤن اور مزنگ میں وسیم اکرم کی اس شاندار کارکردگی پر جشن کا سماں تھا۔ مزنگ کی گلیوں میں بچے اس کے نعرے لگا رہے تھے اور ملک چائے والا اور کالا دودھ والا اس روز اپنے گاہکوں کو پکڑ پکڑ کر مفت میں چائے اور دودھ پلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

"ہمارے شہزادے نے آج کمال ہی کر دکھایا ہے ہم نہ کہتے تھے کہ یہ ایک روز کھڑاک کرے گا۔ کوئی جائے اور اسے بلا کر لائے، خدا کی قسم اب وہ جیتنے چاہیۓ برتن توڑ ڈالے ہم اسے کچھ نہیں کہیں گے"۔

واہ ری قسمت جب کسی کو شہرت ملتی ہے تو ساری نفرتیں اور کدورتیں رشک و محبت میں بدل جاتی ہیں۔ وسیم کے بھائیوں نے اس روز 9 قسم کی دیگیں چڑھائی تھیں۔ انہوں نے پہلے ہی یہ طے کیا ہوا تھا کہ وسیم جتنی وکٹیں لے گا ہم اتنی قسم کی دیگیں پکائیں گے۔ اہل مزنگ کو آج بھی وہ وقت یاد ہے جب وسیم کی نانی کے گھر پر بریانی، پلاؤ، زردہ اور بہت سے رنگوں والی چاولوں کی دیگیں چڑھائی گئی تھیں اور وسیم کی درازی عمر اور کامیابیوں کے لئے گھر گھر میں دعائیں کی گئیں۔

جاری ہے

قسط نمبر 5

اب ہر کسی کو امید تھی کہ وسیم نے پاکستانی ٹیم میں مستقل جگہ بنالی ہے مگر جونہی نیوزی لینڈ کے ساتھ ون ڈے میچوں کا سلسلہ شروع ہوا، اس کی کارکردگی کو نظرانداز کر دیا گیا۔ وسیم اس تبدیلی پر حیران اور پریشان ہو گیا اور دل چھوڑ بیٹھا اس لمحے خان محمد نے اس کی دلجوئی کی اور اسے سمجھایا۔

''دیکھو میاں! گھبرانا نہیں۔۔۔ سمجھو یہ صرف ایک بار ہوا ہے، اب تمہیں اپنی جگہ بنانے کے لئے اپنے کھیل کے علاوہ ذاتی تعلقات کو بھی فروغ دینا ہو گا۔''

وسیم اس بات کو ہضم نہ کر سکا اور بولا۔

''مگر سر! یہ تو زیادتی ہے۔ کیا میرا کھیل میری سفارش نہیں ہے۔ مجھے اب بڑوں کے آگے پیچھے پھرنا پڑے گا میری تو کوئی سفارش بھی نہیں ہے۔''

خان محمد کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ آہستہ سے بولے۔

''آہستہ آہستہ تم سب سمجھ جاؤ گے''۔

لیکن تقدیر نے خود ہی وسیم کے لئے بھرپور سفارش کر دی۔ سرفراز نواز نے اچانک ہی ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا اور یوں وسیم اکرم کو متبادل کھلاڑی کے طور پر ٹیم میں دوبارہ شامل کر لیا گیا۔

وسیم اکرم کے لئے نیوزی لینڈ ایک کڑا امتحان ثابت ہوئی۔ اس کی کارکردگی متاثر کن نہیں تھی۔ کیونکہ یہ میچ بارش کی وجہ سے مختصر ہو گیا تھا اور دونوں ٹیموں کو صرف بیس بیس اوورز کھیلنے تھے۔ پاکستان نے 140 سکور بنائے، اگرچہ بیس اووروں میں یہ حوصلہ افزا سکور تھا مگر نیوزی لینڈ نے آتے ہی پاکستانی باؤلروں کی پٹائی شروع کر دی۔ یہ صورت حال دیکھ کر کپتان ظہیر عباس نے جاوید میاں داد کے مشورے پر وسیم اکرم کو باؤلنگ کرانے کے لئے بلایا اور کہا۔

"وسیم اس وقت تمہاری سوئنگ بالیں ہی پاکستان کو بچا سکتی ہیں"۔

پہلے اووروں میں تو وسیم اکرم نے سوئنگ کے کمال دکھائے مگر ظہیر عباس جو محتاط دفاعی اعتبار سے کسی قسم کا خطرہ نہ مول لینے والا کپتان تھا۔ اس نے اگلے اووروں میں وسیم اکرم سے باؤلنگ نہ کرائی پھر نہ جانے کیوں اس نے آخری اوور وسیم اکرم سے کرانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت نیوزی لینڈ کو جیتنے کے لئے 24 سکور کرنے تھے اور اس کی تین وکٹیں باقی تھیں۔ اس کی فرنٹ لائن پر جرمی کونی جیسا ماہر بلے باز تھا۔ وسیم اکرم نے بڑے پر اعتماد انداز میں اسے شارٹ پچ بال کرائی مگر جرمی کونی نے یہ بال باؤنڈری سے باہر پھینک دی اور پھر تو گویا وسیم اور جرمی دونوں ہی جنونی ہو گئے۔ وسیم شارٹ پچ بال پھینکتا رہا اور جرمی کونی ہر بال کو باؤنڈری کے پار پھینک دیتا تھا۔ لیکن پاکستان کی قسمت اچھی تھی وسیم اکرم کی ایک یارکر پر جرمی آؤٹ ہو گیا اور یوں پاکستان پانچ سکور سے جیت گیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ وسیم اکرم کی جو بال بعد میں اس کا خاصہ بنی یارکر بال تھی۔ یہ انداز اسکا خفیہ ہتھیار بن گیا۔ حالانکہ وسیم اس ون ڈے انٹر نیشنل میچ تک یارکر کے نام سے ہی ناواقف تھا۔ یارکر ایک ایسی بال کو کہتے ہیں جو سیدھی بلے کے عین نیچے گرے اور وکٹیں اڑا کر رکھ دے۔ دنیائے کرکٹ میں وسیم اکرم کی یارکر نے بعد میں تہلکہ مچادیا۔ اسکی مدد سے وہ میچ کا پانسہ پلٹ دیتا۔ جب کسی وکٹ کو گرانا مقصود ہوتا وہ خفیہ ہتھیار کو اچانک استعمال کرتا۔

اس میچ کے بعد وسیم اکرم ایک بار پھر ڈراپ کر دیا گیا اور اس قدر مایوس ہوا کہ اس نے کرکٹ چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ کپتان سمیت کسی کھلاڑی نے اس کی دلجوئی نہیں کی تھی۔ مگر قسمت بہلاتی اور اسے آگے دھکیلتی رہی۔ پاکستان نے اب نیوزی لینڈ کا جوابی دورہ کرنا تھا۔ کھلاڑیوں کو چناؤ ہوا تو وسیم اکرم کا نام شامل نہیں تھا۔ اس ورے کی قیادت جاوید میاں داد کے سپرد تھی۔ اس موقع پر جاوید میاں داد نے وسیم اکرم کو ٹیم میں شامل کرنے کی ضد کی، کیونکہ وہ اس کی خوبیوں سے آگاہ تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ میانداد ہی تھا جس نے وسیم اکرم کو پاکستانی کرکٹ ٹیم کا مستقل اور اہم رکن بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر کرکٹ کی سیاست اور حالات نے آنے والے دنوں میں وسیم اکرم کو اپنے اسی محسن کے خلاف کھڑا کر دیا۔

نیوزی لینڈ کی وکٹیں انگلینڈ کی طرح سست ہیں۔ وسیم اکرم شروع میں ان وکٹوں پر اپنی روایتی باؤلنگ کا مظاہرہ نہ دکھا سکا۔ پہلے اسے ایک سائیڈ میچ میں کھیلایا گیا تو وہ صرف ایک ہی کھلاڑی آؤٹ کر سکا۔ نیوزی لینڈ ایک تو اپنی پسندیدہ اور ہوم گراؤنڈ پچوں پر کھیلنے کا فائدہ اٹھا رہی تھی بلکہ رائٹ، رچرڈ ہیڈلی، مارٹن کرو، این سمتھ اور لانس کینز جیسے شہرہ آفاق کھلاڑی ٹیم سکواڈ

میں شامل تھے۔وسیم اکرم جیسے نوآموز کھلاڑی کے لئے یہ پہلا بیرونی دورہ تھالٰہذا اسے باؤلنگ کراتے ہوئے دانتوں پسینہ آگیا۔پہلے ٹیسٹ میں اسے کھیلایا گیا مگروہ صرف دو وکٹیں ہی حاصل کر سکا۔وسیم اپنی کارکردگی سے دل برداشتہ ہو گیا۔جاوید میاں داد نے نہ صرف اس کی حوصلہ افزائی کی بلکہ وسیم کو نیوزی لینڈ کے خلاف بطور زہریلا تیر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔اس نے ٹیم کے دوسرے کھلاڑیوں کی نسبت وسیم اکرم پر خصوصی توجہ دی اور دوسرے ٹیسٹ سے پہلے اسے سب سے الگ کر کے تین چار گھنٹے روزانہ باؤلنگ کی پریکٹس کراتا رہا۔اس لمحہ مدثر نذر نے بھی میاں داد کا ساتھ دیا اور وسیم اکرم کو نیوزی لینڈ کے بلے بازوں کی خامیاں بتائیں اور اسے سمجھایا کہ کس بلے باز کو کیسے سوئنگ کرانی ہے۔

وسیم اکرم ایک ذہین شاگرد ثابت ہوا۔صرف چند روز کی محنت رنگ لائی اور جب میدان سجا تو وسیم اکرم نے سب کو حیران کر دیا۔اس نے دونوں اننگز میں پانچ پانچ وکٹیں حاصل کیں۔اس ٹیسٹ نے وسیم اکرم کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔اس کی دھواں دھار باؤلنگ کا تو چرچا ہر سو پھیل گیا تھا مگر ایک بات اور بھی ہو گئی جس نے باؤلنگ کی تاریخ میں ایک نیا واقعہ رقم کر دیا۔ہوا یوں کہ جب نیوزی لینڈ کا جارحانہ بلے باز لانس کینز اپنی بیٹنگ کے عروج پر تھا، وسیم اکرم جنونی ہو گیا اور اس نے انتہائی تیز رفتار شارٹ پچ بالیں پھینکنا شروع کر دیں۔ایک ایسی ہی بال کو کھیلنے کے لئے جب لانس کینز نے اسے ہک کرنا چاہا تو بال اس کے سر سے ٹکرا گئی اور وہ وکٹ پر ہی گر گیا۔اسے فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا۔یوں یہ واقعہ اور دس وکٹوں کا اعزاز اخبار نویسوں اور الیکٹرانک میڈیا کی دلچسپی کا باعث بنا رہا۔اسی بنا پر وسیم اکرم کا پہلی بار

ٹی وی انٹرویو بھی نشر ہوا۔ انگریزی پر عبور نہ ہونے کے باعث وہ اپنی مدد کے لئے قاسم عمر کو ساتھ لے گیا تھا۔

جاری ہے

قسط نمبر 6

عمران خان کے زیر سایہ

نیوزی لینڈ سے واپسی پر وسیم اکرم پاکستانی ٹیم کی ضرورت بن گیا۔ اگلے سال منی ورلڈ کپ کے لئے ٹیم آسٹریلیا روانہ ہوئی تو وسیم اکرم اس میں شامل تھا۔ پاکستان کا پہلا میچ بھی آسٹریلیا کے ساتھ تھا۔ یہاں وسیم کی ملاقات عمران خان سے ہو گئی۔ ٹیم کی قیادت جاوید میاں داد ہی کر رہا تھا۔ عمران بطور کھلاڑی شامل تھا اور اپنی ہی دنیا میں رہتا تھا۔ لیکن اسے وسیم میں نہ جانے کیا نظر آیا کہ اس نے آسٹریلیا کے ساتھ میچ شروع ہونے سے پہلے ہی وسیم اکرم کو جاوید کے سایہ سے نکال کر اپنی چھتری تلے لے لیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب عمران خان اور جاوید میاں داد کے درمیان سرد جنگ شروع ہو چکی تھی اور میاں داد کو پرانے کھلاڑیوں کے علاوہ نوجوان کھلاڑیوں کی بھی حمایت حاصل تھی۔ میانداد بے شمار خوبیوں کا مالک تھا۔ وہ بلے بازی کی طرح گروپ بندی کی سیاست کا بھی داعی تھا اور یہی سوچ کر اس نے نوجوان کھلاڑیوں کو ٹیم سکواڈ میں شامل کیا تھا تاکہ بوقت ضرورت یہ نیا خون احسان مندی کا مظاہرہ دکھا سکے۔ مگر عمران خان نے وسیم اکرم کو اپنی طرف کھینچ لیا تو اس کا یہ عمل جاوید میاں داد کو بہت ناگوار گزرا۔ مگر اس وقت چونکہ وہ خود بحیثیت کپتان ایک نازک مرحلہ پر کھڑا تھا اور اس کی سرکردگی میں پاکستانی ٹیم بہتر کارکردگی نہیں دکھا پا رہی تھی لہٰذا اس نے وسیم اکرم اور عمران کی دوستی کو گوارا کر لیا۔

عمران خان کی راہنمائی کی بدولت وسیم اکرم نے باؤلنگ کا حیرت انگیز مظاہرہ دکھایا۔جب آسٹریلیا کے ساتھ رن پڑا تو عمران خان نے مڈآن فیلڈنگ شروع کردی۔وہ وسیم اکرم کو ہر بال پھینکنے سے بیشتر بیٹسمین کی کمزوری سے آگاہ کرتا اور پھر مناسب ہدایات دیتا۔وسیم اکرم نے اس بار اپنی زندگی کی بہترین باؤلنگ کرائی اور آسٹریلیا کے پانچ کھلاڑی آؤٹ کیئے۔وسیم اپنی اس کامیابی پر بے حد خوش تھا مگر پھر جب انگلینڈ اور انڈیا کے ساتھ میچ ہوئے تو اس کی کارکردگی کا گراف ایک دم نیچے گر گیا۔البتہ اس کی جگہ عمران خان نہایت کامیاب رہا تھا۔ پاکستان بہترین باؤلنگ سکواڈ کی وجہ سے فائنل تک پہنچ تو گیا مگر انڈیا کے ہاتھوں ہار گیا۔

1984-85ء میں وسیم اکرم کو شارجہ کپ میں شرکت کرنے کا موقع مل گیا۔پاکستان تو شارجہ میں بری طرح ناکام رہا مگر وسیم اکرم عمدہ باؤلنگ کے بعد پہلی بار منجھے ہوئے بلے باز کے روپ میں سامنے آیا۔اس نے دنیا کے عظیم باؤلروں کو چوکے چھکے لگائے اور یوں وہ شارجہ کے ون ڈے میچوں کا ہیرو بن کر واپس لوٹا تو اس کی دنیا کے رنگ ڈھنگ ہی بدل گئے۔ اس نے آتے ہی کار خرید لی اور پہلی بار اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ لاہور بھر کی سیر کی۔

شارجہ سے واپسی کے بعد وسیم اکرم بے تحاشا مصروف ہو گیا۔وہ گھر والوں کو بھی وقت نہ دے پا رہا تھا۔اگرچہ گھر والے اس کی شہرت و عزت افزائی پر اترا رہے تھے مگر وسیم اکرم کا یوں ہفتوں اور مہینوں کے لئے نظر سے دور رہنا انہیں گوارا نہ تھا۔

****

نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور شارجہ کی بین الاقوامی کرکٹ کا مزہ چکھنے کے بعد وسیم اکرم قدرے سیانا ہو گیا۔ اس کی باؤلنگ میں اعتماد آ گیا اور بلے بازی نے اسے آل راؤنڈر کی حیثیت میں نمایاں کر دیا۔

1985ء کے آخر میں سری لنکا کی ٹیم پاکستان آئی تو عمران نے وسیم اکرم کی تربیت کا دورانیہ بڑھانے کا فیصلہ کیا اور اسے ہدایت کی:

"وسیم! سری لنکا کی ٹیم چونکہ ابھی نئی ہے اور اس کی تربیت کا بھی ہمیں ہی اعزاز حاصل ہے مگر یہ مت بولنا کہ یہ کالی آندھیاں اناڑی ہوں گی۔ ان طوفانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تمہیں اپنی جسمانی صحت بھی بہتر کرنا پڑے گی"۔

عمران خان کی ہدایت پر ہی وسیم اکرم نے اپنے ایک دوست انسٹرکٹر کی زیر نگرانی ورزش شروع کی اور اپنی ٹانگوں اور بازوؤں کے پٹھے مضبوط کرنے کے لئے وزن بڑھانے لگا۔ جب اس کی ورزش کا دور ختم ہوا تو سری لنکن پاکستان آ چکے تھے۔ لیکن وسیم اکرم کی یہ محنت رنگ نہ لا سکی اور وہ تین میچوں کے دوران زیادہ وکٹیں نہ لے سکا۔ جب کہ عمران خان نے تین میچوں میں اٹھارہ وکٹیں حاصل کر کے وسیم اکرم کو باؤلنگ کے نئے فنون سکھائے۔

عمران وسیم کی صلاحیتوں کا ادراک رکھتا تھا لہٰذا اس نے سری لنکا کے جوابی دورہ سے پیشتر وسیم اکرم کو چند نئے فنون سکھائے اور سمجھایا:

وسیم! ایک بات یاد رکھو ون ڈے میچوں میں شارٹ پچ کی بجائے یارکر استعمال کیا کرو۔ تمہارے پاس بال کرانے کے کم از کم بارہ طریقے ہونے چاہئیں اور ہر بال مختلف انداز میں پھینکنی چاہیئے۔ مثلاً شارٹ پچ، ان سوئنگ، آؤٹ سوئنگ، یارکر، لیگ بریک جو بھی موثر ہتھیار استعمال کر سکتے ہو کرو"۔

"مگر عمران بھائی! مجھے تو یہ سارے طریقے نہیں آتے" وسیم نے کہا۔

"تمہیں آتے ہیں۔ مگر دھیان نہیں دے رہے۔ تم سے اچھا یارکر کوئی نہیں مار سکتا مگر میں حیران ہوں تمہیں یہ معلوم ہی نہیں یارکر کیا کرتی ہے"۔ عمران خان نے اسے سمجھایا "یارکر کے علاوہ ایک اور مشکل ترین طریقہ ہے ریورس سوئنگ کا۔۔۔ یہ میرا خفیہ ہتھیار ہے مگر میں تمہیں سکھانا چاہتا ہوں۔ تم یہ طریقہ سری لنکن پر آزماؤ گے"۔

اس روز عمران خان نے وسیم اکرم کو ریورس سوئنگ سے آگاہ کیا تو وسیم اکرم خوشی سے ناچنے لگا۔ اگر حد ادب آڑے نہ آتی تو وہ عمران کے ہاتھ چوم لیتا۔ کیونکہ عمران خان نے یہ فن اسے منتقل کرکے اس کی صلاحیتوں کو بڑھا دیا تھا۔ ریورس سوئنگ پاکستانی باؤلروں کا ایک ایسا خفیہ ہتھیار تھا جب بھی استعمال کیا گیا بڑے بڑے بلے بازوں کو پویلین میں واپس جانا پڑ گیا۔

پاکستانی باؤلروں کی ویورس سوئنگ سے بوکھلا کر ہی انگریزوں نے ان پر بال ٹمپرنگ کا الزام عائد کیا تھا۔ مگر عمران خان نے ان پر واضح کر دیا تھا کہ یہ بال ٹمپرنگ نہیں بلکہ ریورس سوئنگ باؤلنگ کا ایک انداز ہے، چونکہ انگلینڈ، آسٹریلیا، ویسٹ انڈیز، ساؤتھ افریقہ، نیوزی لینڈ حتیٰ کہ بھارت کی کرکٹ ٹیمیں بھی ریورس سوئنگ کی تکنیک سے ناواقف تھیں لہٰذا

انھوں نے پاکستان پر بال ٹمپرنگ کے الزامات عائد کر دیئے۔ بال ٹمپرنگ پر بحث و مباحثہ ہوتا رہا مگر جب حساس کیمروں کی مدد سے انگریز بال ٹمپرنگ کی حقیقت تک پہنچے تو ان پر عقدہ کھلا کہ پاکستانی باؤلر پرانی بال سے ریورس سوئنگ کر رہے ہیں تو انھوں نے بھی یہ فن سیکھا شروع کیا۔ جب یورپی ٹیموں نے ریورس سوئنگ سیکھ لی تب پاکستان کی بال ٹمپرنگ کے الزام سے خلاصی ہوئی۔

عمران خان نے وسیم اکرم کو نئے باؤلنگ فنون سکھانے کے علاوہ اس کا رن اپ پچیس قدموں سے گھٹا کر سترہ قدم کر دیا اور پھر خود اسے کئی کئی گھنٹے تک باؤلنگ اور بیٹنگ کی پریکٹس کراتا رہا۔ وسیم نے بھی عمران خان کی کوچنگ کا فائدہ اٹھایا اور اس نے ہر طرح کے موسم اور پچوں پر باؤلنگ کرانے کی تربیت مکمل کر لی۔

1986-87ء کے سیزن میں شارجہ کپ کا انعقاد ہوا تو یہ سیزن پاکستان کو بہت راس آیا۔ میاں داد کے چھکے نے پاکستان کو عظیم فتح دلوائی تو وسیم اکرم نے اس میچ میں چار وکٹیں حاصل کیں۔ شارجہ سے واپسی کے بعد ویسٹ انڈیز پاکستان آ گئی۔ فیصل آباد میں پہلا ٹیسٹ ہوا جس میں قادر کی تباہ کن باؤلنگ کے باعث ویسٹ انڈیز صرف 51 سکور بنا کر آؤٹ ہوئے۔ مگر مین آف دی میچ وسیم اکرم کو ملا۔ اس نے پہلی اننگ میں چھ وکٹیں لیں اور دوسری اننگ میں 66 جارحانہ رنز بنائے۔ اگلے ٹیسٹ میں ویسٹ انڈیز نے پاکستان کو ہرا دیا۔ اس میچ میں وسیم اکرم فیلڈنگ کرتے ہوئے زخمی ہو گیا اور اسے اگلے ٹیسٹ کے لئے باہر کر دیا گیا۔ وسیم اکرم پہلی بار زخمی ہوا تھا اور پھر تو اس کے زخموں کے گویا ٹانکے ہی کھل گئے۔ آنے والے دنوں میں وہ ان فٹ ہوتا رہا۔

جاری ہے

قسط نمبر 7

عمران خان نے وسیم اکرم کو زہریلا تیر بنانے کے لئے اس کی تربیت کا جو بیڑا اٹھایا تھا اب اس کا دائرہ کار بڑھانے کی ضرورت تھی۔ عمران خان انگلینڈ جیسی متعصب ٹیم کو اس کے گھر میں عبرتناک شکست دینا چاہتا تھا اور اس کے لئے وہ تمام کھلاڑیوں کی تربیت بھی ساتھ ساتھ کر رہا تھا۔ 1986ء میں عمران خان نے وسیم اکرم کو انگلش کاؤنٹی کھیلانے کا فیصلہ کیا تاکہ وہ انگلینڈ میں رہ کر ان کھلاڑیوں کو قریب سے دیکھ سکے اور اپنے اندر اعتماد پیدا کر سکے۔ وسیم اکرم کے تو وارے نیارے ہو گئے۔ عمران خان کی ہدایات پر عمل کر کے اس نے کامیابی کی شاہراہ پر سفر شروع کر دیا تھا۔ عمران خان کی سفارش پر وسیم اکرم کا ڈرہم کاؤنٹی کلب پر نوپ فیلڈ سے معاہدہ ہو گیا جس نے اسے پچاس پاؤنڈ فی ہفتہ خرچ دیا۔ البتہ پاکستان سے اس کے والد اسے مزید رقم بھیجتے رہے۔

1987ء میں جب عمران خان اپنی ٹیم کے ساتھ انگلینڈ پہنچا تو وسیم اکرم اس کی توقعات پر پورا اترا اور عمران خان نے انگلینڈ کو اس کی سرزمین پر رسوا کیا۔ اگرچہ پاکستان نے بڑی محنت کے ساتھ انگلینڈ کو شکست دی تھی مگر انگریز ایمپائروں نے دھاندلی کے ذریعے پاکستان کو ہرانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ انگریز ایمپائروں کی جانبدارانہ ایمپائرنگ کے نتیجے میں عمران خان نے غیر جانبدار ایمپائروں کا مطالبہ کیا تو انگریز پریس نے عمران خان کے خلاف شر انگیز خبریں پھیلانی شروع کر دیں۔ ان حالات میں وسیم اکرم کو بھی تنقید کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اس نے ان کے ہیرو۔۔۔ بوتھم جیسے کھلاڑی کو اپنی باؤلنگ اور بیٹنگ کے ذریعے ناکوں چنے چبوا دیئے

تھے۔اوول کے میدان میں وسیم اکرم کو اپنڈکس کی تکلیف ہو گئی۔اسے فوراً ہسپتال لے جایا گیااور اس کا آپریشن کر کے آرام کے لئے کہہ دیا گیا۔اپنے آخری میچوں میں عمران خان وسیم کی کمی شدت سے محسوس کرتا رہا۔وسیم نے بحران کے اس دور میں بستر علالت کو چھوڑ دیا اور عمران خان کے شانے سے شانہ ملا کر باؤلنگ کراتا رہا۔عمران خان کو وسیم اکرم کا یہ انداز وفا بے حد پسند آیا اور ان کی دوستی پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی۔

کاؤنٹی کی دنیا

1987ء میں ورلڈ کپ پاکستان اور بھارت میں مشترکہ طور پر ہو رہا تھا۔عمران خان وسیم اکرم کو ہر صورت میں صحت مند دیکھنا چاہ رہا تھا لہٰذا اس نے انگلینڈ سے واپسی کے بعد وسیم اکرم کو مکمل آرام کی دایت کی جس کے نتیجے میں وسیم اکرم مکمل طور پر صحت مند ہو گیا تھا۔ انگلینڈ اور پاکستان ایک ہی پول میں تھے، دونوں ٹیموں کے درمیان نفرت کی ایک نادیدہ دیوار کھڑی ہو چکی تھی۔پاکستان نے انگلینڈ کو بری طرح شکست دی اور چھ میں سے پانچ میچ جیت کر سمی فائنل میں پہنچ گیا۔

سیمی فائنل میں پاکستان کا آسٹریلیا جیسی نوآموز ٹیم سے ہوا۔پاکستان کو توقع تھی کہ وہ آسانی کے ساتھ میچ جیت جائے گا مگر پاکستان کے تجربہ کار کھلاڑی آسٹریلیا کے تازہ خون سے شکست کھا گئے اور قذافی سٹیڈیم تلاہوریوں کی آہ و پکار سے گونج اٹھا۔پاکستان کی بدقسمتی ملاحظہ کیجئے کہ یہ چوتھا ورلڈ کپ تھا جس میں پاکستان سیمی فائنل میں پہنچنے کے بعد شکست کھا گیا تھا۔عمران خان نے دلبرداشتہ ہو کر ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا تو پاکستان کی شکست کا غم دوچند

ہو گیا۔ عوام اسے دل سے نکالنا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا وسیم اکرم بھی عوام کی اس صف میں کھڑا ہو گیا جو عمران خان سے ریٹائرمنٹ کا فیصلہ واپس لینے کا تقاضا کر رہی تھی۔ مگر عمران خان نے فیصلہ واپس نہ لیا۔ انہی حالات میں انگلینڈ نے پاکستان کا دورہ کیا۔ پہلے ہی ٹیسٹ میچ میں وسیم اکرم کی ران کی پرانی تکلیف جاگ اٹھی۔ اس تکلیف کی وجہ سے وہ سیریز کے 11 میچوں میں صرف دو وکٹیں لے سکا۔ ان نازک لمحات میں عبدالقادر کی لیگ بریک اور گگلی نے وکٹوں کی بارش کر دی اور اس نے سیریز میں 30 وکٹیں حاصل کرکے پاکستانی ٹیم کا مورال بلند کر دیا۔

1987ء میں وسیم اکرم کی قسمت نے پلٹا کھایا اور اس کی مانگ میں اضافہ ہونے لگا۔ صرف پانچ سال کے عرصہ میں وہ ایان بوتھم اور عمران کے پلے کا آل راؤنڈر بن چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انگلینڈ کی کاؤنٹیاں اس کے پیچھے پڑ گئیں اور معاہدے کے کاغذات لے کر اس کے گھر پر آنے لگیں۔ وسیم اکرم نے حق شاگردی ادا کرنے کے لئے عمران خان سے مشورہ لیا تو عمران خان نے اسے کچھ مہینے تک انتظار کرنے کے لئے کہا۔ اسی اثناء میں شہرہ آفاق بلے باز نیل فیئر برادر نے وسیم اکرم سے رابطہ کیا اور بیش قیمت معاہدہ کے ساتھ لنکاشائر کی طرف سے کھیلنے پر اصرار کیا۔ وسیم اکرم جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہتا تھا۔ مگر فیئر برادر کے پیہم اصرار پر اس نے 6 سال کے لئے معاہدہ کر لیا اور کاؤنٹی کھیلنے کے لئے چلا گیا۔ اب کی بار انگلینڈ کا ماحول اس کے لئے نیا نہ تھا۔ سرد موسموں کی بارش میں وسیم اکرم خوب نہایا دھویا۔ کاؤنٹی کی نرالی اور جدید دنیا دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ ایک روز اس نے اپنی بہن صوفیہ کو فون کر کے بتایا:

”صوفی! کیا تم یقین کرو گی کہ کاؤنٹی مجھے کیسی کیسی سہولتیں دے رہی ہے۔ تم سنو تو پاگل ہو جاؤ گی۔“

”کاؤنٹی مجھے وی وی آئی پی کے طور پر ڈیل کر رہی ہے میں ایک بڑے سے ہوٹل میں رہ رہا ہوں جس کے کمرے میں نہانے کے ٹب، گرم پانی، نوکر چاکر اور مزے کی بات یہ کہ تولیہ بھی الگ ملتا ہے۔ تم شاید نہیں جانتی، پاکستانی ٹیم کے کھلاڑیوں کو صرف ایک باتھ روم اور ایک تولیے پر گزارہ کرنا پڑتا ہے۔ مگر یہاں تو وارے نیارے ہیں۔ مجھے ایک بڑی سی گاڑی ہوٹل سے لانے اور چھوڑنے کے لئے وقف ہے۔ اور تو اور۔۔۔ صوفی میں نواحی گاؤں میں ایک چھوٹا سا مکان بھی خرید رہا ہوں

میں تجھے اگلے سال یہاں بلاؤں گا“۔

یہ بات سن کر صوفیہ اچھل پڑی اور اس نے اپنی ماں کو بتایا: ”دیدی! بھائی انگلینڈ میں گھر خرید رہا ہے“۔

”ہیں“! والدہ حیرت سے چونک پڑیں۔ ”یہاں تو اس نے گھر نہیں بنایا اور وہاں نیا گھر خرید رہا ہے۔ کیا اس کے پاس اتنے پیسے آ گئے ہیں۔ اسے کہو پہلے اپنے ملک میں اپنا گھر بنائے۔ پھر وہاں خریدے“۔ والدہ کا پیغام وسیم اکرم تک پہنچا دیا گیا مگر وسیم اکرم کو اپنا کیریئر بنانے کے لئے انگلینڈ کی سرزمین پر قدم مضبوط کرنے تھے۔ لہٰذا اس نے ایک چھوٹا گھر خرید لیا جو اب بھی اس کی ملکیت ہے۔

کاؤنٹی سیزن کا آغاز ہوا تو وسیم اکرم دنیا کے بہترین کھلاڑیوں کے درمیان خود و نہایت پر اعتماد سمجھ رہا تھا۔ اس نے اپنے ہی سیزن میں فرسٹ کلاس سینچری اور لگاتار چار گیندوں پر چار کھلاڑیوں کو آؤٹ کر کے فرسٹ کلاس میچوں میں ہیٹ ٹرک بنالی۔ لیکن بد قسمتی بھی اس کے تعاقب میں تھی۔ دوسرے میچ میں اس کی ران کا درد جاگ اٹھا اور وہ اگ لے سات میچوں کے لئے باہر کر دیا گیا۔ وسیم اکرم کے لئے ران کا درد ایک عذاب بن گیا تھا اسے خدشات لاحق ہونے لگے کہ اگر ران کا درد اسی طرح رہا تو وہ اپنے سپنوں کے محل تعمیر نہ کر سکے گا۔ اس پر مایوسی کا دورہ پڑا اور وہ کئی کئی دن تک خود کو کمرے میں بند کر کے سوچتا رہتا تھا۔ ایک روز وہ اپنے کمرے میں بیٹھا ٹی وی پر کاؤنٹی کے میچ دیکھ رہا تھا جب عمران خان کا فون آگیا۔

"ہیلو وسیم! اب کیسے ہو؟"

"عمران بھائی! میں سخت پریشان ہوں"۔ وسیم اکرم نے اپنی ذہنی حالت سے اسے آگاہ کیا۔

"بھئی تم ذرا کمرے سے باہر تو نکل کر دیکھو۔ اپنے دل کو بہلاؤ گے تو ٹینشن بھی ختم ہو جائے گی۔" عمران خان نے اسے دلاسہ دیا۔

"مگر عمران خان بھائی مجھے یہاں کا ماحول اچھا لگنے کے باوجود تنہائی کا احساس رہتا ہے۔ آپ انگلینڈ کیوں نہیں آرہے۔ میں آپ سے مسائل ڈسکس کرنا چاہ رہا ہوں"۔

"بھئی اب جلد ملاقات ہو گی۔ بہر حال اس بات پر زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ ران کی تکلیف کیسے ختم ہو گی۔ فاسٹ باؤلروں کے ساتھ ایسا ہوتا ہی رہتا ہے"۔ عمران خان

نے اسے سمجھایا۔ ''میں خود کئی بار ان فٹ ہوا ہوں اور ان فٹ بھی ایسے مواقع پر جب ٹیم کو میری ضرورت ہوتی تھی، لہٰذا تم تسلی رکھو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا''۔

''عمران خان آپ نے ریٹائرمنٹ واپس لینے کا کیا سوچا ہے''۔ وسیم اکرم نے پوچھا تو دکھ سے بولا ''سچ تو یہ ہے کہ عمران بھائی آپ کے بغیر کھیلنے کا مزہ نہیں آ رہا۔ پلیز آپ واپس آ جائیں''۔

''ہاں میں سوچ رہا ہوں صدر پاکستان نے بھی کہا ہے کہ میں واپس آ جاؤں۔ دیکھو اب کیا نتیجہ نکلتا ہے''۔ عمران خان نے انکشاف کیا تو وسیم اکرم خوشی سے نہال ہو گیا۔

''تو کیا میں یہ امید رکھوں کہ 1988ء میں ویسٹ انڈیز کا دورہ کرنے والی ٹیم میں عمران بھائی شامل ہوں گے''۔

''عمران خان نے کہا''۔ اگر میرا موڈ بن گیا تو پھر تمہیں واپس آنا ہو گا۔

''آپ کہیں تو میں آج ہی آ جاتا ہوں'' وسیم اکرم نے کا اور پھر اس نے اپنا کہا ثابت بھی کیا۔

1988ء میں عمران خان ٹیم میں واپس آ گیا اور وہ جاوید میاں داد، وسیم اکرم کے علاوہ نئے لڑکوں کے ساتھ ویسٹ انڈیز روانہ ہو گیا۔

جاری ہے

قسط نمبر 8

عمران خان اور جاوید میاں داد کے علاوہ کسی بھی کھلاڑی نے اس سے پہلے ویسٹ انڈیز کا دورہ نہیں کیا تھا۔ وسیم اکرم کے حق میں یہ دورہ سود مند ثابت ہوا۔ عمران خان نے اسے دباؤ میں کھیلنے کی خاص تربیت دی۔ بدقسمتی سے پاکستان ایک بھی ایک روزہ میچ نہ جیت سکا اور ویسٹ انڈیز نے ون ڈے سیریز پانچ صفر سے جیت لی البتہ ٹیسٹ میچوں میں پاکستان اپنی برتری قائم کرنے کی پوزیشن میں آ گیا تھا۔ وسیم اکرم، عمران خان اور قادر کی ٹرائیکا پاکستان کا گرتا ہوا مورال پھر سے بلند کر دیا۔

اسی سال کے آخر میں ورلڈ سیریز میں شرکت کے لئے آسٹریلیا نے پاکستان کو بری طرح شکست سے دوچار کیا۔ البتہ وسیم اکرم عمران کی ہدایات کی روشنی میں بہترین پرفارمنس دیتا رہا۔ مگر 1989ء کے شروع میں جب پاکستان نیوزی لینڈ کے دورے پر گیا تو وسیم اکرم کی بدقسمتی کا دروازہ ایک بار پھر کھل گیا۔ ایک میچ کے دوران فیلڈنگ کرتے ہوئے اس کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تو اسے فوراً ہسپتال لے جایا گیا اور پھر واپس پاکستان بھیج دیا گیا۔ یہاں اس نے علاج کرایا مگر فریکچر ٹھیک ہوتے ہی اس کی ران کا درج پھر سے جاگ اٹھا اور ڈاکٹروں نے اسے آٹھ مہینے تک مکمل آرام کرنے کی ہدایت کی۔

نانی کی فرمائش

کسی نئے اور نوجوان آل راؤنڈر کے لئے زیادہ عرصہ تک کرکٹ سے دور رہنا وبال جان بن جاتا ہے۔اسے اپنا کیریئر ختم ہوتا ہوا لگتا ہے۔یہی وسیم اکرم کے ساتھ ہوا۔وہ ان دنوں اپنے ماڈل ٹاؤن والے گھر میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔اس نے ایک طرح سے کرکٹ مکمل طور پر چھوڑ دی تھی اور ایک عرصہ بعد وہ گھر والوں کی اداسیاں دور کرنے لگ گیا۔اس کی نانی، والدہ اور بہن نے سوچا کہ وسیم آٹھ مہینے تک گھر میں رہے گا تو کیوں نہ اس کی شادی کر دی جائے۔ گھر میں اس کی شادی کا ذکر ہونے لگا تو اخبارات تک خبر پہنچ گئی۔اور اس کی شادی کے ہر سو چرچے

ہونے لگے۔ وسیم اکرم کے مداحوں نے اسے فون کرنے شروع کر دیئے۔ روزانہ ایک سو کے قریب فون اور اس کے علاوہ سینکڑوں خطوط آنے لگے۔ صوفیہ بھائی کی ڈاک کھولتی اور فون سنتی رہتی اور بھائی کی پیغام رساں اور مترجم کے فرائض ادا کرتی رہی۔ وسیم اکرم نے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ فی الحال شادی نہیں کرے گا۔ اس کی نانی اماں نے سنا تو وہ اس کے کان کھینچنے کے لئے ماڈل ٹاؤن پہنچ گئیں اور کہا:

"وسیم بیٹے! تو اپنی نانی کی خواہش پوری نہیں کرے گا کیا؟ میں چاہتی ہوں اپنی زندگی میں ہی تیرے سر پر سہرے دیکھ لوں۔ میں تو گھڑی دو گھڑی کی مہمان ہوں"۔

مگر وسیم نے اپنی نانی کو دوٹوک کہہ دیا "نانی اماں! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ مگر میں 23 سال کی عمر میں شادی نہیں کرنا چاہتا۔ میرا کیریئر تباہ ہو جائے گا لہٰذا آپ لوگ مجھ پر دباؤ نہ ڈالیں"۔ لہٰذا نانی اماں نے اس کے مستقبل کی خاطر چپ سادھ لی اور اس کی ماں اور بہن کو بھی کہہ دیا کہ ابھی اس پر زور نہ دیں۔

انہی دنوں کی بات ہے وسیم اکرم ڈاکٹر کے پاس گیا ہوا تھا۔ جب کسی بڑی گھرانے کی لڑکی ان کے گھر آ گئی، اس نے اپنے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھام رکھی تھی۔ وہ صوفیہ سے ملی اور اسے انگوٹھی تھماتے ہوئے کہنے لگی:

"میں وسیم سے شادی کرنا چاہتی ہوں، لہٰذا یہ منگنی کی انگوٹھی اس کو پہنا دیں۔"

itsurdu.blogspot.com

صوفیہ اور گھر کے دوسرے افراد اس بے باک لڑکی کی بات سن کر حیران ہو گئے۔ وسیم کی والدہ نے خاصی سخت زبان استعمال کر کے اسے گھر سے باہر جانے کے لئے کہا مگر وہ لڑکی دھرنا مار کر ان کے لان میں بیٹھ گئی اور بولی:

"آپ جو مرضی کر لیں میں وسیم کو انگوٹھی پہنائے بغیر واپس نہیں جاؤں گی"۔

گھر والے اب حیران و پریشان تھے کہ کیا کریں۔ وہ لڑکی کی ظاہری حیثیت کی وجہ سے بھی مرعوب ہو گئے۔ اس کی بیش قیمت نئی کار ان کے چھوٹے سے پورچ میں کھڑی تھی اور اب وہ خود لان میں بچھی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔ گھر والوں نے اس کی منت سماجت بھی کی مگر وہ لڑکی ٹس سے مس نہ ہوئی اور اس نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے کہا: "میں نے کہہ دیا ہے جب تک وسیم آ نہیں جاتا میں نہیں جاؤں گی لہٰذا آپ کی یہ التجائیں وغیرہ سب فضول ہیں"۔

سہ پہر ہو رہی تھی۔ موسم نم آلود اور ہوا میں قدرے خنکی بڑھ گئی تھی وہ لڑکی بدستور لان ہی میں بیٹھی رہی جب کہ گھر والے اسے اس کے حال پر چھوڑ کے اپنے کمروں میں چلے گئے۔

اک لڑکی دیوانی سی

یہ اتفاق ہی تھا کہ اس شام وسیم اکرم خلاف معمول وقت سے پہلے گھر آ گیا۔ پورچ میں ایک نئی نویلی کار کو دیکھ کر اس نے سوچا شاید اس کے والد کے کوئی دوست ان سے ملنے آئے ہیں۔ کار سے اترتے ہوئے اس نے سرسری انداز میں لان میں بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف بھی دیکھا تھا اور

پھر کار کی ڈکی کھول کر اپنی کٹ باہر نکال کر کر اندر جانے لگا۔اسی اثناء میں وہ لڑکی وسیم اکرم کے پاس آگئی اور آتے ہی بے باکی سے ہاتھ ملانے کے لئے ہاتھ آگے بڑھادیا۔

وسیم اکرم نے حیرانی کے ساتھ اس کی طرف دیکھا ’’میں نے آپ کو پہچانا نہیں‘‘؟اس نے لڑکی کے ہاتھ کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

لڑکی نے اپنا نام بتایا اور بولی ’’میں آپ کی پرستار ہوں۔آپ سے کچھ باتیں کرنے آئی ہوں۔‘‘

وسیم اکرم کے لئے یہ پہلا اتفاق تھا کہ کوئی لڑکی اس کے گھر میں اسے ملنے آئی تھی لہٰذا اسے اس کی آمد ناگوار گزری۔اس نے پوچھا:

’’آپ اکیلی لان میں بیٹھی ہیں۔کیا ہمارے گھر والوں کو معلوم نہیں ہے کہ آپ یہاں آئی ہوئی ہیں‘‘۔

’’سب کو خبر ہے‘‘۔لڑکی مسکرائی۔’’مگر وہ مجھے اکیلا چھوڑ کر اندر چلے گئے ہیں۔حالانکہ گھر آئے ہوئے مہمان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا‘‘۔

’’یہ کار آپ کی ہے‘‘؟وسیم نے پوچھا۔

’’جی میری ہی ہے۔میں دو تین گھنٹے سے آپ کا انتظار کر رہی ہوں‘‘

جاری ہے

قسط نمبر 9

وسیم اکرم لڑکی کے لباس اور گفتگو سے اس کے امیرانہ ٹھاٹ باٹ کا اندازہ کر چکا تھا۔ لہٰذا اس نے پوچھا:

”فرمایئے! میرا انتظار کیوں کر رہی تھیں“؟

لڑکی نے جھٹ سے اپنے پرس سے ہیرے کی ایک انگوٹھی نکالی اور بے باکی کے ساتھ بولی۔ ”میں آپ کو یہ انگوٹھی پہنانے آئی ہوں“۔

”مگر کیوں“؟ وسیم اکرم حیران ہی رہ گیا۔ اسی لمحہ اس کی والدہ اور گھر کے دوسرے افراد بھی پورچ میں آ گئے۔

”میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں اور یہ انگوٹھی منگنی کے لئے آپ کو پہنانے آئی ہوں“۔

وسیم اکرم لڑکی کی بات سن کر تپ اٹھا۔ ”آپ کا دماغ تو ٹھیک ہے“۔

مگر لڑکی اس کے غصے کو خاطر میں لائے بغیر بولی:

”وسیم! میں آپ کو پسند کرتی ہوں۔ میری ممی اور میرے ڈیڈی نے مجھے خود بھیجا ہے کہ آپ کو پروپوز کرنے کے بعد یہ انگوٹھی پہنا دوں“۔

وسیم اکرنے لڑکی کی اس جسارت پر بے نقط سناڈالیں مگر وہ بھی اپنی ضد کی پکی تھی۔ بالآخر وسیم نے اپنے غصہ پر قابو پاتے ہوئے اسے معقول انداز میں کہا: اس وقت آپ اپنے گھر جائیے اور اپنا ٹیلی فون نمبر مجھے دے جائیں۔ میں آپ کے ممی ڈیڈی سے خود بات کروں گا۔ اگر انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا تو میں اس بارے میں سوچوں گا"۔ بالآخر ایک گھنٹے کی بحث اور منت سماجت کے بعد لڑکی چلی گئی۔

اس رات صوفیہ، ندیم اور نعیم نے وسیم اکرم کو خوب تنگ کیا اور بنار باریہی پوچھتے رہے کہ اب وہ کیا کرے گا۔ رات کو وسیم نے لڑکی کے باپ کو فون کیا۔ اس کے والد ملک کے ایک بڑے صنعتکار تھے انہوں نے وسیم اکرم کی زبانی اپنی بیٹی کا قصہ سنا تو وہ بیچارے بلک پڑے اور کہنے لگے:

وسیم بیٹے! ہماری ایک ہی بیٹی ہے، ہمارے لاڈ پیار نے اسے بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ تم سے بے حد پیار کرتی ہے۔ یہ دیوانی ہو گئی ہے۔ اس نے اپنا کمرہ تمہاری تصویروں سے بھر رکھا ہے اور ہر وقت تمہارے ہی بارے میں باتیں کرتی رہتی ہے۔ میں خود تم لوگوں سے ملنے والا تھا مگر اس دیوانی نے ہمیں موقع ہی نہیں دیا اور خود ہی آپ لوگوں کے گھر پہنچ گئی۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔ مگر تم سے درخواست ہے کہ اس بارے میں غور ضرور کرو"۔

لڑکی کے والد نے وسیم اکرم کو اپنی دولت اور جاہ چشمت کے بارے میں آگاہ کیا اور کہا: "وسیم بیٹے! میری بیٹی ہی میری کل کائنات ہے۔ میرا سب کچھ اس کے لئے ہے۔ اگر تم اس سے شادی کرلو تو یہ سب کچھ تمہارا ہی ہوگا"۔ مگر وسیم اکرم نے ان سے معذرت کرلی۔

وسیم اکرم کو یہ معلوم تھا کہ بعض بڑے گھرانوں کی لڑکیاں نوجوان کرکٹرز اور اداکاروں کے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔ انہیں اپنی دولت سے مرعوب کرتی ہیں، بہت سوں کو تو وہ دام فریب میں پھانس بھی لیتی ہیں مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان سے بچ نکلتے ہیں۔ وسیم اکرم کی خوش قسمتی تھی کہ وہ زندگی کے پہلے ہی اسکینڈل سے اپنا پہلو بچا کر نکل گیا تھا۔ تقدیر نے خود ہی اس کے بچاؤ کا ایک راستہ کھول دیا تھا۔ اگلے چند ہفتوں بعد وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکا تھا للہذا وہ انگلینڈ چلا گیا اور لنکا شائر کی جانب سے کاؤنٹی سیزن کھیلنے لگ پڑا۔

مہربان ہما

لنکا شائر میں وسیم اکرم ایک ایسا معجزاتی کھلاڑی مشہور ہو چکا تھا جو ہمیشہ اس وقت کھیل کا پانسہ پلٹ دیتا تھا جب ٹیم شدید دباؤ سے دوچار ہو چکی ہوتی تھی۔ لنکا شائر تو ویسے بھی اس کی مرہون منت تھی کیونکہ اس کی شمولیت کے باعث ہی تو اس نے انیس سال بعد پہلی مرتبہ سنڈے لیگ کا ٹائٹل جیتا تھا۔ وسیم اکرم نے چیمپئن شپ کے گیارہ میچوں میں پچاس سے زیادہ وکٹیں حاصل کر کے میلکم مارشل اور ایلن ڈونالڈ کو مات دے دی۔

لنکا شائر نے اپنی جیت کی خوشی میں لندن کے ایک بڑے ہوٹل میں عشائیہ دیا تھا۔ ہوٹل کا ہال مہمانوں سے بھرا ہوا تھا مگر وسیم اکرم خالصتاً انگریزی ماحول کی اس کاک ٹیل تقریب سے لاتعلق ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا تھا۔ اس کی کاؤنٹی کے ساتھی بخوبی جانتے تھے کہ وسیم اکرم اس موقع پر ان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اس زمانے میں وہ شراب پینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا للہذا اس نے تقریب میں رسمی طور پر شامل رہنے کے لئے جوس کا گلاس منگوایا اور چسکیاں

لے کر پینے لگا۔ وہ اپنے مستقبل کے بارے میں کچھ باتوں پر غور کر رہا تھا جب ایک لڑکی اس کے قریب آئی اور اردو میں اس سے مخاطب ہوئی۔

"کیا میں کچھ دیر کے لئے آپ کے پاس بیٹھ سکتی ہوں"۔

ایک تو دیار غیر اور اوپر سے ایک ایسی کاک ٹیک پارٹی میں اردو سپیکنگ۔ وسیم اکرم نے بے یقینی کے عالم میں لڑکی کی طرف دیکھا۔ دبلی پتلی، دراز قامت، چمکتی اور پر اعتماد آنکھوں والی لڑکی نے ہاتھ میں جوس کا گلاس تھام رکھا تھا۔ وسیم اکرم بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"آیئے بیٹھئے"۔

"میرا نام ہما ہے۔۔۔ میں یونیورسٹی کالج آف لندن میں پڑھتی ہوں"۔ اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ اپنا تعارف کرایا اور پھر چند ہی لمحے بعد ہما نے اپنی گفتگو کے سحر سے وسیم اکرم کو گویا ہپناٹائز کر لیا۔ وسیم اکرم کی کوئی سالوں کے بعد انگلستان کی سرزمین پر ایک مہربان سائبان مل گیا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے ہما سے ملانے کے لئے ہی تقدیر نے اُسے یہاں بھیجا تھا۔ ہما نے پاکستان میں نفسیات، انگلش لٹریچر اور یورپی تاریخ میں تعلیم حاصل کی تھی اور ان دنوں نفسیات کے شعبہ میں اعلیٰ مہارت حاصل کرن کے لئے یہاں تعلیم حاصل کرنے آئی تھی۔ اس کا طرز گفتگو اس کے ماہر نفسیات ہونے کی تصدیق کر رہا تھا۔ وسیم اکرم ایک ایسے ہی پر اعتماد جیون ساتھی کی تلاش میں تھا۔ لہٰذا جب تک وہ لندن میں رہا، ہما اور اس کی ملاقاتوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ کاؤنٹی سیزن کے بعد جب وہ پاکستان آیا تو اس نے آتے ہی اپنی لاڈلی بہن صوفیہ کو ہما کے بارے میں بتایا تو وہ خوشی سے پاگل ہو گئی۔ اس نے یہ بات اپنی دیدی اور

بھائیوں کو بتادی کہ بھائی کولڑکی پسند آگئی ہے۔جونہی ہما پاکستان آئے گی گھر والے اسے دیکھنے کے لئے کراچی جائیں گے۔

جاری ہے

itsurdu.blogspot.com

قسط نمبر 10

وسیم ان شارجہ

1989ء میں شارجہ کپ کا میدان سج رہا تھا۔ وسیم اکرم پوری فارم میں تھا۔ وہ تازہ تازہ کاؤنٹی کھیل کر آیا تھا ویسے بھی اس کے انگ انگ میں پہلی محبت نے توانائیاں بھر دی تھیں۔ اب اس کے بہانے سپنوں میں رنگ بھرنے والا بھی آ چکا تھا لہٰذا اس نے شارجہ کے م یدان میں کچھ کر گزرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس بار دنیائے کرکٹ کو یہ باور کرا دے گا کہ وہ ایک مکمل آل راؤنڈر ہے۔ شارجہ کپ کے لئے پاکستان، انڈیا اور ویسٹ انڈیز کی ٹیمیں کھیل رہی تھیں۔

پاکستان اور ویسٹ انڈیز کے درمیان جب میچ شروع ہوا تو خشک اور گرم موسم کی شدت میں بے پناہ اضافہ ہو چکا تھا۔ یہ موسیم وسیم کو بڑا راس آیا۔ ویسٹ انڈیز کے بلے باز پاکستان کو شکست سے دوچار کرنے کے لئے پاکستانی باؤلروں کی خوب دھلائی کر رہے تھے۔ پہلے تو وسیم اکرم کے تمام حربے ناکام ہوتے رہے مگر جونہی اس نے اپنی سوئنگ یارکروں کو استعمال کیا تو ویسٹ انڈیز کے تین مایہ ناز بلے باز اوپر تلے آؤٹ ہو گئے اور وسیم اکرم نے شاندار ہیٹ ٹرک کا اعزاز حاصل کر لیا۔ وہ دوسرا پاکستانی باؤلر تھا جس نے ہیٹ ٹرک کی تھی۔ اس سے پہلے جلال الدین نے آسٹریلیا کے خلاف ہیٹ ٹرک کی تھی۔ پہلی بال پر وسیم اکرم نے ڈوجون کو بولڈ کیا۔ اگلی گیند پر مارشل اور تیسری گیند پر کرٹلی امبروز کی وکٹیں اڑ گئی تھیں۔

شارجہ کپ کا فائنل بھارت اور پاکستان کے درمیان ہوا۔ تمام میچوں میں وسیم کی کارکردگی بہت اچھی تھی۔ ویسے بھی وہ اپنے آئیڈیل کپتان عمران خان کی زیر قیادت کھیل رہا تھا لہٰذا اس کے کھیل کا نکھر جانا بڑی عجیب بات نہیں تھی۔

فائنل کے روز وسیم اکرم بے حد خوش دکھائی دے رہا تھا کیونکہ اس روز ہما بھی شارجہ آئی ہوئی تھی۔ بھارت نے پہلے کھیلتے ہوئے پاکستان کو 274 رنز کا ٹارگٹ دیا تھا۔ عمران خان نے محسوس کیا کہ بھارت کو ہرانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اوورں میں تیز رفتار بلے بازوں کو بھیجا جائے لہٰذا اس نے وسیم اکرم کو ون ڈاؤن بھیج دیا۔ وسیم اکرم نے جاتے ہی بھارتی باؤلروں کی دھلائی شروع کر دی۔ اس نے صرف 22 بالوں پر چار چھکوں کی مدد سے 37 سکور بنائے اور جب وہ واپس پویلین میں آیا تو پاکستان کے سکور کی اوسط اطمینان بخش تھی۔

شارجہ کے بعد نہرو کپ میں بھی وسیم اکرم نے اسی جذبے اور جنون کی مدد سے پاکستانی ٹیم کو فتح دلوائی۔ 1989ء میں بھارت نے نہرو کپ کا انعقاد تو پوری دنیا کی ٹیسٹ کرکٹ کھیلنے والی ٹیموں نے اس میں شرکت کی۔ ابتدائی میچوں میں پاکستان کی کارکردگی زیادہ بہتر نہیں تھی البتہ چند پول میچ جیتنے کے بعد پاکستان بھارت کو شکست دے کر سیمی فائنل میں جا پہنچا۔ فائنل میں اس کا ٹکراؤ انگلینڈ کے ساتھ ہوا اور اسے شکست دے کر فائنل میں پاکستان کا ویسٹ انڈیز سے مقابلہ ہوا۔ یہ میچ کلکتہ کے ایڈن گارڈن اسٹیڈیم میں ہو رہا تھا۔ سارا ہجوم ویسٹ انڈیز کا حمایتی تھا۔ اسٹیڈیم پاکستانی ٹیم کے خلاف جنونی نعروں سے گونج رہا تھا۔ ویسٹ انڈیز

نے پہلے کھیلتے ہوئے 272 رنز کا ہدف دیا۔ عمران خان نے اس بار بھی آخری کھلاڑیوں کے ساتھ معجزہ دکھایا۔ میچ اپنے اختتام کے قریب تھا اور پاکستان کو میچ جیتنے کے لئے دو گیندوں پر چار رنز کی ضرورت تھی جب ووین رچرڈ اپنے ریگولر باؤلروں سے اوور کرانے کے بجائے خود باؤلنگ کرانے آگیا۔ اس نے چوتھی بال پر اکرم رضا کو آؤٹ کر دیا۔ اس کے بعد جب وسیم اکرم آیا تو صورت حال بڑی نازک ہو چکی تھی۔ باولنگ اینڈ عمرزان خان کھڑے تھے۔ وہ وسیم اکرم کے پاس گیا اور اسے سمجھایا۔

"بال کو سنبھال کر کھیلنا اور سٹرائیک کے لئے مجھے ادھر آنے دینا"۔ وسیم اکرم نے ہدایت ذہن نشین کر لی۔ عمران خان اس وقت پچپن کے سکور پر تھا لہٰذا اسے یقین تھا کہ وسیم اکرم نے سنگل سکور لے کر سٹرائیک انہیں دے دیا تو وہ بآسانی تین سکور بنا لے گا۔

وسیم اکرم کے لئے ویوین رچرڈ نئے باؤلر کی حیثیت دیکھتے تھے۔ اس سے قبل اس نے انہیں کبھی نہیں کھیلا تھا۔ بہر حال وہ ذہنی طور پر چوکس تھا۔ ویوین رچرڈ نے جونہی اپنی پانچویں بال پھینکی وسیم اکرم نے بال کو اپنے پیروں کے پاس گرتے ہوئے محسوس کیا اور بلے کو کسی لاٹھی کی طرح گھما دیا۔ دوسرے ہی لمحے بال اڑاتی ہوئی باؤنڈری پر کھڑے فیلڈر کے ہاتھوں کے اوپر سے ہوتی باہر جا گری اور اس شاندار چھکے کی بدولت پاکستان نے نہرو کپ جیت لیا۔

1989ء کا سیزن گھما گھمی لئے ہوا تھا۔ وسیم اکرم نے کاؤنٹی کے بعد شارجہ کپ اور اس کے بعد نہرو کپ کھیلا تھا۔ اب وہ واپس انگلینڈ جانا چاہتا تھا مگر جب اسے معلوم ہوا کہ بھارت کی

ٹیم پاکستان آ رہی ہے تو اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ بھارت اور پاکستان ایک عرصہ کے بعد چار ٹیسٹ میچوں کی سیریز کھیلنے والے تھے۔ اس بار پاکستان کرکٹ بورڈ نے تاریخ ساز فیصلہ کیا اور اس سیریز کے لئے غیر جانبدار امپائر مقرر کیئے۔ امپائر انگلینڈ سے بلوائے گئے تھے اور یہ پہلی سیریز تھی جو کسی ناخوشگوار واقعہ کے بغیر ختم ہو گئی۔ اس سے قبل امپائروں کے متنازعہ فیصلوں کی بدولت پاکستان کی انگلینڈ، ویسٹ انڈیز، بھارت اور سری لنکا کے ساتھ معاندانہ روش چل رہی تھی۔ اس سیریز میں وسیم اکرم نے 18 وکٹیں حاصل کیں۔ خاص طور پر ایک اننگ میں 5 وکٹیں حاصل کر کے اس نے اپنی بہترین باؤلنگ کا مظاہرہ دکھایا۔

1989ء کے آخر میں ہی پاکستان آسٹریلیا کیلیئے روانہ ہو گیا۔ عمران خان نے وسیم اکرم کو آسٹریلیا کے خلاف بھرپور استعمال کیا۔ جب پہلا ٹیسٹ ملبورن میں ہوا تو وسیم اکرم نے پہلے دن کے کھیل میں چھ آسٹریلوی بلے بازوں کو آؤٹ کر کے ان کی اننگ کے پرخچے اڑا دیے۔ اگلے روز کے کھیل تک آسٹریلیا کی ٹیم 107 سکور بنا کر آؤٹ ہو گئی۔ البتہ دوسری اننگ میں آسٹریلیا بھاری سکور بنانے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے پاکستان کو 480 رنز کا ہدف دیا۔ اس اننگ میں وسیم نے ایک بار پھر پانچ وکٹ لیے۔

پاکستان آسٹریلیا سے یہ ٹیسٹ جیت جاتا مگر جانبدار امپائروں نے پاکستانی بلے بازوں کو غلط آؤٹ دے کر ایک نئی روایت کا آغاز کیا۔ بہت عرصہ بعد پاکستان کو کھلاڑیوں کے بجائے امپائروں کی وجہ سے شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اس ٹیسٹ کی دوسری اننگ میں جب پاکستان کو جیتنے کے لئے صرف 90 سکور چاہیئے تھے، امپائروں نے چھ کھلاڑیوں کو غلط ایل

بی ڈبلیو قرار دے کر پویلین میں بھیج دیا۔ عمران خان ان غلط فیصلوں پر پیچ و تاب کھاتے رہے۔ مگر انہوں نے بڑی برداشت کے ساتھ ان غلط فیصلوں کو پی لیا۔

دوسرا ٹیسٹ ایڈیلیڈ میں تھا۔ عمران خان کو اس کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ وہ اس ٹیسٹ کے لئے غیر جابندار ایمپائروں کا مطالبہ کریں مگر عمران نے ان کا مشورہ قبول نہ کیا اور کہا:

''ہمیں ان کی غلط کاریوں پر رونا نہیں چاہیئے۔ اگر آسٹریلوی کھلاڑی اور ان کا کرکٹ بورڈ غلط طریقے سے اپنی ٹیم کو جتوانا چاہتے ہیں تو بے شک سارے ٹیسٹ جیت لیں مگر ساری دنیا کو ان کے کھیل کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ کیونکہ ٹی وی پر براہ راست میچ دیکھنے والوں کو ایمپائروں کے غلط فیصلوں کی پہچان ہو جاتی ہے''۔

''لیکن اس سے ہمارے کھلاڑیوں کے حوصلے ٹوٹ جائیں گے''۔ جاوید میاں داد نے کہا تو اس کے جواب میں وسیم اکرم نے کہا۔

''عمران بھائی ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ ہمیں اس صورتحال میں غیر جانبدار ایمپائروں کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر ہم نے ایک بار بھی یہ کہہ دیا تو ان کا پریس کہے گا پاکستان اپنی شکستوں کی خفت مٹانے کے لئے بہانے ڈھونڈ رہا ہے۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ اس ٹیسٹ کے بعد ہمارے کھلاڑیوں کا مورال بلند ہو گا''۔

دوسرے ٹیسٹ کا آغاز ہوا تو عمران خان نے وسیم اکرم پر ہی باؤلنگ کا انحصار کیا جس کے نتیجے میں وسیم نے پہلی اننگ میں پانچ وکٹ لیے۔ دوسری اننگ میں وسیم اکرم نے اپنی فطرت کے خلاف جارحانہ بیٹنگ کی۔ اسے جب بیٹنگ کے لئے بھیجا گیا تو پاکستان کے پانچ کھلاڑی صرف سو کے سکور پر آؤٹ ہو چکے تھے۔ پہلے پہل تو اس نے عمران خان کی ہدایات پر سنبھل کر کھیلنے کی کوشش کی مگر اس نے دیکھا کہ بے جان وکٹوں پر باؤلر کی دھلائی کی جا سکتی ہے تو اس کے جارحانہ اسٹروکس کے باعث سکوروں کی بارش ہونے لگی۔ ایک بار تو عمران خان نے اس قدر تیز رفتاری سے سکور بنانے پر اسے ڈانٹ بھی دیا اور کہا: "وسیم! تمہیں احتیاط کے ساتھ کھیلنے کی ضرورت ہے"۔

"عمران بھائی! آج مجھے کھل کر کھیلنے دیں"۔ وسیم اکرم نے اعتماد لہجے میں کہا۔ "میں اب سیٹ ہو چکا ہوں"۔

عمران خان دوسرے اینڈ پر تھے اور کافی دیر سے وکٹ سنبھالے ہوئے تھے انہوں نے سرزنش کے انداز میں کہا۔ "وسیم! تم مجھے اسٹرائیک اینڈ پر آنے دو"۔

وسیم اکرم نے جب دیکھا کہ عمران خان کا اس پر داؤ بڑھ رہا ہے تو اس نے کہا: "عمران بھائی! میں 60 سے اوپر سکور بنا چکا ہوں۔ صرف دو چار اوور مزید ٹھہر جائیں"۔

جاری ہے-

قسط نمبر 11

اس کے بعد عمران خان اس انتظار میں ہی رہے کہ کب وسیم اکرم اسے باؤلر کا سامنا کرنے کا موقع دیتا ہے۔ وسیم اکرم اس وقت دو دھاری تلوار بنا ہوا تھا۔ اس نے آسٹریلوی باؤلر کی تمام مہارتوں کو کاٹ کر رکھ دیا اور جب وہ 123 سکور بنا کر آؤٹ ہوا تو پاکستان کا مورال بلند ہو چکا تھا۔ اس کے بعد سلیم ملک جب بیٹنگ پر آیا تو اس نے بھی 77 رنز بنا لیے اور یوں پاکستان دوسرا ٹیسٹ جیتنے کے قابل ہو گیا۔ جب آسٹریلوی ٹیم بیٹنگ کرنے آئی تو جواباً اس کے بلے بازوں نے شروع میں نہایت تیزی کے ساتھ سکور بنانا شروع کیا مگر وقار اور مشتاق کی شاندار باؤلنگ کے باعث پانچ کھلاڑی آؤٹ ہو گئے لیکن بد قسمتی سے اس دوران بارش ہو گئی اور میچ ڈرا ہو گیا۔

وسیم اکرم کے کیرئر میں آسٹریلیا کے دورہ کے علاوہ ورلڈ سیریز کے میچوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔ اگرچہ پاکستان ورلڈ سیریز کے دونوں فائنل میچ ہار گیا تھا تاہم پہلے فائنل میں جب پاکستان کے پانچ کھلاڑی صرف 50 سکور پر آؤٹ ہو گئے تھے، وسیم اکرم نے چوکوں اور اونچے اور طویل ترین چھکوں کی مدد سے 86 سکور بنائے تھے۔ اس دورے کے بعد وسیم اکرم ، عمران خان، آئن بوتھم اور مچلنا دیو جیسے شہرہ آفاق آل راؤنڈر کھلاڑیوں کی صف میں کھڑا ہوا نظر آنے لگا تھا۔

آسٹریلیا کے دورہ کے بعد وسیم کی ران کا آپریشن ہوا تو اس نے کچھ عرصہ تک آرام کرنے کا فیصلہ کیا مگر عمران خان نے اسے شارجہ میں ہونے والے آسٹریلشیا کپ کے لئے بلا لیا۔ اس

بار شارجہ کا ہیرو وقار تھا جس نے میچوں میں 17 وکٹیں حاصل کی تھیں۔ تاہم وسیم اکرم کو شارجہ میں دوسری بار ہیٹ ٹرک کرنے کا موقع مل گیا۔ وقار اور وسیم کی بدولت ہی پاکستان نے آسٹریلشیا کپ جیت لیا اور اسے ایک میچ کا مین آف دی میچ قرار دیا گیا۔

1990ء میں جب نیوزی لینڈ نے پاکستان کا دورہ کیا تو اس بار جاوید میاں داد کو کپتان بنایا گیا۔ وسیم اکرم ران کا آپریشن کرانے کی وجہ سے ابھی تک فٹ نہیں تھا اور اس وجہ سے وہ کھیل بھی نہیں رہا تھا۔ جاوید میاں داد نے اسے بہت کہا کہ وہ ایک آدھ میچ کھیل لے مگر وسیم اکرم نے اپنے ان فٹ ہونے پر زور دیا۔ اس پر جاوید میاں داد نے پہلی بار اپنے جونیئر کھلاڑیوں کے سامنے یہ بات کہی:

"مجھے کپتان بنایا گیا ہے تو وسیم اکرم ان فٹ ہو گیا ہے مگر عمران کے کہنے پر شارجہ چلا گیا تھا۔ حالانکہ ابھی آپریشن بھی تازہ تازہ تھا۔ عمران خان نے بھی اس لیے شرکت کرنے سے انکار کر دیا ہے کہ وہ نیوزی لینڈ کی ٹیم سے نہیں کھیلیں گے"۔ جاوید میاں داد کا یہ کہنا کسی حد تک حقیقت پر مبنی تھا۔ کیونکہ وسیم اکرم انہی دنوں زیادہ ان فٹ ہو جاتا تھا جب عمران خان کی جگہ جاوید میاں داد کو کپتان بنایا جاتا تھا۔

نیوزی لینڈ کے بعد جونہی ویسٹ انڈیز کی ٹیم پاکستان آئی تو اس دوران وسیم اجکرم فٹ ہو چکا تھا۔ اس بار کپتان عمران خان تھے۔ ویسٹ انڈیز کے خلاف وہ پوری طرح فارم میں تھا اور اس نے 21 وکٹیں حاصل کیں۔ لاہور ٹیسٹ کے دوران وسیم اکرم نے پانچ گیندوں پر چار

کھلاڑیوں وآؤٹ کرکے کرکٹ کی ایک نئی تاریخ رقم کی تھی۔ بد قسمتی سے وہ ہیٹ ٹرک نہیں کر سکا تھا کیونکہ جب اس نے پہلی دو گیندوں پر لوگی اور ڈوجون کو آؤٹ کر دیا تو تیسری بال پر عمران خان نے امبروز کا آسان کیچ چھوڑ دیا تھا۔ لیکن اپنے چوتھی اور پانچویں بال پر اس نے امبروز اور کونٹی واش کو آؤٹ کر دیا تھا۔

1992ء کے ورلڈ کپ تک وسیم اکرم کاؤنٹی سیزن بھی کھیلتا رہا اور اس دوران اسے جب بھی پاکستان کی طرف سے کھیلنے کے لئے بلایا گیا وہ دوڑا دوڑا آتا رہا۔ پھر جب ورلڈ کپ کا انعقاد ہوا تو وسیم اکرم مکمل طور پر نہ صرف فٹ ہو چکا تھا بلکہ پوری طرح فارم میں تھا۔ ورلڈ کپ میں پاکستان کی کارکردگی کوئی اچھی نہیں تھی اور اسے فائنل تک رینگ رینگ کر پہنچنا پڑا۔ ورلڈ کپ کے دوران ہی رمضان المبارک کا مہینہ آگیا تو تمام کھلاڑیوں نے ایک دوسر کے کے ساتھ اختلاف ختم کرنے کا وعدہ کیا اور باقاعدگی کے ساتھ نماز ادا کرنا شروع کر دی۔ جاوید میاں داد امامت کراتا تھا۔ نماز کے بعد سبھی کھلاڑی اپنی فتح کے لئے نہایت خشوع و خشوع کے ساتھ دعائیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قبول کر لیں اور یوں پاکستان دنیائے کرکٹ کا فاتح بن گیا۔ یہ فتح پاکستان کے لئے جہاں نہایت یادگار تھی وہاں کھلاڑیوں کے دلوں میں ایک بار پھر کدورتیں جنم لینے لگی تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب عمران خان نے ورلڈ کپ وصول کرتے ہوئے اپنے جذبات کا فی البدیہہ اظہار کیا تو اس نے جوش جذبات میں بہہ کھلاڑیوں کو انتھک محنت کا ذکر تک نہ کیا بلکہ اپنے کینسر ہسپتال کے بارے میں ہی اظہار خیال

کیا۔اس لمحے تمام کھلاڑی سر شاری کے عالم میں تھے۔انہیں عمران خان کی یہ باتیں ناگوار نہ گزریں مگر اگلے ہی روز ٹیم کے بعض پرانے کھلاڑیوں نے کہنا شروع کر دیا۔

"عمران خان ایک مغرور شخص ہے۔اس نے ہمارے بارے میں ایک لفظ ادا نہیں کیا بلکہ اپنی گڈول بنانے کے لئے اپنے ہسپتال کو کیش کرالیا ہے۔"

وسیم اکرم کو جب معلوم ہوا کہ سینئر کھلاڑی عمران خان کے بارے میں ایک بار پھر محاذ گرم کر رہے ہیں تو اس نے جاوید میاں داد سے گلہ کیا اور کہا" جاوید بھائی! آپ ہمارے امام رہ چکے ہیں۔آپ نے فتح کی دعائیں مانگی تھیں اور ایک دوسرے کے خلاف ایک لفظ بھی ادا نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔مگر یہ باتیں پھر جنم لے رہی ہیں"۔

جاوید میاں داد نے وسیم اکرم کو کافی سمجھانے کی کوشش کی کہ عمران خان کا رویہ غلط تھا مگر وسیم اکرم نے اس کی بات کا یقین نہ کیا جس کی وجہ سے وسیم کے دل میں میاں داد کے لئے گرہ پڑ گئی۔

حالات یہ رخ اختیار کر گئے کہ عمران خان نے ورلڈکپ کے بعد ریٹائر منٹ لے لی تو جاوید میاں داد کو کپتان بنا دیا گیا۔ حسیب احسن منیجر تھے۔میاں داد کی سکر دگی میں ہی پاکستان نے انگلینڈ کا دورہ کیا۔انگلینڈ کی ٹیم ورلڈکپ کے فائنل میں پاکستان سے شکست کے زخم چاٹ رہی تھی۔اب پاکستان ایک بار پھر ان کے مقابل کھڑا تھا۔اس بار یہ سیزن پکستان کے حق میں اس لیے بہتر نہ رہا کہ انگریز پریس نے اپنے کھلاڑیوں کی بے جا حمایت کی اور پاکستان کے

خلاف بال ٹمپرنگ کا شوشہ چھوڑ دیا۔نہ صرف یہ بلکہ انگلینڈ ٹیم کے سینئر کھلاڑیوں ،لیمب، بو تھم اور اسٹورٹ اخبارات کو مرچ مصالحہ لگا کر کہتے رہے کہ پاکستانی باؤلر نئی گیند کو خراب کر کے ریورس سوئنگ کرتے ہیں۔پاکستان کے لئے یہ دورہ انتہائی مشکل تھا مگر وقار اور وسیم نے انگلینڈ کے کھلاڑیوں کی دھجیاں اڑا دیں اور پاکستان نے ایک بار پھر یادگار فتح حاصل کر لی۔

انگلینڈ کے دورے کے دوران ہی عاقب جاوید اور ایمپائر رائے پامر کے درمیان جھگڑا ہو گیا تھا اور جاوید میاں داد اور عاقب دونوں نے ایمپائر کی کھلی جانبداری پر گراؤنڈ میں ہیر د عمل ظاہر کیا جس پر عاقب جاوید کو جرمانہ کر دیا گیا۔جاوید میاں داد نے تو بحیثیت کپتان بے حد جذباتی رد عمل ظاہر کیا تھا۔

وسیم اکرم نے اس نازک مرحلے میں جاوید میاں داد کو نارمل رویہ اختیار کرنے کا مشورہ دیا اور کہا:

”جاوید بھائی آپ کو ہر گز ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ایمپائر نے فیصلہ غلط کیا ہے یا درست یہ اس کا صوابدیدی اختیار ہے۔اس وقت یہ ہی گراؤنڈ میں واحد جج ہوتا ہے۔اگر اس کے ساتھ کھلاڑی کا رویہ معتدل اور فرمانبرداری پر مبنی نہ ہو تو ایمپائرنگ نہیں ہو سکتی۔آپ تو کپتان ہیں اس معاملے میں آپ کو صلح جو کا کردار ادا کرنا چاہئے تھا نہ کہ آپ جھگڑے کو اور بڑھاتے۔آپ نے دیکھا کہ انگلش پریس جو پہلے ہی ہمارے خلاف ہے۔آپ کے رویہ کی وجہ سے اور بپھر گیا ہے“۔

بعد میں جب جاوید میاں داد نے ان خطوط پر سوچا تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور اگلے میچوں میں اس نے نہایت صبر و ضبط کا مظاہرہ دکھایا حالانکہ ان میچوں کے دوران بھی انگریز ایمپائروں اور کھلاڑیوں کا رویہ نہایت برا تھا۔

جاری ہے۔

قسط نمبر 12

بغاوت ہو گئی

انگلینڈ میں وسیم اکرم نے میاں داد کو ایسے ایسے کار آمد مشورے دیئے تھے کہ اس نے وسیم اکرم کو کہہ دیا کہ وہ اسے نائب کپتان بنانا چاہتا ہے۔ پھر دسمبر 1992ء میں پاکستان آسٹریلیا گیا جہاں اس کی کارکردگی صفر رہی پھر اسے نیوزی لینڈ جانا پڑا وہاں بھی پاکستان کا یہی حال رہا جس کے نتیجے میں بورڈ سے استدعا کی گئی کہ اسے کپتان نہ بنایا جائے کیونکہ ٹیم ممبران اسے خوش دلی سے قبول نہیں کر رہے مگر بورڈ نے اسے تسلی دی کہ اندر سے تمام کھلاڑی اس کے ساتھ ہیں۔ اس خوش فہمی میں مبتلا ہونے کے بعد کہ تمام کھلاڑی اس کے ساتھ ہیں وسیم ٹیم کو لے کر شارجہ چلا گیا۔ وسیم اکرم نے ٹیم کو سری لنکا اور زمبابوے سے لڑایا اور ٹرافی جیت لی۔ پاکستان سہ افریقی ون ڈے سیریز کھیلنے کے لئے جنوبی افریقہ پہنچا۔ کیپ ٹاؤن کی بدترین وکٹ پر جب پاکستان صرف 43 سکور پر آؤٹ ہو گیا تو وسیم اکرم کو بے حد دھچکا پہنچا۔ اس نے سوچا کہ اگلے میچوں میں اسے کھلاڑیوں کو اضافی پریکٹس کرانی چاہیئے۔ جب اس نے یہ تجویز پیش کی تو میاں داد اور اس کے ساتھیوں نے اس تجویز کو رد کر دیا۔

جنوبی افریقہ میں سہ فریقی سیریز کا فائنل ہار جانے کے بعد وسیم اکرم بہت پریشان تھا۔ وہ کھلاڑیوں پر بری طرح برس پڑا اور کہنے لگا۔

”تم لوگوں نے جان بوجھ کر فائنل ہارا ہے۔اس لیے کہ تم مجھے ناکام کپتان ثابت کرنا چاہتے تھے۔کیونکہ تم لوگوں نے میری کپتانی کو دل سے قبول نہیں کیا“۔

وقار یونس جس کی وسیم اکرم سے دانٹ کاٹی روٹی کے مصداق دوستی و محبت تھی۔وہ پہلا شخص تھا جو اس کے خلاف بولنے پر آمادہ ہو گیا۔اس نے کہا:

”وسیم! تم اپنی ناکامیوں کا ذمہ دار ہمیں کیوں ٹھہراتے ہو، پہلے اپنی خامیوں کا اعتراف کرو پھر ہم لوگوں پر برسنا“۔

وسیم اکرم نے وقار یونس کے تیور دیکھ کر اندازہ کر لیا تھا کہ باقی کھلاڑیوں بھی اس کے سخت رویہ پر پیچ وتاب کھا رہے ہیں۔اس وقت وہ خود بھی جذباتی ہو رہا تھا۔اس نے کوئی مصلحت جانے بغیر کہا:

”تم لوگ ابھی نئے نئے ہو تمہیں نہیں معلوم کہ اپنے سینئرز کے ساتھ کیسے بات کرنی چاہیئے میں کپتان ہوں اور تمہیں میری پلاننگ کے مطابق عمل کرنا چاہیئے تھا“۔

”ساری ٹیم میں اگر چار پانچ لوگ جونیئر ہیں تو آپ سے بھی کچھ سینئرز موجود ہیں۔پہلے تم ان کا لحاظ کرو۔ان س ادب کے ساتھ بات کرو۔ پھر ہم سے کچھ کہنا“۔وقار نے جواباً حملہ کیا۔

”میں جانتا ہوں تمہیں کیا چیز بے چین کر رہی ہے وکی! تم لوگ میرے خلاف سازشیں کر رہے ہو میں جانتا ہوں۔ تمہیں میرے خلاف کون اکسا رہا ہے“۔

وسیم اکرم نیا نیا کپتان تھا اور انتظامی معاملے میں بالکل زیرو تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے باغی کھلاڑیوں کو کیسے قابو کرنا ہے۔ اس کا اعتراف بعد میں وہ خود بھی کرتا رہا کہ کپتانی کے پہلے دور میں اگر اسے مصلحت پسند اور منافقانہ طرز سلوک سے آگہی ہوتی تو ٹیم ممبران کو قابو میں کرنا اس کے لیے چنداں دشوار نہ ہوتا۔

وسیم اکرم شاید ٹیم کے بگڑے ہوئے ساتھیوں کے ساتھ تعلقات بہتر بنا لیتا مگر اسے موقع ہی نہ مل سکا۔ وطن واپس آنے کے بعد اسے ویسٹ انڈیز جانا تھا۔ اس دور میں وقار یونس کو اس کا نائب بنا دیا گیا جبکہ جاوید میانداد ایک عام ٹیم ممبر کے طور پر ساتھ جا رہا تھا۔ ویسٹ انڈیز میں پانچ ون ڈے انٹرنیشنل اور تین ٹیسٹ میچ کھیلنے تھے۔ یہ دورہ وسیم اکرم کے لئے کڑا امتحان ثابت ہو سکتا تھا لہٰذا وسیم اکرم اس دورے پر جاتے ہوئے سخت گھبرایا ہوا تھا۔

کہتے ہیں جب کسی غریب پر مصیبت آتی ہے تو بے حساب آتی ہے۔ وسیم اکرم کے ساتھ بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔ اس ادل وحشت سے بھر گیا پہلے تو اس نے اپنے آپ کو قائل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی کہ ویسٹ انڈیز نہ جائے مگر بورڈ نے اسے تسلی دے کر بھیجا تھا کہ تمام کھلاڑی اس کے ساتھ ہیں۔ اس کے باوجود وہ مطمئن نہیں تھا۔ ذہنی پریشانی کی وجہ سے وسیم اکرم کی اپنی باؤلنگ بھی متاثر ہو رہی تھی اور بیٹنگ بھی۔ اس پر ذمہ داریوں کا دوہرا تہرا دباؤ تھا۔ اس کے باوجود پانچ ون ڈے میچوں کی سیریز میں سے وہ ویسٹ انڈیز اور وہ پاکستان نے جیت لیے تھے۔ ایک میچ مکمل نہ ہو سکا تھا۔ اس دوران ٹیم کے تین کھلاڑی عاقب جاوید، مشتاق احمد اور عامر سہیل زخمی ہو گئے تھے اور اس بات کا خدشہ لاحق ہو گیا کہ ان اہم

کھلاڑیوں کی عدم موجودگی میں ٹیسٹ کے نتائج مثبت نہ نکلیں۔ جاوید میاں داد سے بھی سکور نہیں ہو رہا تھا۔ گویا پاکستان کی بیٹنگ، باؤلنگ اور فیلڈنگ بری طرح متاثر ہو رہی تھی۔

کپتانی کانٹوں کی سیج

انہی دنوں وسیم اکرم کو ایک اور ذہنی دھچکا تھا۔ یہوا یوں کہ پہلا ٹیسٹ میچ جو 16 اپریل 1993ء کو پورٹ آف اسپین میں کھیلا جارہا تھا، اس سے پہلے ایک تین روزہ سائیڈ میچ کھیلنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ میچ گرنیڈا میں کھیلا جانا تھا۔ اس روز وسیم اکرم نے وقار یونس، عاقب جاوید اور مشتاق احمد کے ساتھ ساحل سمندر پر جانے کا پروگرام بنایا۔ گرنیڈا کا یہ ساحل فطرت کی خوبصورت رعنائیوں کا مظہر ہے۔ اس کی شامیں بڑی سہانی ہوتی ہیں۔ وسیم اکرم ایک ایسی شام اپنے ان دوستوں کے ساتھ گزارنا چاہ رہا تھا جو اندر سے شاید اب اس کے اپنے نہیں رہے تھے۔ اس نے موقع غنیمت جان کر کدورتیں ختم کرنے کا بہترین موقع تلاش کیا۔ یہی سوچ کر دہ ساحل سمندر پر لطف اندوز ہونے کے لئے جا رہے تھے۔ عاقب جاوید اور مشتاق احمد نے کھانے کا کچھ سامان بھی ساتھ لے لیا تھا۔ پاکستانی ٹیم کا یہ باؤلنگ سکواڈ سمندر کے کنارے بیٹھ کر اپنی اپنی غلطیوں کا اعتراف کر رہا تھا اور آئندہ کے لئے عہد و پیمان کر رہا تھا کہ اتنے میں دو خواتین نے کھلاڑیوں کو پکنک مناتے ہوئے دیکھا تو وہ ان کے ساتھ باتیں رنے لگ پڑیں۔ ایک کا نام جون کفلین اور دوسری سوسن راس تھی۔ ان کا تعلق برطانیہ سے تھا سیاحت کیلئے گرینڈا آئی تھیں۔ اسی اثناء میں دو ہٹے کٹے پولیس والے بھی ادھر آ گئے۔ دونوں

وردی میں نہیں تھے لیکن انہوں نے وسیم اکرم اور دوسرے تینوں کھلاڑیوں سے نہایت تحکمانہ انداز میں اپنا تعارف کرایا اور انکشاف کیا۔

''ہم تم لوگوں کو گرفتار کرنے آئے ہیں''

''کیوں۔۔۔کس جرم میں''؟ وسیم اکرم ان کی بات سن کر حیران رہ گیا۔

''تم لوگ میری جوانا پی رہے تھے''۔پولیس والوں نے کہا۔ان میں سے ایک نے زمین پر پڑے ہوئے چند موڑے تڑے سگریٹ انہیں دکھاتے ہوئے بتایا:

''تم لوگ یہ نشہ آور سگریٹ پی رہے تھے۔ساحل سمندر پر نشہ کرنا جرم ہے۔لہٰذا تمہیں گرفتار کیا جاتا ہے''۔

''یہ بالکل غلط ہے ہم میں سے کوئی بھی سگرٹ نہیں پیتا۔نشہ آور سگریٹ پینا تو دور کی بات ہے''۔عاقب جاوید نے بڑے مہذب طریقے سے انہی قائل کرنا چاہا۔

''بعد میں سبھی ایسا کہتے ہیں۔تم لوگ پولیس اسٹیشن چلو''۔پولیس والوں نے درشت لہجے میں کہا۔

''کیا تمہیں معلوم نہیں ہم کون ہیں''؟ وقار یونس نے غصے سے کہا۔

”تم جو کوئی بھی ہو۔ ہمیں اس سے غرض نہیں۔ ہم صرف یہ جانتے ہیں کہ تم نشہ کر رہے تھے
؟“ سپاہیوں نے انہیں گویا دھتکار کر کہا۔

جاری ہے

itsurdu.blogspot.com

قسط نمبر 13

''ہم آپ کے مہمان ہیں اور میں پاکستانی ٹیم کا کپتان وسیم اکرم ہوں۔ یہ نائب کپتان وقار یونس ہیں اور یہ ہمارے دونوں باؤلر ساتھ ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے سگریٹ نہیں پیئے۔ اگر آپ کو پھر بھی یقین نہیں آرہا تو آپ ہمارے منہ سونگھ کر دیکھ لیں۔ شاید آپ کو یقین آجائے''۔ وسیم اکرم نے انہیں قائل کرنے کی آخری کوشش کی۔ وہ دونوں خواتین بھی وہاں کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھیں۔

''آپ ان معزز خواتین سے بھی پوچھ سکتے ہیں''۔

''ہم یہاں آپ کی کوئی بات نہیں سنیں گے مسٹر کپتان! جو بھی کہنا ہے پولیس اسٹیشن پر جا کر کہنا''۔ پولیس والے نجانے کون سا بدلہ چکانا چاہتے تھے۔

انہوں نے پاکستانی ٹیم کے چاروں کھلاڑیوں کو نہایت غیر مہذب طریقے سے تھانے میں لے جا کر نہ صرف بے عزت کیا بلکہ ان کے ساتھ تھرڈ کلاس مجرموں جیسا سلوک بھی کیا۔ انہیں پانچ گھنٹے تک ایک بینچ پر بٹھائے رکھا اور ساری دنیا کو یہ تماشا دکھانے کے لیے پریس کو مدعو کر لیا۔ پاکستانی کھلایوں کے ساتھ یہ ذلت آمیز سلوک اس حد تک بڑھا دیا گیا کہ جو بھی پولیس والا ان کے سامنے سے گزرتا انہیں طنز کرتا ہوا جاتا۔ خاص طور پر وسیم اکرم کو یہ کہہ کر چھیڑتا:

''ہیلو پاکستان ! میری جوانا کے کتنے سگریٹ پیے ہیں''۔

قومی ٹیم کے یہ کھلاڑی خون کے گھونٹ پیتے رہے۔ وقار یونس اور عاقب جاوید کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ گرنیڈ کی پولیس کا خون پی جاتے۔ ادھر یہ کھلاڑی تھانے میں بیٹھے ذلت و رسوائی کا تماشا بنے ہوئے تھے اور ادھر ٹیم کے منیجر خالد محمود انہیں باعزت چھڑوانے کے لیے بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ پولیس ان کی بات نہیں سن رہی تھی۔ بالآخر خالد محمود نے پولیس کو دھمکی دی کہ وہ کھلاڑیوں کا فوری طور پر طبّی معائنہ کرائیں اور ان دو انگریز خواتین کو بطور گواہ پیش کریں اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ جوابی کارروائی کریں گے۔

پولیس نے میڈیکل تو نہ کرایا۔ البتہ جب انھوں نے دونوں خواتین کو تلاش کر کے ان کا بیان حاصل کیا تو انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ انھوں نے کھلاڑیوں کو سگریٹ پیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس بیان کے بعد کھلاڑیوں کو رہا کر دیا گیا۔

گرنیڈا پولیس نے ایک ستم اور کیا کہ اس نے کھلاڑیوں پر قائم مقدمہ خارج نہیں کیا تھا بلکہ جب وہ ٹیسٹ میچ کے لئے گرنیڈا سے ٹرنیڈا کے لیے روانہ ہوئے تو تب اس مقدمہ سے گلو خلاصی ہوئی۔ اس نام نہاد مقدمے نے تمام کھلاڑیوں کو سخت ذہنی صدمہ پہنچایا تھا۔ لہٰذا ٹرنیڈا پہنچ کر ٹیسٹ سے پہلے ٹیم میٹنگ ہوئی تو جاوید میاں داد نے تجویز پیش کی کہ ہمیں یہ دورہ منسوخ کر دینا چاہیے۔

"اس کے علاوہ کوئی اور حل ہو سکتا ہے"۔وسیم اکرم ذہنی صدمے سے دوچار ہونے کے باوجود کوئی جذباتی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"یہ عزت اور غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم احتجاج کرتے ہوئے واپس پاکستان چلے جائیں۔اس کے علاوہ وہ مجھے کوئی اور باعزت حل نظر نہیں آتا"۔جاوید میاں داد نے دوٹوک بات کی۔

"نہیں ! اس طرح تو ملک کی بدنامی ہو گی"۔وسیم اکرم نے سمجھانا چاہا۔

"تو کیا ! ابھی کچھ کم بدنامی ہوئی ہے"۔وقار یونس بگڑ کر بولا۔"ہمارے ساتھ جو ذلت آمیز سلوک کیا گیا ہے۔کیا یہ کم ہے،میں جاوید بھائی کی تجویز کی تائید کرتا ہوں"۔

"آپ لوگ سمجھنے کی کوشش کریں۔آپ گرنیڈا پولیس کی غلطی کی سزا سارے ویسٹ انڈیز کو تو نہ دیں"۔وسیم اکم اپنے سابقہ تجربوں کے بع خاصا سنبھل چکا تھا۔لہٰذا اس نے غیر جذباتی طور پر معاملے کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"وسیم ! پولیس نے ہمیں غلطی سے نہیں پکڑا بلکہ یہ یک سازش تھی۔پولیس کی ہٹ دھرمی سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ اسے اوپر سے احکام ملے ہیں۔ورنہ کوئی بھی ملک کسی دوسرے ملک کے کھلاڑیوں پر اس طرح ہاتھ نہیں ڈالتا۔یہ سارا ایک سوچی سمجھی اسکیم کا حصہ تھا"۔عاقب جاوید نے دلیل پیش کی۔

"یہ سازش ہے یا کچھ اور۔۔۔ بہر حال میں دورہ منسوخ نہیں کروں گا"۔ وسیم اکرم نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔ "اگر ویسٹ انڈیز نے کسی خون کے تحت ہمیں ذہنی دباؤ کا شکار کرنا چاہا ہے تو ہم دباؤ کا شکار ہر گز نہیں ہوں گے بلکہ اپنے کھیل اور رویہ سے ثابت کریں گے کہ پاکستانی ٹیم کو اوچھے ہتھکنڈوں سے ڈرایا نہیں جا سکتا"۔

وسیم اکرم کے اس فیصلہ کو بورڈ کی بھی حمایت حاصل ہو گئی مگر کھلاڑیوں نے دل برداشتہ انداز میں کرکٹ کھیلی جس کی وجہ سے پاکستان ٹرنیڈا ٹیسٹ میں 204 رنز سے ہار گیا اور بار باڈاس ٹیسٹ میں 10 وکٹوں سے شکست ہوئی۔

اس واقعہ کی بازگشت پوری دنیا میں سنی گئی اور پاکستانی کھلاڑیوں پر خوب کیچڑ اچھالی گئی۔ وسیم کی مخالف لابی نے اس پر بے شمار الزام لگائے اور کھلاڑیوں کے قریبی حلقوں نے یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ زیادہ تر نوجوان کرکٹر نشہ کرتے ہیں۔ نجی محفلوں میں صرف لڑکیوں کو پھانسنے کے طریقے سوچتے اور شراب چرس اور افیون رغبت سے پیتے ہیں۔ بیرون ملک ہوں تو کسینو، ڈسکو اور نائٹ کلبوں میں جاتے اور لڑکیوں سے ڈیٹس مارتے پھرتے ہیں۔ ان یمس اخلاقی معیار نہیں ہے مگر سابق کرکٹر سرفراز نواز نے اس واقعہ پر 9 مئی 1993ء کو لاہور میں پریس کانفرنس کی اور انکشاف کیا کہ پاکستانی کھلاڑی سگریٹ تک نہیں پیتے تو وہ چرس کس طرح پی سکتے ہیں؟ یہ پاکستان کو بدنام کرنے کی سازش تھی جس میں جوا مافیا کا ہاتھ ہے اور اس سازش میں جاوید میاں داد بھی شامل ہے۔ سرفراز نواز نے کہا کہ ویسٹ انڈیز میں بھارت کے جواری راج باگڑی، انتونی کمار، عبدالرحمٰن، بخاطر اور جاوید میاں داد پر مشتمل جوا مافیا نے

کھلاڑیوں کو چرس سکینڈل میں ملوث کیا۔انہوں نے کہا کہ جہاں سے کھلاڑیوں کو پکڑا گیا سمندر کا وہ حصہ ہوٹل کا حصہ ہے اور یہ سازش جوا مافیا نے تیار کی۔ جس میں اندر کا شخص ہی منصوبہ میں شامل ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جاوید میاں داد ہی ہو سکتا ہے۔

جاری ہے

قسط نمبر 14

سرفراز نواز نے اس سے قبل بھی میاں داد اور بخاطر پر جوئے کے الزامات عائد کئے تھے جس پر دونوں نے اس کے خلاف مقدمہ کیا مگر میاں داد نے مقدمہ واپس لے لیا تھا۔

کرکٹرز کی غیر ذمہ دارانہ حرکات اور بیرون ملک سرگرمیوں کے حوالے سے راقم کی کرکٹر مشتاق احمد سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے بتایا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوجوان کرکٹرز بیرون ملک دورے پر ہوں تو کلبوں وغیرہ میں جاتے اور غیر ذمہ دارانہ حرکات کرتے تھے۔ مشتاق احمد جب سے اسلام کی طرف آئے ہیں ان کی کایا ہی پلٹ گئی ہے۔ وہ سعید انور کے ساتھ مل کر تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ خاص طور پر کرکٹرز کو اسلام کی طرف واپس لا رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک دن وسیم اکرم کو بھی اس طرف لے آئیں گے۔

ہیلو ہما

وسیم اکرم کے لیے کپتانی کانٹوں کی سیج بن گئی تھی۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اگلے ٹیسٹ سے پہلے ہی وہ کوئی فیصلہ کرلے گا کیونکہ وہ ایسا کھلاڑی نہیں تھا جو اپنی اصل شناخت کو کھو کر کپتانی کی کرسی سے چمٹا رہتا۔ اس کی باؤلنگ اور بیٹنگ بری طرح متاثر ہو رہی تھی۔ عین ممکن تھا وہ دل برداشتہ ہو کر کپتانی چھوڑ دیتا کہ اسی شام جب وہ ہوٹل میں اپنے کمرے میں تنہا بیٹھا تھا، ہما کا فون آ گیا۔ وسیم اکرم کے پثرمردہ دل میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے ہما کو اپنی پریشانیوں سے آگاہ کیا اور کہا:

”ہیلو ہما! میں ان حالات میں کپتانی نہیں کر سکتا۔اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں“۔

ہماایک ماہر نفسیات اور بڑی پراعتماد لڑکی تھی۔اس نے سوچا اگر اس نے وسیم اکرم کو ڈپریشن سے نہ نکالا تو اس کا یہ غلط فیصلہ اس کے پیشہ ورانہ کیریئر کو تباہ کر دڈے گا۔اس نے وسیم اکرم سے کہا:۔

”وسیم! ترقی کے خواب دیکھنا بڑی آسان بات ہوتی ہے۔ باس کی کرسی کا اپنا ہی چارم ہوتا ہے مگر اس کی مشکلات کا کسی کو ادراک نہیں ہوتا۔ ذرا سوچو جب تم ایک کھلاڑی تھے تو اپنے کپتانوں کے بارے میں تمہارے کیا خیالات ہوا کرتے تھے۔ تم بھی یہی سوچتے تھے کہ ان کے بعض فیصلے غلط ہوتے ہیں۔اگر وہ یوں کرتے تو پاکستان جیت جاتا۔اگر وہ یوں نہ کرتے تو نتائج بہتر نکلتے“۔ہما نے بڑی ملائمت کے ساتھ سمجھایا۔”وسیم! یہی سب کچھ تمہارے جونیئر اور دوسرے ٹیم ممبران سوچ رہے ہوں گے۔ یاد رکھو وسیم! اب اگر تم نے کشتی بیچ منجدھار میں چھوڑ دی تو کرکٹ کی تاریخ تمہیں ایک بزدل کپتان کہے گی اور پھر تمہیں کبھی بھی کپتان نہیں بنایا جائے گا۔لہٰذا تمہیں چاہیئے کہ حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرو، خوب لڑو۔صادق جذبوں کے ساتھ محاذ پر ڈٹ جانے والے سپاہی دشمن کی پوری صف کو الٹ دیتے ہیں“۔

وسیم اکرم دم بخود ہما کی باتیں سنتا رہا۔اس کا ڈپریشن بہت حد تک دور ہو گیا تھا۔لہٰذا وہ چہکتے ہوئے بولا۔

”میری ڈاکٹر! مجھے یہ بتاؤ شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچی ہیں“۔

ہما سمجھ گئی کہ وسیم کا ذہن اعتدال پر آگیا ہے تو وہ بولی "ظاہر ہے ابھی کافی دیر ہے۔ اکتوبر میں شادی ہونے والی ہے تیاریاں ذرا آہستہ آہستہ ہی ہوں گی"۔

"لو بھئی۔۔۔ صرف چھ مہینے رہ گئے ہیں شادی میں اور تم کہہ رہی ہو ابھی دیر ہے۔۔۔ خدارا کوئی ایسا منتر پھونک دو کہ یہ چھ مہینے پل بھر میں کٹ جائیں تم ماہر نفسیات ہو، وقت کو ہپناٹائز کر دو کم بخت یہ گزر ہی نہیں رہا"۔

ہما نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگی "اگر وقت کو ہپناٹائز کر دیا تو پھر ایک جگہ ہی رک جائے گا۔ یہ چھ مہینے تو قیامت کی گھڑی بن جائیں گے"۔

وسیم اکرم اپنی ہونے والی بیوی کے جواب سے محظوظ ہوا اور کہنے لگا۔

"ہما تم جانتی ہو کہ اس وقت مجھے تمہاری شدید ضرورت ہے ایک تم ہی ہو جو میرے درد کو سمجھ رہی ہے۔۔۔ پلیز روزانہ مجھے فون کرنا۔ یا پھر ایسا ہے کہ میں خود تمہیں فون کیا کروں گا"۔

"ٹھیک ہے!" ہما چہک کر بولی۔ "جب بھی تم پریشان ہوا کرو مجھے فون کر لیا کرو"۔

"بہت اچھا میری ڈاکٹر" وسیم اکرم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ہما کے فون نے وسیم اکرم کو مسائل سے لڑنے کا حوصل بخش دیا تھا۔

جاری ہے

قسط نمبر 15

دھمکی

ویسٹ انڈیز کے دورے نے وسیم اکرم کو بہت سے گھاؤ دیئے تھ۔ خاص طور پر جونیئر کھلاڑیوں کا رویہ اس کے لیے نا قابل برداشت ہو گیا تھا۔ اسی دورے کے دوران جب اس نے ایک جونیئر کھلاڑی کو سگریٹ پینے سے منع کیا تو اس کے جواب نے وسیم کو بے حد مایوس کیا۔ اس کا دل ٹیم میں بد نظمی دیکھ کر خون کے آنسو رونے لگا۔ اسے اپنا وقت اچھی طرح یاد تھا کہ جب وہ ابھی نیا نیا قومی ٹیم میں شامل ہوا تھا تو اپنے سینئرز کا بے حد احترام کرتا تھا۔ ان دنوں جونیئر کھلاڑی سینئر کی عزت کرتے تھے اور ان کی موجودگی میں کسی قسم کی بے تکلفی کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ سیزن کے دوران سینئر اور جونیئر کھلاڑی سگریٹ تک نہیں پیتے تھے وہ شراب کا تو تصور بھی نہیں کر سکتے تھ۔ پوری ٹیم خاص ور پر عبدالحفیظ کاردار کے بعد عمران خان کی قیادت کے دوران نظم وضبط کا نمونہ پیش کرتی تھی مگر اب وہ کھلاڑی جنہیں ٹیم میں شامل ہوئے ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے تھے، نہ صرف سینئرز کے ساتھ بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے ہوئے نظر آتے تھے بلکہ نظم وضبط کے بھی پابند نہ رہے تھے۔ اپنے تجربات اور مثالی پس منظر کی وجہ وسیم نے اس کھلاڑی کو سگریٹ پینے سے منع کیا تھا مگر اس کا طنزیہ جواب سن کر اس کا ذہن ماؤف ہو گیا تھا۔ اس نے کہا تھا:

”میں سادہ سگریٹ پی رہا ہوں، اس میں میری جوانا نہیں بھری۔ ویسے بھی آپ کو میری پرائیویسی میں مخل نہیں ہونا چاہیے“۔

وسیم اکرم شاید اس بات کو برداشت کرلیتا مگر اس نے جس لہجے میں یہ طنز کیا تھا، اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے سخت لہجے میں کہا "تمہیں شرم آنی چاہیئے کہ کیا بات کررہے ہوں۔ میں تمہارا کپتان ہوں اور مجھے یہ حق حاصل ہے کہ تم لوگوں کو چھچھوری اور غیر صحت مند سرگرمیوں سے روکوں۔ اگر تم نے ڈسپلن توڑا تو میں تمہیں ٹیم سے آؤٹ کردوں گا"۔

"وسیم بھائی!" وہ ذرا اکڑ کر بولا۔ "آپ کتنے طاقتور کپتان ہیں کیا آپ کو ابھی تک اندازہ نہیں ہوا۔ اگر آپ اب بھی اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ کپتانی کا ہما آپ کے سر پر ہی بیٹھا رہے گا تو آپ بہت بڑی غلطی کررہے ہیں"۔

اس کھلاڑی کی باتوں سے باغی کھلاڑیوں کے ارادے مکمل طور پر ظاہر ہوگئے کیونکہ جونیئر کھلاڑی باغی گروہ کا سرکردہ فرد تھا۔

جادوگر

ویسٹ انڈیز کا دورہ ختم کرتے ہی وسیم اکرم نے انگلینڈ کی اڑان پکڑی اور اپنے فلیٹ میں جا کر ہی دم لیا۔ اس نے اپنی منتشر توانائیوں کو مجتمع کرنے کے لیے کئی ہفتے تک اپنا محاسبہ کیا۔ اس دوران ہما اس کی ذہنی پریشانیوں کو دور کرنے میں لگی رہی۔ اس دوران لنکا شائر نے اسے کاؤنٹی سیزن کے لیے تیار ہونے کا حکم جاری کیا تو ہما نے اسے ہمت دلاتے ہوئے کہا۔

"وسیم! تم اس وقت لنکا شائر کا بھی سرمایہ ہو تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ انگریز چڑھتے سورج کے پجاری ہوتے ہیں۔ یہاگر باہر کے کھلاڑیوں کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں تو اسے استعمال

بھی خوب کر کتے ہیں۔اس لیے تم اپنی پریشانیاں ایک طرف رکھ دو اور اپنے سنہری مستقبل کی خاطر لنکا شائر کے لیے بھرپور سیزن کھیلو"۔

وسیم اکرم کی بدقسمتی دیکھئے کہ وہ پاکستان کرکٹ ٹیم کا کپتان بنا تو اس کے برے دن شروع ہو گئے تھے۔وہ یہی سمجھا تھا کہ کپتان کی اضافی اور بھاری ذمہ داریاں اٹھانے سے اس کی باؤلنگ اور بیٹنگ متاثر ہوئی ہے۔لہٰذا اب وہ لنکا شائر کی طرف سے بطور کھلاڑی کھیلے گا تو اس کی ناکامیاں ایک بار پھر کامیابیوں میں بدل جائیں گی۔ لیکن یہ سیزن لنکا شائر کے لیے بھی اچھا نہ رہا تھا۔اس بار کاؤنٹی چیمپئن شپ میں لنکا شائر سب سے نیچے تھی اور سنڈے لیگ میں بھی وہ اوپر نہ ابھر سکی۔بینسن اینڈ ہیجز کپ کے فائنل میں وہ ڈربی شائر سے ہار گئی۔اس سے قبل اولڈ ٹریفورڈ میں بھی ڈربی شائر کے ساتھ ایک میچ ہوا تھا جس میں وسیم اکرم نے سنچری بنائی تھی۔اس روز لنکا شائر کے کپتان نیل فیئر برادر نے اپنی ٹیم کی فتح وسیم اکرم کے ہاتھ میں سونپ دی تھی اور کہا تھا۔

"وسیم اکرم! میری خواہش ہے کہ اس بار تم کوئی ایسا جادو جگا دو کہ بینسن اینڈ ہیجز کپ ہمارا ہو جائے۔اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ میچ جیت کر اپنی پوزیشن بہتر بنا لیں"۔

"میں کوشش کروں گا"۔وسیم اکرم نے کہا۔

"اگر ہم نہ جیت سکے تو میں استعفیٰ دے دوں گا"۔ نیل فیئر برادر نے مایوسی ظاہر کی۔

جاری ہے

قسط نمبر 16

”آپ دل نہیں چھوڑیں“۔وسیم اکرم نے کپتان کو حوصلہ دیا۔”ہماری بیٹنگ بہت اچھی رہی ہے،اگر باؤلنگ اور فیلڈنگ میں بھی کامیاب رہے تو یہ فتح ہماری ہو گی“۔

اس روز وسیم اکرم نے پہلی بار اپنا بھرم قائم رکھنے کے لئے بہت سی آیات قرآنی پڑھ ڈالی تھیں اور ساری اننگ کے دوران وہ کچھ نہ کچھ پڑھتا ہی رہا۔خاص طور پر باؤلنگ کرانے سے قبل جب وہ زیر لب کچھ پڑھتا تو کلوز کیمرے اس کی ہر حرکت کو محفوظ کرتے رہے۔اس روز یہ دھوم بھی مچ گئی کہ وسیم اکرم ایک جادو گر ہے جو کوئی منتر پڑھ کر باؤلنگ کراتا ہے۔اس روز اس نے ڈربی شائر کے پر خچے اڑا دیے تھے۔اتفاق سے اس روز موسم بھی بہت اچھا تھا۔لہٰذا وسیم نے ریورس سوئنگ کو خوب آزمایا اور 49 گیندوں پر صرف 11 رنز دے کر چھ کھلاڑیوں اور آؤٹ کر دیے تھے جس سے لنکا شائر باآسانی میچ جیت گئی۔مزے کی بات یہ ہے کہ ڈربی شائر والے وسیم اکرم کی ریورس سوئنگ پر بے حد حیرانی کا اظہار کرتے رہے اور بار بار امپائر کو بال کا معائنہ کرنے کے لیے کہتے بلکہ انہوں نے بال کے معائنہ کی بھی درخواست دی اور وسیم پر بال ٹمپرنگ کا الزام لگایا۔میچ کے دوران ایمپائر ہولڈر اور جارج شارپ بار بار گیند دیکھتے اور خود بھی وسیم کی باؤلنگ کا لطف اٹھاتے رہے۔لیکن بد قسمتی سے جب فائنل مقابلہ ہوا تو دونوں طرف کے کھلاڑیوں میں معاندانہ روش کھل کر سامنے آ گئی۔لنکا شائر والے اس بات پر خفا تھے کہ انہوں نے وسیم اکرم پر بال ٹمپرنگ کا الزام کیوں

لگایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فائنل سے ایک روز پہلے ہی دونوں طرف آگ بھڑکنے لگی اور جملے بازیاں اور طنزیہ نعرے عام ہو گئے۔

قتل کی دھمکی

یہ دوپہر کا وقت تھا۔ جب وسیم اکرم اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ لنچ کرنے کے لئے ہوٹل میں گیا ہوا تھا۔ اس وقت ڈربی شائر کے کھلاڑی بھی لنچ کر رہے تھے۔ اتفاق سے وسیم اکرم ڈربی شائر کے کرس ایڈم کی میز کے پاس سے گزرنے لگا تو اس نے وسیم اکرم پر پھبتی کسی تو وسیم اکرم رک کر اسے گھورنے لگا۔ جس پر کرس ایڈم پھول گیا اور کہنے لگا۔

"دیکھو! اب اگر تم نے ہمارے ساتھ بے ایمانی کی تو ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے"۔ کرس ایڈم وسیم اکرم کی ریورس سوئنگ تکنیک کو بے ایمانی کہہ رہا تھا۔

وسیم اکرم کو اس کی بات پر غصہ آ گیا۔ وہ اس کی میز کے قریب گیا اور کہنے لگا۔ "تم کیا کر لو گے"۔

کرس ایڈم اس وقت رول پر مکھن لگا رہا تھا، اس نے ہاتھ میں چھری پکڑی ہوئی تھی۔ بھپر کر بولا "میں تمہارا پیٹ پھاڑ دوں گا، تمہیں قتل کر دوں گا"۔

"تمہاری یہ جرات" وسیم اکرم اس کی طرف بڑھا "لو مارو چھری"۔

کرس ایڈم کے ساتھی بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔انھوں نے اس کے ہاتھ سے چھری چھین لی مگر وہ ان کے ہاتھ سے نکل کر وسیم اکرم کی طرف بڑھا اور پھر خود ہی رک گیا۔

"آؤ آگے آؤ، میں نے تمہیں اٹھا کر کھڑکی سے باہر نہ پھینک دیا تو کہنا"۔یہ کہہ کر وسیم اکرم اس کو مارنے کے لیے آگے بڑھا تو کرس کے ساتھی اسے پکڑ کر تیزی سے نیچے لے گئے۔

یہ وسیم اکرم کے ساتھ پیش آنے والا پہلا انوکھا واقعہ تھا جب ایک کھلاڑی نے اس کو باؤلنگ سے زچ ہو کر قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔یہ کوئی مذاق نہیں تھا۔اگر اس وقت کرس کے ساتھی اسے پکڑ کر نہ لے جاتے تو وسیم اکرم یقیناً اس کی پٹائی کر دیتا اور یوں کرکٹ کی دنیا میں ایک نئی روایت کا آغاز ہو جاتا۔

ادھر کرس ایڈم کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ اس نے وسیم اکرم کو چھیڑ کر بہت بڑی حماقت کی ہے اور وہ یقیناً اس سے بدلہ لے گا۔وہ جب اپنی اننگ کے دوران بیٹنگ کرنے آیا تو گھبرایا ہوا تھا۔اگرچہ وہ مکمل حفاظتی ساز و سامان کے ساتھ آیا تھا۔مگر ایک خوف سا اس کے چہرے سے مترشح ہو رہا تھا حالانکہ وسیم اکرم کے چہرے پر سکون ہی سکون تھا۔وہ جب اسے باؤلنگ کرانے آیا تو اس نے ایک تیز رفتار یارکر پھینکی مگر اتفاق سے بال یارکر کے بجائے فل ٹاس بن گئی۔خوفزدہ کرس ایڈم جھٹ سے نیچے بیٹھ گیا جس کے نتیجے میں تیز رفتار بال نے اس کے کندھے کا جوڑ ہلا دیا اور وہ گر کر تڑپنے لگا۔وسیم اکرم سیدھا اس کے پاس گیا اور معذرت کی۔اس پر کرس ایڈم غصے سے چلانے لگا۔

''تم نے جان بوجھ کر بیمر مارا ہے۔ تم نے بدلہ لیا ہے''۔

''میں نے بیمر نہیں مارا اور نہ ہی آج تک یہ کام کیا ہے۔ بہر حال غلطی تمہاری ہے کہ تم ایک دم نیچے بیٹھ گئے۔ حالانکہ یہ بال باؤلنسر بھی نہیں تھی''۔ وسیم اکرم نے دلیل دی مگر کرس ایڈم اور اس کے ساتھیوں نے مشہور کر دیا کہ وسیم اکرم نے بدلہ چکانے کے لیے بیمر مارا ہے۔

وسیم اکرم کی تباہ کن باؤلنگ کے باوجوج ڈربی شائر فائنل جیت گئی۔ لنکا شائر کے کپتان نیل فیئر برادر نے اس شکست کے بعد کپتانی سے استعفیٰ دے دیا اور کہا:

''کپتانی ایک پہاڑ ہے۔ میں اسے نہیں اٹھا سکتا۔ کپتانی کے باعث میری بیٹنگ فلاپ ہو گئی تھی لہٰذا میں دوبارہ سے بیٹنگ پر ہی توجہ دینا چاہوں گا۔ وسیم اکرم نیل فیئر برادر کے حالات کو سمجھ رہا تھا۔ کیونکہ اس کے اور وسیم اکرم کے حالات بہت ملتے تھے۔ نیل فیئر برادر کو تو لنکا شائر کے تمام ممبران کی حمایت و مدد حاصل تھی کہ ان کا اپنا کھیل بری طرح خراب ہو گیا تھا۔ لہٰذا وسیم اکرم نے نیل فیئر برادر کے فیصلے کو احسن قرار دیا۔

جاری ہے

قسط نمبر 17

خفیہ خط

کاؤنٹی سیزن نے وسیم اکرم کی توانائیاں بحال کر دی تھیں۔ وہ جب پاکستان پلٹا تو شارجہ سیزن کا آغاز ہو رہا تھا۔ اسے امید تھی کہ اسے کپتانی سے ہٹا دیا جائے گا۔ مگر جب اسے ہی کپتان برقرار رکھا گیا تو اس نے ٹیم کے باغی کھلاڑیوں سے دوستانہ مراسم بڑھانے کی بہت کوشش کی۔ شارجہ میں پاکستان کی کارکردگی اچھی رہی مگر فائنل سے پہلے وسیم اکرم کی کلائی زخمی ہو گئی لہٰذا اس نے اپنے نائب کپتان وقار یونس کو ٹیم کی قیادت سونپ دی۔ بدقسمتی سے پاکستان فائنل میں ویسٹ انڈیز کے ہاتھوں پٹ گیا۔ پھر جب زمبابوے پاکستان آیا تو وہ ابھی تک ان فٹ تھا۔ وقار یونس نے پہلے ٹیسٹ میں 13 وکٹیں لیں اور پاکستان کو فتح سے ہمکنار کر دیا۔ وقار یونس کو اب گھمان ہو چلا تھا کہ اس کی کارکردگی کی وجہ سے اسے اگلے ٹیسٹ میں بھی کپتان رکھا جائے گا مگر وسیم اکرم فٹ ہو گیا۔ غالباً اس کے کانوں میں کسی نے یہ بات پھونک دی تھی کہ اگر وہ ان فٹ بھی ہے تب بھی اسے قیادت سنبھال لینی چاہئے کیونکہ وقار اور باغی کھلاڑیوں کے عزائم ٹھیک نہیں ہیں۔ لہٰذا اگلے ٹیسٹ میں وسیم اکرم نے ٹیم کی قیادت سنبھال لی۔ یہ پہلی سیریز تھی جو وسیم اکرم نے باآسانی جیت لی۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ اسے ٹیم ممبران ان کی حمایت حاصل ہو چکی تھی یا پھر باغی کھلاڑیوں نے اس بار کوئی مسئلہ پیدا نہیں کیا کہ ہوم لینڈ میں کوئی مسئلہ پیدا کیا گیا تو ان کا متبادل ملنا دشوار نہیں ہو گا۔

ٹیسٹ سیریز کے بعد ون ڈے سیریز شروع ہوئی۔پہلا ون ڈے پاکستان نے سات وکٹ سے اور دوسرا چھ وکٹ سے جیت لیا۔آخری ون ڈے کے دوران وسیم اکرم نے عاقب جاوید کو نہ کھیلانے کا فیصلہ کیا۔وہ اس کی جگہ ایک نئے باؤلر عرفان بھٹی کو چانس دینا چاہتا تھا مگر وقار یونس کو یہ بات ناگوار گزری۔اس نے اعلان کر دیا کہ عاقب ہر صورت میں کھیلے گا۔اور پھر وہی ہوا۔اس نے خود ان فٹ ہونے کا اعلان کر دیا اور وسیم اکرم سے کہا کہ وہ اس کی جگہ عاقب جاوید کو ٹیم میں شامل کرلے۔

وسیم اکرم جانتا تھا کہ وقار یونس عاقب جاوید اور مشتاق احمد میں دوستی کس انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ویسے بھی بعد میں تینوں کھلاڑی بزنس پارٹنرز بن گئے اور انہوں نے لاہور میں آنکھوں کا ایک جدید ہسپتال بنایا۔

وقار یونس نے عاقب جاوید کے لیے جو قربانی دی تھی اس کے بعد وسیم اکرم نے محسوس کرلیا کہ اب وقار یونس اس کے خلاف کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا۔لہٰذا وسیم اکرم نے بھی طے کرلیا کہ وہ باغی کھلاڑیوں کی سیاست ختم کر کے رہے گا۔1994ء میں جب وہ نیوزی لینڈ کے دورے پر جارہا تھا۔اس نے جاوید میاں داد کو ٹیم میں شامل نہیں ہونے دیا تھا۔اس پر اخبارات نے شور مچادیا۔جاوید کے حمایتی ٹیم ممبران بھی بولن لگے مگر چیف سلیکٹرز ظہیر عباس نے اخبارات کو صاف صاف کہہ دیا کہ میاں داد کی کارکردگی اب پہلے والی نہیں رہی لہٰذا ان کی جگہ نئے لڑکوں کو موقع دیا جارہا ہے جس کے بعد تمام کھلاڑی خاموش ہوگئے اور دوسرے

سے قبل لگائے جانے والے کیمپ میں خوشی خوشی شرکت کرنے لگے۔اب وسیم اکرم مطمئن تھا کہ اس نے باغیوں کو زنجیروں میں جکڑ لیا ہے۔ مگر یہ اس کی خوش فہمی تھی۔

ایک روز ایڈہاک کمیٹی کو ایک خط ملا جس پر جاوید میاں داد، مشتاق احمد، وقار یونس، رمیز راجہ، باسط علی، عاقب جاوید، انضمام الحق وغیرہ کے دستخط تھے اور الزام یہ لگایا گیا تھا کہ وسیم اکرم ایک آمر کپتان ہے۔ فیلڈ کے دوران کھلاڑیوں کو گالیاں دیتا ہے انہوں نے ایسے ایسے الزامات لگائے تھے کہ جنہیں پڑھ کر وسیم اکرم خود بھی حیران رہ گیا کہ یہ سینئر کھلاڑی اس قدر جھوٹ بول سکتے ہیں، تاہم وسیم اکرم کو یقین تھا کہ بورڈ اس کی کپتانی پر مہر ثبت کر چکا تھا۔ لیکن اس بار اسے بورڈ کا رویہ بھی درست نظر نہ آیا تو اس نے یہی غنیمت سمجھا کہ از خود کپتانی چھوڑ دے۔ لہٰذا اس نے کپتانی سے استعفیٰ دے دیا۔

بار وسیم اکرم نے راقم کھلاڑیوں کی اس بغاوت اور حالات کے بارے میں بتایا ”یہ کہنا غلط ہے کہ ایڈہاک کمیٹی نے مجھے برطرف کیا تھا: میں نے از خود استعفیٰ دیا تھا۔ کیونکہ کھلاڑی میری قیادت میں کھیلنا نہیں چاہتے تھے، اس سازش کے سرغنہ میاں داد اور وقار یونس تھے۔ وقار سمجھتے تھے کہ وہ پاکستان کے نئے کپتان بن جائیں گے۔ انہوں نے بورڈ کو بھی یہ لکھکر دے دیا تھا کہ لڑکے ان کے ساتھ ہیں۔ عاقب جاوید اور مشتاق احمد وقار یونس کو کپتان کہہ کر ہی مخاطب کرتے تھے۔ گویا انہوں نے تو اپنی طرف سے وقار کو کپتان مان لیا تھا۔ مجھے یہ ساری باتیں عجیب سی لگ رہی تھیں کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ وقار یونس میں کپتان بننے کی اہلیت نہیں ہے لیکن ان کے نادان دوست انہیں غلط راہوں پر لے جانا چاہتے تھے“۔

اس بغاوت کے باوجود بورڈ نے وقار یونس کو نظر انداز کر کے سلیم ملک کو کپتان بنا دیا۔

جاری ہے

itsurdu.blogspot.com

قسط نمبر 18

سہاگن ماہر نفسیات بن گئی

انہی دنوں (اکتوبر 1993ء) وسیم اکرم کی شادی ہو گئی۔اس نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور تمام کھلاڑیوں کو شادی میں مدعو کیا۔ بارات کراچی گئی اور خوب ہلا گلا رہا۔ کھلاڑی وسیم اکرم کے ساتھ دل لگی بھی کرتے رہے اور وہ ان کی شرارتوں سے محفوظ ہوتا رہا۔ مگر جونہی کھلاڑی نیوزی لینڈ کے دورہ پر روانہ ہوئے ان میں ٹینشن بڑھ گئی۔ خاص طور پر وسیم اکرم بہت دل برداشتہ تھا، اس نے اپنے طور پر ٹیم پر تین حرف بھیجے۔اب وہ صرف اپنی خوشیوں سے محظوظ ہونا چاہتا تھا۔اس نے ہما سے کہہ دیا کہ وہ نیوزی لینڈ نہیں جائیں گے۔اس نے بہانہ تراش لیا کہ وہ ان فٹ ہے لہٰذا ٹیم اس کے بغیر نیوزی لینڈ چلی گئی۔ ہما کو وسیم اکرم کا یہ فیصلہ اچھا نہ لگا اس نے اسے سمجھایا۔

"وسیم تم بے وقوفی نہیں کر سکتے۔ تمہیں نیوزی لینڈ جانا ہو گا۔اگرچہ اب تم نے ان فٹ ہونے کا کہہ دیا ہے لیکن چند روز بعد ہی سہی تم ضرور وہاں جاؤ"۔

"مگر میں نہیں جانا چاہتا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کسی کھلاڑی کا دل صاف نہیں۔ میں اپنی خوشیوں کو غارت نہیں کرنا چاہتا۔اس لیے میں انگلینڈ ہی جاؤں گا اور بعد میں وہاں کاؤنٹی سیزن کھیلوں گا"۔

وسیم اکرم نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو ہما نے ایک بار پھر بیوی کے بجائے ماہر نفسیات بن کر اس کی دل جوئی کی۔ وہ چاہتی تو نئی نویلی دلہن کے نخرے پورے کراتی مگر وہ سمجھدار لڑکی تھی اس نے کہا:

"دیکھو وسیم! میں جانتی ہوں تمہارے ساتھیوں کو تمہاری ضروری نہیں ہے، لیکن ملک کو تو تمہاری ضرورت ہے۔ میں سمجھتی ہوں بلکہ مجھے یقین ہے کہ قدرت تمہیں ایک سنہری موقع دے رہی ہے کہ تم کپتانی کا چولا اتارنے کے بعد ایک بار پھر صرف اور صرف کھلاڑی بن جاؤ۔ اپنی توانائیوں کو بیدار کرو اور اپنی ٹینشن اور غصہ باؤلنگ اور بیٹنگ میں اتار دو"۔

وسیم نے کچھ دیر تک سوچا پھر کہنے لگا: "مگر میں وہاں کسی سے بات نہیں کروں گا بلکہ سب سے الگ رہوں گا"۔

"ہاں تم یہ کر سکتے ہو۔ مگر ٹیم کا ڈسپلن نہیں توڑتا"۔ ہما نے کہا۔

"اور میری ایک اور شرط بھی ہے۔" وسیم اکرم نے کہا "اور وہ یہ کہ تم میرے ساتھ ہی چلو گی۔ ہنی مون بھی اب نیوزی لینڈ میں ہی منائیں گے"۔

"مجھے تمہاری یہ شرط قبول ہے"۔ ہما نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ویسے بھی میں تمہارے بغیر یہاں کیسے رہ سکتی ہوں"۔

اور پھر یہی ہوا۔ وسیم اکرم اور ہما ٹیم کے جانے کے پانچ روز بعد نیوزی لینڈ پہنچ گئے۔

وسیم اکرم کو خدشہ تھا کہ ٹیم کا کوئی ایک رکن بھی اس کے ساتھ خوش دلی کے ساتھ پیش نہیں آئے گا۔اس نے ہما کو اپنے خدشہ سے آگاہ کر دیا اور کہا:

''ہما! میں نہیں جانتا کہ یہاں میرے ساتھ کیا واقعہ پیش آسکتا ہے۔ ممکن ہے وہ سب تمہارے ساتھ آنے پر ناراض ہوں۔ مگر مجھے ان کی کوئی پروا نہیں اور نہ ہی تم اس بات کو دل سے لگانا''۔

ہما نے نہایت متانت اور سمجھداری کے ساتھ جواب دیا۔

''میں پہلے ہی ذہنی طور پر تیار ہوں۔تم میری فکر نہ کرو بلکہ اپنے رویے کو بہتر سے بہتر بنائے رکھنا۔کسی کو ناراضی کا تاثر نہ دینا۔ایسا نہ ہو انگریز پریس اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ہماری ٹیم کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دے''۔

''خیر ایسی حماقت تو نہیں کروں گا مگر ایک بات طے ہے کہ اگر میرے ساتھ کسی نے بد تمیزی کی یا کھیل کے علاوہ بات کرنے کی کوشش کی تو میں اسے معاف نہیں کروں گا''۔

''مگر مجھے یقین ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔کیونکہ یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ بورڈ انہیں کسی بھی قسم کی غلط حرکت کرنے پر معاف نہیں کرے گا''۔

جاری ہے

قسط نمبر 19

وسیم اکرم کے خدشات کے عین مطابق پوری ٹیم محتاط تھی کہ وسیم اکرم کے ساتھ اس کا معاندانہ رویہ کوئی گل نہ کھلا دے۔ للذاہر کھلاڑی وسیم اکرم سے فاصلہ قائم کیے ہوئے تھا۔ ادھر وسیم اکرم کھیل کے میدان کے بعد ہما کے پاس آجاتا اور دونوں نیوزی لینڈ کے شاپنگ سنٹروں اور تفریحی مقامات کی سیر کرتے رہتے۔ گویا ہما کی سنگت میں یہ دورہ ہنی مون کے مترادف تھا۔ یہ سیریز ان کی زندگی کی یادگر بن گئی۔ اس سیریز میں وسیم اکرم ایک بار پھر فارم میں آگیا تھا۔ اس نے 3 ٹیسٹ میچوں میں 25 وکٹیں حاصل کیں اور دو مرتبہ مین آف دی میچ کا ایوارڈ حاصل کیا۔

تمام میچوں کے دوران یہ بات کھل کر سامنے آگئی تھی کہ وسیم اکرم پوری ٹیم سے کھنچا ہوا ہے۔ چونکہ اس بار اس کی باؤلنگ اور بٹنگ اپنی معراج پر تھی اور وہ کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ وہ کسی کھلاڑی کو آوٹ کرتا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ خوشی نہ مناتا بلکہ گیند پکڑ کر سیدھا باؤلنگ کے نشان پر چلا جاتا اور اگلی گیند کرانے کی تیاری میں لگ جاتا۔

وسیم کی اس سرد مہری پر کمنٹری باکس میں بڑے واضح تبصرے ہوتے تھے مگر وسیم اکرم نے کسی قسم کی پروانہ کی۔ حالانکہ ماہرین نے اس موقع پر یہ کہہ دیا تھا کہ وسیم اکرم پوری ٹیم میں اکیلا ہو کر رہ گیا لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ نیوزی لینڈ کے لیے اب وہ اکیلا ہی کافی ہے۔

وسیم اکرم نے وقار یونس کے ساتھ مکمل طور پر بول چال بند کر دی تھی۔ ایک بار ٹیم منیجر نے ڈنر کے موقع پر وسیم اکرم کی بیگم ہما سے یہ کہا کہ وسیم اکرم کو چاہیئے کہ وہ اپنے رویے میں لچک پیدا کریں۔ مگر ہما نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کر دیا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں کہ وسیم اکرم چونکہ اکیلا رہ گیا ہے لہٰذا اسے اپنی کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے سب کے پیچھے پھرنا چاہیئے"۔

"میرا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے"۔ ٹیم منیجر نے کہا۔ "میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ یہ سینئر ممبر ہیں لہٰذا انہیں ٹیم کا مورال قائم رکھنے کے لیے سب کے ساتھ نرم برتاؤ کرنا چاہیئے۔ خاص طور پر کھیل کے دوران انہیں اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔"

"میرا خیال ہے کہ وسیم اکرم کا رویہ بالکل ٹھیک ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے ان کے ساتھ کیا ہوا ہے"۔ ہما بات بڑھانا اور منیجر کو بدمزہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ لہٰذا اس نے کہا۔ "وسیم یہ ٹیسٹ کھیلنے کے لیے بالکل تیار نہیں تھے، مگر میں نے انہیں یہ باور کرایا ہے کہ آپ کی ضرورت کھلاڑیوں کو نہیں بلکہ ملک کو اور قومی ٹیم کو ہے۔ کپتانی کو مسئلہ نہیں بنانا چاہیئے۔ میں اس بات پر خوش ہوں کہ وسیم اکرم نے میری بات مان لی ہے اور یہاں چلے آئے۔ اب آپ یہ توقعات رکھیں کہ وہ اپنے زخم بھول کر مصنوعی خوشیاں منائیں تو یہ ناممکن بات ہوگی"۔

''بہر حال آپ کوشش ضرور کیجئے۔ میں نے باقی ممبران سے بھی بات کی ہے اور سب کا خیال ہے کہ آپ اس سلسلے میں بہت کچھ کر سکتی ہیں'' منیجر نے کہا۔

ہما نے بھی اس بات کو محسوس کیا کہ وسیم اکرم کو کھیل کے دوران قدرے مل جل کر رہنا چاہئے۔ لہٰذا ہما نے وسیم اکرم کو یہ بتائے بغیر کہ اس کے ٹیم منیجر نے کیا باتیں کی ہیں، اس نے وسیم اکرم کو قائل کرنے کی کوشش کی مگر وسیم اکرم نے اپنی چہیتی اور نئی نویلی دلہن کو یہ کہہ کر خاموش کرا دیا۔

''میں ذہنی طور پر بالکل نارمل ہوں لہٰذا اب تم اس معاملے میں بالکل نہیں بولو گی۔ جو بات میرے بس میں نہیں تھی۔ اب میرے قابو میں ہے۔ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی میرے نزدیک کیا حیثیت ہے۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ نیوزی لینڈ کا یہ دورہ ہمارا ہنی مون بھی ہو گا۔ اس لیے تم اور فکریں چھوڑ کر صرف یہ سوچا کرو کہ آج ہمیں کہا جانا ہے''۔

اس دورے کے دوران وسیم کے رویہ نے اس کے مخالفوں کو زچ کر کے رکھ دیا، بہت سوں کا خیال تھا کہ ٹینشن کی بدولت اس کا کھیل برباد ہو جائے گا مگر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے اندر غم و غصہ کا جوالا مکھی جب باہر نکلا تو ہر سو اس کی دہشت چھا جائے گی۔ تین ٹیسٹ میچوں کے دوران 25 وکٹیں حاصل کرنا کوئی عام بات نہیں تھی۔ اس کی کارکردگی کی بدولت ہی پاکستان نے یہ سیریز جیت لی تھی۔

جاری ہے

قسط نمبر 20

نیا طوفان

مئی 1994ء کی بات ہے وسیم اکرم نیوزی لینڈ کی سیریز کے بعد انگلینڈ واپس پہنچ گیا۔ ہما بھی اس کے ساتھ تھی۔ کاؤنٹی سیزن شروع ہو چکا تھا اور وسیم اکرم لنکا شائر کی طرف سے سیزن کھیلنے کی تیاری کرنے لگا۔ اس بار بھی اس کا کھیل اپنے جوبن پر تھا مگر کچھ آزمائشیں ابھی اس کے تعاقب میں تھیں۔ وہ معاہدے کے باوجود کاؤنٹی سیزن نہ کھیل سکا اور صرف چھ ہفتے کھیلنے کے بعد اسے واپس پاکستان جانا پڑا۔

جولائی میں پاکستان ٹیم کا کیمپ لگ رہا تھا۔ اس بار سری لنکا کے ساتھ ٹیسٹ سیریز شروع ہو رہی تھی۔ وسیم اکرم نے جب لنکا شائر کی انتظامیہ کو بتایا کہ وہ واپس پاکستان جانا چاہتا ہے تو اس کے خلاف ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ لنکا شائر وسیم اکرم کے بغیر کمزور ہو جاتی تھی لہٰذا انہوں نے اس کے واپس جانے پر اعتراض کیا جس پر وسیم اکرم نے دوٹوک کہہ دیا۔

”میں پاکستان ضرور جاؤں گا۔ آپ سب لوگ پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ سری لنکا کے ساتھ ٹیسٹ شروع ہونے والے ہیں اور مجھے معاہدے کے تحت پاکستان جانا ہو گا“۔

”آپ جانتے ہیں کہ اس طرح ہمیں کتنا نقصان برداشت کرنا پڑے گا“؟ لنکا شائر کے اعلیٰ انتظامی افسر نے تلخی سے پوچھا۔

''میں جانتا ہوں'' ۔وسیم اکرم نے کہا۔''لیکن میرے پاس اسکے علاوہ چارہ بھی نہیں''۔

کاؤنٹی انتظامیہ نے بامر مجبوری وسیم اکرم کو اجازت تو دے دی مگر وہ اس فیصلے پر ناراض اور برہم تھے۔انہوں نے وسیم اکرم کے پیسے کاٹ لیے اور 6 میچوں کی جو رقم ادا کی اس میں سے بھی خاصی رقم کاٹ لی۔وسیم اکرم نے اس پر ان سے جواب طلب کیا تو اسے یہ جواب ملا:

''آپ نے معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔اصولی طور پر آپ کو سارا سیزن کھیلنا تھا مگر آپ نے کاؤنٹی پر اپنے ملک کو ترجیح دی ہے لہٰذا ہم اپنا نقصان پورا کرنے کے لیے یہ رقم تو کاٹیں گے''۔

وسیم اکرم کا خیال تھا کہ کرکٹ بورڈ اس کا یہ مالی نقصان پورا کر دے گا مگر بورڈ نے اس بارے میں کوئی دلچسپی نہ لی حالانکہ یہ بورڈ کی ذمہ داری تھی۔اسے بہت دکھ ہوا مگر سوائے ہما کے اس نے کسی اور سے اس زیادتی پر بات نہیں کی۔

سری لنکا جانے کا وقت آیا تو وسیم اکرم نے ہما کو بھی ساتھ لے لیا۔اس پر بعض شادی شدہ کھلاڑیوں نے طوفان کھڑا کر دیا اور اعتراض کیا کہ صرف وسیم اکرم اپنی بیگم کو ساتھ کیوں لے جا رہا ہے؟وسیم اکرم کو یہ اطلاع ملی تو اس نے کہا۔

itsurdu.blogspot.com

”اگر بورڈ نے بھی مجھے بے عزت کرنے اور ٹینشن دینے کا ارادہ کر لیا ہے تو میں کرکٹ پر دو حرف بھیج کر واپس انگلینڈ جلا جاؤں گا۔ اور پھر بھی واپس نہیں آؤں گا“۔

وسیم اکرم کا یہ فیصلہ اٹل تھا۔ جب ٹیم سری لنکا کے لیے روانہ ہوئی تو بورڈ نے کسی قسم کا اعتراض نہ کیا بلکہ وسیم اکرم کی بیگم کو بھی خصوصی پروٹوکول دیا گیا۔

سری لنکا کے دورے کے دوران بھی سلیم ملک ہی کپتان تھا۔ اس کے ساتھ وسیم کے تعلقات دوستانہ تھے۔ یہ دورہ وسیم اکرم کے لیے نہایت سودمند ثابت ہوا۔ ہما کی وجہ سے اسے ٹینشن فری ماحول میسر تھا۔ لہٰذا وہ اس کی معالج ہی بنی رہی جس کی وجہ سے وسیم اکرم نے زندگی میں پہلی بار سری لنکا کی خوبصورتیوں سے لطف اٹھایا۔ سری لنکا کی حسین وشاداب وادیوں نے اس کے زخم بھی بھر دیے اور اس مرحلہ پر ہما نے وسیم اکرم کی ”مینٹل تھراپی“ بھی کر دی۔ اس نے وقار یونس اور وسیم اکرم کی پرانی دوستی کو بڑے ہی غیر محسوس طریقے سے ختم کر دیا اور وہ جو قومی ٹیم میں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزم تھے ایک بار پھر اس عہد پر اکٹھے ہو گئے کہ ٹیم کو ان کی ضرورت ہے لہٰذا وہ اب صرف پاکستان کے لیے کھیلیں گے۔ پاکستان نے سری لنکا کو ہوم گراؤنڈ میں عبرتناک شکست دی اور بہت عرصہ بعد ٹیسٹ سیریز اور ون ڈے میچوں کی سیریز بھی جیت لی۔

جاری ہے

قسط نمبر 21

ساز شوں کا نیا دور

وسیم اکرم کے دوستانہ رویہ کیوجہ سے ٹیم میں ٹینشن دور تو ہو گئی مگر 1995ء کا سیزن کرکٹ کی تاریخ میں پاکستان کے لیے نہایت برا ثابت ہوا پاکستان اس بدنامی کا حقدار نہ تھا۔ بدنامیوں کو بوچھاڑ سے بچنے کے لیے یکے بعد دیگرے پانچ کپتان بدلنے پڑے۔ مگر پاکستانی کرکٹ کو پستیوں میں جس سازش کے تحت دھکیلا گیا تھا اس کا سنبھالنا اور ان سازشوں سے آگاہ ہونا ان کے مقدر میں نہیں تھا۔

پاکستانی کرکٹ ٹیم کی بدقسمتی تو اسی وقت ہی شروع ہو گئی تھی۔ جب وسیم اکرم کے خلاف سازشیں شروع ہوئی تھیں لیکن اس کے باوجود کرکٹ ٹیم کی کارکردگی کا گراف بلند ہی رہا۔ مگر سری لنکا کے بعد 1994ء کے آخر میں آسٹریلیا کے ساتھ ٹیسٹ میچوں کا دور شروع ہوا تو پاکستان نے بہترین کھیل کا مظاہرہ دکھایا اور یہ سیریز ایک صفر سے جیت لی۔

اس عبرتناک شکست کے چھ مہینے بعد آسٹریلیا کے کھلاڑیوں شین وارن اور مارک وانے پریس کانفرنس کر کے سلیم ملک پر الزام لگایا کہ اس نے کراچی ٹیسٹ ہارنے کے لیے انہیں رشوت کی آفر کی تھی۔ اس وقت پاکستان زمبابوے اور جنوبی افریقہ کے دورے پر تھا اور وسیم اکرم انگلینڈ میں بستر علالت پر تھا۔ ان دنوں وہ Sinus Operation کی وجہ سے کھیلنے سے معذور تھا۔

صحت یاب ہونے کے بعد جب وہ جنوبی افریقہ پہنچا تو یہاں اسے عجیب و غریب صورتحال سے دوچار ہونا پڑا۔ کپتان سلیم ملک پر جوئے کا الزام عائد کیا چکا تھا۔ اس دوران سلیم ملک سے بھی دو ایسی فاش غلطیاں ہو چکی تھیں جس سے اس کا کردار نہایت مشکوک ہو گیا تھا۔ وسیم اکرم بخوبی جانتا تھا کہ شین وارن اور مارک وا نے اس وقت یہ الزام عائد کیا ہے جب پاکستان دوسری بار ورلڈ کپ کے لیے نہایت فیورٹ بن چکا تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے پاکستان کی ٹیم نہایت مضبوط ہو چکی تھی۔

سٹے بازوں کے آلہ کار

وسیم اکرم نے پہلے تو صورت حال کا تجزیہ کیا پھر اس نتیجے پر پہنچا کہ پاکستان کو جوئے میں ملوث کرنے کی یہ پہلی بازش نہیں تھی بلکہ اس دور میں بھارت اور پاکستان کی ٹیموں کے خلاف جوئے اور سٹے بازوؤں کا آلہ کار بنے کی افواہیں گردش کرتی رہتی تھیں۔ گذشتہ سال شارجہ کپ کے دوران ایک بار وسیم اکرم کو ایک ایسی ہی گمنام ٹیلی فون کال کے ذریعہ بتایا گیا تھا کہ ٹیم کے چھ کھلاڑی بک چکے ہیں اور کل وہ انڈیا سے ہار جائیں گے۔ وسیم اکر نے ٹیم منیجر انتخابعالم کو اس فون کال سے مطلع کیا تو انتخاب عالم نے کہا۔

”وسیم! میں بھی ایسی ہی ایک کال سن چکا ہوں“۔ چنانچہ وسیم اکرم کے مشورے پر انتخاب عالم نے ٹیم میٹنگ کی اور تمام کھلاڑیوں سے اس افواہ کے بارے میں دریافت کیا لیکن ہر ایک نے لاتعلّقی ظاہر کی۔ انتخاب عالم اس پر بھی مطمئن نہ ہوئے اور انہوں نے تمام کھلاڑیوں سے

قرآن پاک پر حلف لیا کہ وہ کبھی بھی سٹے بازوں کے آلہ کار نہیں بنیں گے۔اگلے روز پاکستان نے فائنل میں بھارت کو بری طرح ہرا دیا۔

وسیم اکرم شین وارن اور مارک وا کے اس پراپیگنڈے پر اس لیے بھی حیران تھا کہ وہ دونوں نہایت ذمہ دار کرکٹر تھے مگر انہیں چھ مہینے بعد پریس کانفرنس کرنے کا خیال کیوں آیا۔اگر کراچی کے میچ میں سلیم ملک نے انہیں رشوت کی پیشکش کی تھی تو وہ میچ ہارنے کے بعد آسٹریلیا کے کھلایوں نے واویلا کیوں نہ مچایا۔اب جب کہ وہ پاکستان کے کپتان پر الزام عائد کر چکے تھے۔نہایت خاموشی کے ساتھ بیٹھ چکے تھے۔دنیا کو تماشا دکھانے کے بعد وہ خود بھی تماشائی بن گئے تھے مگر شامت سلیم ملک کی آگئی۔پاکستان میں ان کے خلاف جسٹس فخر الدین ابراہیم پر مبنی ایک تحقیقاتی کمیٹی بنادی اور اب سلیم ملک کا کردار مکمل طور پر مشکوک ہو چکا تھا۔

آسٹریلوی کھلاڑیوں کے الزام نے بعض سرکش کھلاڑیوں کی زبانیں ایک بار پھر کھول دیں۔وقار یونس سمیت دوسرے چند نوجوانوں نے سلیم ملک کو آڑے ہاتھوں لیا شروع کر دیا تھا۔وسیم اکرم نے اس مرحلے پر سلیم ملک کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا اور اس سے دریافت کیا۔

”سلیم !آخر یہ رشوت کا معاملہ کیا ہے“؟

سلیم ملک نے لا تعلّقی ظاہر کی اور بتایا:

"وسیم! آپ خود گواہ ہویں کہ ہم نے کراچی ٹیسٹ کس قدر ذمے داری سے کھیلا اور کتنی مشکل سے جیتے تھے۔ اس کے باوجود آسٹریلوی کھلاڑیوں کا الزام لگانا سوائے جھوٹ کے پلندہ کے اور کچھ نہیں۔ ہم نے آسٹریلیا کو اس کی ہوم سیریز میں بھی ہرایا تھا۔ اس سیریز میں کراچی ٹیسٹ کا فیصلہ ایک وٹ سے ہوا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بہت شاندار فتح تھی۔ ہم نے 230 سکور کا ہدف حاصل کر کے فتح پائی تھی۔ آپ جانتے ہوں گے کہ ہماری ٹیم کو جیتنے کے لیے 57 رنز درکار تھے اور انضمام الحق کا ساتھ دینے کے لیے مشتاق احمد آخری کھلاڑی تھے۔ شین وارن اس وقت چھایا ہوا تھا۔ ایک موقع پر اس نے انضمام کو لیگ اسٹمپ کے باہر گیند پچ کرائی مگر اس گیند نے بڑا بریک لیا اور آف اسٹیمپ کی طرف گھومی۔ انضمام الحق اس کو مڈ وکٹ کی طرف کھیلنے کی کوشش میں توازن کھو بیٹھا اور وکٹ پر گر گیا۔ خوش قسمتی سے وکٹ کیپر اس گیند کو نہ پکڑ سکا اور پاکستان کو چار سکور مل گئے۔ اگر اس وقت انضمام اسٹیمپ ہو جاتا تو ہم میچ ہار جاتے۔ تماشائیوں نے اس معجزہ پر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جس سے انضمام الحق اور مشتاق احمد کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ہم جیت گئے۔ اب آپ خود سوچیں کہ اگر میں نے انہیں رشکت کی آفر دی ہوتی تو کھلاڑیوں کا مورال یوں بلند ہوتا" یہ کہتے ہوئے سلیم ملک کا لہجہ گھمبیر ہو گیا اور آنکھیں نم و گئیں۔

جاری ہے

قسط نمبر 22

سلیم ملک کہہ رہا تھا ''آسٹریلین تو کہتے ہیں میں نے انہیں رشوت کی آفر کی ہے۔ مگر کس لیے۔اس لیے کہ وہ میرے لیے مشکلات پیدا نہ کریں۔حالانکہ ان میچوں میں شین وارن نے پاکستان کی وکٹیں اڑا کر رکھ دی تھیں اور میں نے خود بھی 237 اور 143 سکور بنا کر پاکستان کو برے حالات سے نکالا تھا۔وسیم بھائی میں نہیں سمجھتا کہ میرے خلاف یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ مگر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ میرے ساتھیوں کا رویہ حتیٰ کہ میرے نائب کپتان کا بھی رویہ ٹھیک نہیں ہے۔اسے چاہیئے کہ میرے حق میں دوسروں سے لڑے انہیں قائل کرے مگر وہ بھی دوسروں کے ساتھ ملا ہوا ہے'' سلیم ملک بہت کم گو کھلاڑی ہیں مگر اس روز وہ کئی گھنٹے تک وسیم اکرم کو اپنی معصومیت کا یقین دلانے کے لیے بے لاگ بولتے رہے۔ بالآخر وسیم اکرم اس نتیجے پر پہنچا کہ سلیم ملک واقعی بے قصور ہے۔

لیکن وسیم اکرم اس وقت سوچ میں پڑ گیا جب اس نے سلیم ملک کو ٹیم میٹنگ کے اصولوں کے منافی چند فیصلے کرتے ہوئے دیکھ لیا۔جوہانسبرگ کے میچ میں ٹیم میٹنگ کے دوران یہ بات طے ہو گئی تھی کہ پاکستان ٹاس جیتنے کے بعد خود کھیلے گا کیونکہ پچھلے وقت یہاں کی وکٹیں نمی کی وجہ سے باؤلر کی مدد کرتی ہیں۔ مگر سلیم ملک نے جنوبی افریقہ کے خلاف دونوں فائنلز میں ٹاس جیتنے کے بعد انہیں بیٹنگ کی دعوت دی جس سے تمام کھلاڑی حتیٰ کہ ہنسی کرونیئے بھی حیران رہ گئے۔اس شام تمام نوجوان کھلاڑی اپنے کپتان پر برس پڑے اور اس کی توہین کی۔وسیم اکرم سے یہ سبب برداشت نہ ہو سکا اور وہ بھی چلا اٹھا:

”میں نے آج تک اس سے زیادہ بری ٹیم میٹنگ نہیں دیکھی۔ میں اب یہاں ایک منٹ نہیں بیٹھوں گا“ یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔اس کی دیکھا دیکھی چند دوسرے کھلاڑی بھی اس کے پیچھے چلے گئے تو انتخاب عالم پریشان ہو گئے۔وہ وسیم کے پاس گئے اور اسے سمجھایا۔

”وسیم! تم لوگوں کے اعتراضات اپنی جگہ پر ہیں مگر اس وقت ہم بہت نازک حالات کا سامنا کر رہے ہیں۔اگر یہ معاملہ اخبارات میں آ گیا تو ہماری بدنامی میں اور اضافہ ہو جائے گا“۔

بالآخر انتخاب عالم نے ایک بار پھر اپنی ٹیم کو متحد کیا اور لڑکوں سے قرآن پاک پر حلف لیا کہ وہ سٹے بازی میں ملوث نہیں ہوں گے۔ تمام کھلاڑیوں نے باوضو ہو کر حلف اٹھایا,اس کے باوجود ٹیم میں اتحاد پیدا نہ ہو سکا اور پاکستان نے جوہانسبرگ میں 324 سکور سے عبرتناک شکست کھائی۔وسیم اکرم اس صورت حال سے بہت دل برداشتہ ہوا۔خاص طور پر وقار یونس نے کہہ دیا کہ وہ ان فٹ ہو گیا ہے تو ٹیم کا مورال اور گر گیا۔وسیم اکرم نے انتخاب عالم اور سلیم ملک کے ساتھ ایک میٹنگ کی اور انہیں سمجھایا۔

”دیکھئے! حالات ہمارے حق میں ٹھیک نہیں ہیں۔وقار کا پرابلم ممکن ہے جینوئن ہو۔اس لیے ہمیں کڑھنے کے بجائے اس کا فوری حل تلاش کرنا چاہئے“۔

”تمہارا کیا خیال ہے۔ہمیں کیا کرنا چاہئے“۔انتخاب علم نے پوچھا۔

”آپ عطاالرحمٰن کو وقار یونس کی جگہ شامل کر لیں“۔

''نہیں۔۔۔میں عامر نذیر کو پاکستان سے بلوا رہا ہوں''۔ سلیم ملک نے اپنا فیصلہ سنایا۔''میں نے پاکستان فون کر دیا ہے''۔

وسیم اکرم سلیم ملک کے اس احمقانہ فیصلے پر اس لیے حیران تھا کہ عامر نذیر آؤٹ آف پریکٹس تھا جبکہ عطاء الرحمٰن انہیں فوری دستیاب تھا۔وسیم اکرم کا تجربہ کہہ رہا تھا کہ عطاء الرحمٰن عامر نذیر سے بہت بہتر تھا۔عامر نذیر اب سے دو سال پہلے ٹیسٹ کھیل چکا تھا مگر دو سال کے وقفے کے بعد اسے یکایک ایک اہم میچ کے لیے بلا لینا بڑی عجیب بات لگتی تھی۔

جاری ہے

قسط نمبر 23

سلیم ملک نے عامر نذیر کو بلوالیا۔ وسیم اکرم کے اندازے کے عین مطابق وہ اس وقت وہاں پہنچا جب میچ شروع ہونے والا تھا۔ عامر نذیر کو آرام کرنے کا بھی موقع نہ ملا۔ سلیم ملک نے آتے ہی اسے باؤلنگ پر لگا دیا۔ یہ جانے بغیر کہ وہ تھکان سے چور ہو گا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عامر نذیر کریمپ کا شکار ہو گیا اور یوں اس کی رہی سہی باؤلنگ بھی ختم ہو گئی۔ وہ مستقل طور پر ان فٹ ہو گیا۔ اس پر وسیم اکر نے سلیم ملک کی خوب خبر لی اور کہا:

"سلیم! تم نے عامر نذیر کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ کپتان ہونے کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہوتا کہ اپنے فیصلے کو انا کا مسئلہ بنالیں تم مسلسل غلط فیصلے کر رہے ہو جس سے تمہارا کیریئر خراب ہو جائے گا"۔

جواب میں سلیم ملک نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس نے اپنے کسی بھی فیصلے پر پچھتانے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

لیکن جونہی سلیم ملک ٹیم کے ساتھ پاکستان واپس آیا وہ چکرا کر رہ گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ پاکستانی کرکٹ بورڈ اور عوام اس کے ساتھ ایسا سلوک کریں گے۔ اب وہ صرف انکوائریاں بھگتنے کے لیے خود کو تیار کرنے لگا تھا۔ ان حالات میں وسیم اکرم نے آگے بڑھ کر اس کی مدد کی اور بورڈ سے کہا کہ ایک سینئر اور دیانتدار کھلاڑی کو ضائع نہ کریں۔ مگر بورڈ نے جواب دیا کہ جب تک انکواری ٹیم اسے معصوم قرار نہیں دیتی، اس وقت تک سلیم ملک کی کوئی مدد نہیں کی جاسکتی۔

وسیم اکرم اپنی ٹیم اور اس کے کھلاڑیوں کے رویہ سے نالاں تھا اس کے باوجود اس نے ٹیم میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے کوشش کیں مگر اس کا اپنا دامن الزامات کی آگ سے جھلسنے لگا۔ اس پر بھی یہ کیچڑ اچھالا جانے لگا کہ وسیم اکرم کے بھائی سٹے بازوں کے دوست ہیں لہٰذا وہ وسیم اکرم پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ پہلے پہل تو یہ خبریں عام نہیں تھیں مگر جونہی پاکستان کرکٹ کی سیاست عروج پر پہنچی وسیم اکرم پر سنگین الزامات عائد ہونے لگے۔ لیکن وسیم اکرم ان سب باتوں کا اثر نہیں لے رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ لوگ کن مقاصد کے لیے ایسی خبریں اڑا رہے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ جب وہ اچھا کھیل پیش کرے گا لوگ خود بخود سمجھ جائیں گے کہ یہ سٹے بازی وغیرہ فضول اور جھوٹی باتیں ہیں۔ مگر اس کا یہ خیال ایک خوش فہمی ہی رہا۔ اب پاکستان کرکٹ ٹیم اور سٹے بازی کی دھوم چہار سو پھیل گئی تھی۔

سلیم ملک کے غلط فیصلوں نے راشد لطیف اور باسط علی کو ان کے خلاف کر دیا اور انہیں نے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا کہ وہ سلیم ملک کی کپتانی میں نہیں کھیلیں گے۔ وسیم اکرم نے اس سلسلے میں راشد لطیف سے بات کی تو راشد لطیف نے سختی سے جواب دیا۔

"میں کبھی بھی ایسے کپتان کا نائب ہونا پسند نہیں کروں گا جو ملک کو بدنام کرے اور اپنے ساتھیوں کو اندھیرے میں رکھ کر متنازعہ فیصلے کرے۔ میں اور باسط علی ایسی کرکٹ کو خیر باد کہہ رہے ہیں"۔ راشد لطیف بطور وکٹ کیپر دنیا کے بہترین کھلاڑیوں میں شمار ہوتا تھا مگر اس نے کرکٹ کے میدان خارزار میں جوئے بازوں کے خلاف جہاد کر کے بہت سے معصوم چہروں کو بے نقاب کر دیا۔ وسیم اکرم نے اسے قائل کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی ہٹ پر اڑ گیا۔ لیکن چند ماہ بعد جب شارجہ کپ کا انعقاد ہوا تو سلیم ملک کو باہر کر دیا گیا جس پر راشد اور

باسط دونوں واپس آگئے۔اس بار معین خان کو کپتان اور سعید انور کو نائب کپتان بنایا گیا تھا۔ معین خان کپتانی کے رموز سے ناآشنا تھا۔اس نے وسیم اکرم کو انگلینڈ فون کیااور بتایا کہ شارجہ کے لیے وہ کپتان بن گیا ہے۔لہٰذا وہ اس کی مدد کرے۔

وسیم اکرم بخوبی جانتا تھا کہ قومی ٹیم اس وقت زوال پذیر ہو رہی ہے۔ معین خان ایک جونیئر کھلاڑی تھا مگر وسیم اکرم نے اسے اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔وہکیمپ میں پہنچ گیااور ٹیم کے ساتھ شارجہ روانہ ہو گیا۔اس نے ہما کو کہہ دیا تھا کہ وہ مانچسٹر سے سیدھی شارجہ پہنچ جائے۔ مگر شارجہ پہنچتے ہی وسیم اکرم کو بتایا گیا کہ وہ اپنی بیگم کو شارجہ نہیں بلا سکتے۔وسیم اکرم کی دوسری مرتبہ ایسی توہین کی گئی تھی۔اس نے تحمل سے پوچھا:

"مجھے اس وقت کیوں نہیں بتایا گیاجب مجھے شارجہ آنا تھا۔ ہمااس وقت مانچسٹر سے روانہ ہو چکی ہے۔اس اسے کیسے مطلع کر سکتا ہوں؟"

"بہر حال یہ آپ کا کام ہے کہ آپ نے انہیں کیسے روکنا ہے۔" انتظامیہ نے اس سخت جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔میں واپس جارہا ہوں۔میں اپنی بیوی کو خوار نہیں کرنا چاہتا۔" وسیم اکرم نے جب دیکھا کہ اس کی بات نہیں سنی جارہی تو اس نے دھمکی دے دی۔بورڈ نے بالآخر انہیں اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ اپنی بیگم کو شارجہ بلا سکتے ہیں۔اس پر وسیم اکرم نے بورڈ سے کہا:

"آپ اس طرح کھلاڑیوں کو ذلیل نہ کیا کریں۔اگر آپ چاہتے ہیں کہ کھلاڑی اپنی بیگمات کو ساتھ لے کر نہ جایا کریں تو اس کے لیے قانون بنا دیں تا کہ کسی کو اعتراض کا موقع ہی نہ ملے۔"

وسیم ارم کی بات میں وزن تھا مگر بے وزن بورڈ نے اس کی پروانہ کی۔

جاری ہے

قسط نمبر 24

کاؤنٹی کا ہیرو

شارجہ کی سنگر ٹرافی میں پاکستان کی بدنامی اور بدقسمتی کا ایک اور دور شروع ہو گیا تھا۔ معین خان کو خسرہ نکل آیا اور وہ ہسپتال میں داخل ہو گیا۔ سعید انور نے ٹیم کی قیادت سنبھالی مگر پاکستان 1989ء کے بعد پہلی مرتبہ شارجہ کے فائنل تک بھی نہ پہنچ سکا اور بھارت نے ٹرافی جیت لی۔

وسیم کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اسے اب جان بوجھ کر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے بہتر ہے کہ وہ انگلینڈ واپس چلا جائے تاکہ بورڈ اور قومی ٹیم کی سیاست کا ابال بیٹھ جائے تو تب وہ واپس آئے۔

انگلینڈ پہنچتے ہی کاؤنٹی سیزن شروع ہو گیا۔ اس نے سیزن میں 81 وکٹیں حاصل کیں۔ وہ کاؤنٹی کے آخری تین میچ کھیل سکا ورنہ اسے یقین تھا کہ اگر وہ یہ میچ بھی نہ کھیل پاتا تو 100 وکٹیں لے کر کاؤنٹی ریکارڈ قائم کر دیتا۔ لنکا شائر نے وسیم کی بدولت چیمپئن شپ جیت لی جبکہ بینسن اینڈ ہیجز کپ میں بھی وسیم نے لنکا شائر کو واضح شکست سے بچا لیا۔ اس نے 97 گیندوں پر 67 سکور بنائے اور یوں لنکا شائر نے یہ ٹرافی بھی جیت لی۔ وسیم اکرم جب آؤٹ ہو کر ڈریسنگ روم میں آیا تو اس کی کاؤنٹی کے تمام کھلاڑی اور منیجر اس سے والہانہ انداز میں چمٹ گئے اور اسے کہا:

”وسیم! تم ہماری کاؤنٹی کے ہیرو ہو ہیرو۔۔۔“

وسیم کا سر فخر سے اونچا ہو گیا مگر دل کے نہاں خانوں میں اپنوں کی بے مروتی اور ناقدرتی کے زخم ہرے ہو گئے۔اس نے آہ بھر کے سوچا کاش یہ پذیرائی مجھے اپنوں سے ملتی۔

وسیم کو کاؤنٹی کے تین میچ چھوڑ کر پشاور ٹیسٹ کے لیے بلا لیا گیا تھا۔ان دنوں رمیض راجہ کو کپتان، عامر سہیل کو نائب کپتان، مشتاق احمد کو کوچ اور ماجد خان کو ٹیم منیجر بنا دیا گیا تھا۔انگلینڈ کے خوشگوار اور سرد موسموں کی لطافت سے محظوظ ہو کر جب وہ پشاور کی سخت گرمی میں پہنچا تو اسے پے درپے ذلت وخواری کا سامنا کرنا پڑا۔وہ جب ہوٹل میں پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ اسے دوسرے کھلاڑی کے ساتھ کمرہ شیئر کرنا پڑے گا۔

وسیم اکرم نے حیرانی کے ساتھ یہ بات سنی اور سیدھا رمیض راجہ کے پاس چلا گیا۔

”راجہ بھائی! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔آج تک تو یہ نہیں ہوا۔ہر سینئر کھلاڑی کا کمرہ الگ ہوتا ہے۔مگر مجھے یہاں بتایا گیا ہے کہ مجھے کمرہ شیئر کرنا پڑے گا“۔

”ہاں! بورڈ اور ٹیم منیجر نے یہی فیصلہ کیا ہے“۔رمیض راجہ نیب تایا۔”صرف کپتان، نائب کپتان، منیجر اور کوچ کو الگ الگ کمرہ کی سہولت میسر ہے۔“

”یہ بالکل نہیں ہو سکتا“۔وسیم اکرم نے کہا۔”مجھے کمرے میں الگ سونے اور رہنے کی عادت پڑ چکی ہے۔میں کمرہ شیئر نہیں کر سکتا۔آپ کچھ کریں“۔مگر رمیض راجہ ابھی نیا اور کمزور کپتان تھا۔اس نے معذرت کر لی جس وسیم نے ماجد خان سے بات کی۔ماجد خان نے پہلے تو ٹکا

ساجواب دیا لیکن پھر انہیں وسیم اکرم کو الگ سے کمرہ دینا ہی پڑا اس لمحے وسیم اکرم نے یہ طے کر لیا تھا کہ اب ٹیم میں اس کے ناپسندہ لوگ شامل ہو چکے ہیں، جو اس کو ٹینشن دینے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔اس سلوک کے باوجود وسیم نے پشاور ٹیسٹ میں سات وکٹیں لیں اور پاکستان نے یہ ٹیسٹ ایک اننگز اور 40 سکور سے جیت لیا۔

جاری ہے

قسط نمبر 25

فیصل آباد ٹیسٹ کے دوران وقار یونس ان فٹ ہو گیا جس کی وجہ سے پاکستان 1981ء کے بعد پہلی مرتبہ ہوم گراؤنڈ میں ٹیسٹ ہار گیا۔ وسیم اکرم کندھے کی تکلیف کے باعث تیسرا ٹیسٹ بھی نہ کھیل سکا اور جب شارجہ ٹورنامنٹ کا آغاز ہوا تو وہ اس کے لیے بھی نہ کھیل سکا۔ یوں رمیض راجہ شارجہ میں بھی ناکام ہو گیا اور اس کی کپتانی مشکوک ہو گئی۔

میچ فکسنگ کا پہلا الزام

پاکستان کرکٹ ٹیم میں کپتانوں کی نیلامی کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ ایک دو سال میں پے در پے کئی کپتان تبدیل ہو چکے تھے جس سے پاکستان کی کرکٹ ٹیم کو بہت سے بحرانوں سے بھی دو چار ہونا پڑا۔ بالآخر 1995ء میں کپتانی کا قرعہ ایک بار پھر وسیم اکرم کے نام نکلا مگر اس بار اس نے کپتانی قبول کرنے سے پیشتر دو شرائط رکھ دیں اور ساتھ ہی کہا کہ وہ بااختیار کپتان بننا قبول کرے گا۔ پہلی شرط یہ تھی کہ اسے سلیکشن کمیٹی میں شامل کیا جائے۔ دوسری یہ کہ ایک سال سے پہلے اسے کپتان سے نہیں ہٹایا جائے گا۔ بورڈ نے اس کی پہلی شرط تو مان لی لیکن دوسری میں یہ ترمیم کر کے مان لی کہ اس کے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے کہ 1996ء کے دورہ انگلینڈ تک وہ ہی کپتان رہے گا۔

وسیم اکرم جو چند سال سے اندرونی سازشوں کا شکار تھا۔ اب بیرونی بلکہ عالمی سازشوں اور الزامات کی زد میں آنے والا تھا۔ اس کا پہلا امتحان آسٹریلیا میں شروع ہوا۔ اس کے بعد نیوزی لینڈ کا دورہ شروع ہوا تو اس میں اسے خاصی کامیابیاں مل گئیں۔ پھر جب ورلڈ کپ 1996ء

کے گروپ میچوں کا آغاز ہوا تو پاکستان باآسانی کوارٹر فائنل تک پہنچ گیا۔یوں پاکستان کا نمبر دوسرا تھا اور کوارٹر فائنل میں اس کا مقابلہ بھارت سے ہو گیا۔اب یہ دونوں روایتی حریف ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ یہ میچ بنگلور میں ہوا۔اسی میچ نے وسیم اکرم کی عزت و ناموس پر انمٹ دھبے لگا دیئے۔ان دنوں ہندو انتہا پسندوں نے پاکستانی کھلاڑیوں کو دھمکیاں بھی دینی شروع کر دی تھیں۔وسیم اکرم کو بھی جان سے مارنے کی دھمکی دی گئی۔اس قدر ڈپریشن زدہ ماحول پیدا کر دیا گیا کہ پاکستانی ٹیم جونہی میدان میں اتری اس کے خلاف نعرے بازی شروع ہو گئی اور کھلاڑیوں پر بوتلیں وغیرہ پھینکی جانے لگیں۔

بد قسمتی سے وسیم اکرم کے کندھے کی تکلیف ایک بر پھر جاگ اٹھی تھی اور وہ میچ نہ کھیل سکا۔لیکن وہ گراؤنڈ سے باہر کھڑے ہو کر ٹیم کا مورال بلند کیے ہوئے تھا۔پاکستان نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اس کے باوجود 37 سکور سے ہار گیا۔

وسیم اکرم کے وہم گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہ میچ ہارنے پر اس کے ساتھ کیا کچھ ہو گا۔پاکستانی ٹیم بالخصوص لاہور میں وسیم اکرم کے خلاف جلوس نکالا اور اس پر میچ فکسنگ کے الزامات لگائے۔

اس کے گھر والوں کو جان سے مار دینے کی دھمکیاں دی گئیں۔اخبارات نے الزام لگایا کہ اس نے بھارت سے ہارنے کے لیے دس ملین ڈالرز لیے ہیں اور یہ تمام رقم اس کی بیوی ہما کے اکاؤنٹ میں ہے۔جب وسیم اکرم ٹیم کے ساتھ لاہور واپس پہنچا تو پولیس نے انہیں حفاظتی حصار میں گھروں تک پہنچایا۔

1996ء میں وسیم اکرم نے دورہ انگلینڈ کیا تو وہاں بھی انگریز لابی نے اس پر بال ٹمپرنگ کا الزام عائد کر دیا۔ سٹے بازی اور میچ فکسنگ کے الزامات تو اپنی جگہ برقرار تھے ہی ٹینشن کی وجہ سے اس کا وزن گرنے لگا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے ہمت نہ چھوڑی اور کامیاب دورے کے بعد میں وہ جب واپس پہنچا تو زمبابوے کا دورہ بہت خوشگوار تھا۔ اس نے شیخوپورہ ٹیسٹ میں آٹھویں وکٹ کی شراکت میں ثقلین مشتاق کے ساتھ مل کر 334 سکور بنائے۔ اس نے درجن بھر چھکوں کی مدد سے 257 سکور بنائے تھے۔ شیخوپورہ ٹیسٹ وسیم اکرم کی زندگی کا سرمایہ ہے۔

جاری ہے

قسط نمبر 26

وسیم کا کہنا تھا کہ ”زمبابوے کے خلاف شیخوپورہ ٹیسٹ کو میں شاید ہی کبھی فراموش کر سکوں۔ بحیثیت بولر تو میرے بہت سے میچز ایسے ہیں جنہیں یادگار کہا جا سکتا ہے۔ لیکن بحیثیت بیٹسمین میں شیخوپورہ ٹیسٹ کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اس ٹیسٹ میں، میں نے آؤٹ ہوئے بغیر 257 رنز بنائے تھے۔ مجھے خود اپنی کارکردگی پر حیرت تھی۔ ساتویں نمبر پر بیٹنگ کے لئے جانے والے ٹیل اینڈر سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں۔ تیس، پینتیس یا زیادہ سے زیادہ پچاس رنز۔ لیکن میرے 257 رنز میرے لئے اب تک ناقابل یقین ہیں۔ اب میں شاید ہی کبھی اس سحر انگیز کارکردگی کو دوہرا سکوں۔ آٹھ گھنٹے مسلسل بیٹنگ تو میں نے کبھی فرسٹ کلاس یا کاؤنٹی کرکٹ میں بھی نہیں کی تھی۔ پچاس کے بعد سو رنز پر پہنچ کر مجھے نہایت لطافت کا احساس ہوا۔ سنچری کے بعد میں لاپرواہ شاٹس مار رہا تھا۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد میرے اسکور کا ہندسہ 150 سے تجاوز کر گیا۔ ثقلین میرے ساتھ ڈٹے ہوئے تھے۔ ہم نے بعد میں آٹھویں وکٹ کی شراکت میں عالمی ریکارڈ بھی بنایا۔ ثقلین بار بار میری ہمت بڑھا رہا تھا۔ مجھے دو سو رنز بنانے کا کوئی خاص شوق نہیں تھا۔ ثقلین بار بار مجھ سے کہہ رہا تھا۔ ”وسیم بھائی! تھوڑی سی ہمت، آپ دو سو کر سکتے ہیں۔“ لیکن 190 کے اسکور سے تالیاں بجنا شروع ہو گئیں۔ مجھے اس وقت احساس ہوا کہ شاید واقعی میں کوئی بڑا کام کرنے جا رہا ہوں۔

ڈبل سنچری۔۔۔اف کس قدر لذت تھی 200 واں رن لینے میں۔ ثقلین مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اس پر مجھے بے حد پیار آ رہا تھا۔ بے لوث جذبے سے اس نے میری ہمت بندھائی اور ڈبل

سنچری بنوادی۔ ورنہ مجھے تو ڈبل سنچری کی لذت کا علم ہی نہ تھا۔ اس دن اس محاورے ''بندر کیا جانے ادرک کا مزہ'' کے معنی و مطلب مجھے پہلی مرتبہ سمجھ میں آئے۔ واقعی ایک بولر یا ٹیل اینڈر کیا جانے ڈبل سنچری کا مزہ۔

ڈبل سنچری بنانے کے بعد اس احساس نے کہ میرا نام اب ظہیر عباس، جاوید میانداد اور حنیف محمد جیسے بیٹسمینوں کی فہرست میں آگیا ہے۔ میرا تن بدن شدید تھکاوٹ کے باوجود کیف و سرور میں ڈوب گیا۔ دو سو کے بعد اب مجھے کیا لینا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر دو چھکے رسید کر دیئے۔ میں تھک چکا تھا۔ مجھے ابھی بولنگ بھی کرنی تھی۔ میں آؤٹ ہو کر چند لمحے ریسٹ کرنا چاہتا تھا لیکن اس موقع پر پویلین سے اعجاز احمد نے ہدایات بھیجیں۔ ''وسیم بھائی۔۔۔ آپ نو چھکے لگا چکے ہیں تین اور لگائیں۔ ورلڈ ریکارڈ ہو جائے گا۔'' وہ سب میری بیٹنگ سے لطف اٹھا رہے تھے۔ وہ مجھ سے بہت کچھ چاہتے تھے۔ باوجود تھکن کے میں پھر ڈٹ گیا۔ اس دن میں جو چاہ رہا تھا ہو رہا تھا۔ بھرپور طاقت سے میں نے تین چکے لگا ہی ڈالے۔ ہر چھکے پر ایسا محسوس ہوتا کہ شاید کیچ آؤٹ ہو جاؤں گا لیکن گیند ہر بار میدان سے باہر ہوتی۔ چھکے مارنے کی خواہش میں اسکور 250 تک پہنچ گیا۔ 300 کا ہندسہ ذہن میں آتے ہی میں لرز گیا۔ ٹرپل سنچری۔۔۔ کیا میں ٹرپل سنچری بنا سکتا ہوں؟ میں زیر لب بڑبڑایا۔۔۔ میں نے ارادہ کر لیا کہ تین سو کے ہندسے تک جاؤں گا۔ لیکن میرے مصمم ارادے میں اس وقت پہلی دراڑ پڑی جب باہمت ثقلین میری ہمت بندھاتے بندھاتے خود پویلین سدھار گئے۔ آخری کھلاڑی وقار یونس تھے۔ وہ طویل عرصے سے پیڈ باندھے پویلین میں بیٹھے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ وہ بھی ثقلین کی مانند سیدھے بلے سے کھیلتے رہے اور میں اپنا سفر جاری رکھوں۔ لیکن وقار گرم خون اور جذبے

والے کھلاڑی ہیں۔انہوں نے سوچا کہ میں بھی چھکے مار سکتا ہوں اور وہ ہٹ آؤٹ کرتے ہوئے بولڈ ہو گئے۔انہوں نے زوردار شاٹ مارنے میں جلدی کی۔ پاکستان کی اننگز ختم ہو گئی۔ میری زندگی کا یادگار ہندستہ 257 پر محدود ہو گیا اور میں ٹرپل سنچری تک نہ پہنچ سکا۔ بہر حال میری زندگی کا یادگار میچ ثابت ہوا۔

یہ کسی آل راؤنڈر کی بہترین کارکردگی ہے۔ لیکن دسمبر 1997ء میں شارجہ کپ کے دوران اس کارکردگی کا گراف گر گیا۔ دراصل وہ سٹے بازی کے الزامات کی وجہ سے بری طرح نروس ہو چکا تھا۔

شارجہ کپ کے بعد بورڈ کی انتظامیہ میں تبدیلی آ گئی۔ ماجد خان چیئرمین بورڈ تھے اور ظہیر عباس چیف سلیکٹرز۔ دونوں کا وسیم اکرم کے ساتھ رویہ انتہائی سرد تھا۔ انہوں نے وسیم اکرم کو ٹیم سے باہر کر دیا اور راشد لطیف کو کپتان بنا دیا۔

پے در پے توہین کی وجہ سے وسیم اکرم سے برداشت نہ ہو سکا۔اس نے ظہیر عباس سے کہا۔

''میں کپتانی کے لیے نہیں کھیلنا چاہتا۔ صرف پاکستان کے لیے ایک کھلاڑی کی حیثیت سے کھیلنا چاہتا ہوں، حالانکہ پیسہ کمانے کے لیے میرے پاس لنکا شائر ہی کافی ہے۔ مگر مجھ پر میرے ملک کا قرض ہے جو تا عمر ادا کرتا رہوں تو ادا نہ ہو گا''۔ ظہیر عباس نے اسے حوصلہ دیا اور کہا کہ حالات کو اپنی قوت ارادی اور دوستانہ رویے سے بدلنے کی کوشش کرو۔

جاری ہے

قسط نمبر 27

اغواء برائے تاوان

وسیم اکرم نے کچھ دن تک تو انتظار کیا کہ شاید اسے ٹیم میں شامل کر لیا جائے لہٰذا وہ اپنی کٹ بیگ تیار کیے ہوئے بیٹھا رہا۔ مگر جب اسے مکمل جواب دے دیا تو وہ واپس انگلینڈ چلا گیا۔ اس بار اس نے کندھے کا آپریشن بھی کرا لیا۔ بعد ازاں لنکا شائر نے اسے کپتان بنا دیا اور اس نے کاؤنٹی سیزن میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ فروری 1998ء میں جب واپس پاکستان آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے والد کو اغواء برائے تاوان کے لیے اغوا کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے بھائیوں پر بھی الزام لگایا گیا ہے کہ وہ سٹے بازی میں وسیم اکرم کے معاون ہیں۔

وسیم اکرم نے اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے پرائیویٹ سکیورٹی فورس سے رابطہ کیا اور گھر کو مسلح پہریداروں کے حوالے کر دیا۔ دریں اثناء اس نے اس وقت کے وزیراعظم میاں نواز شریف سے بھی ملاقات کی اور تمام حالات ان کے گوش گزار کر دیئے۔ نواز شریف خود بھی کرکٹ کے رسیا تھے اور وسیم اکرم کے مداح بھی تھے لہٰذا انہوں نے بورڈ کے حالات تبدیل کرنے کے لیے خالد محمود کو چیئرمین بنا دیا جنھوں نے آتے ہی وسیم اکرم کو ٹیم میں شامل کر لیا اور اسے جنوبی افریقہ بھیج دیا۔ جہاں پاکستان کرکٹ ٹیم اپنے آخری ٹیسٹ کی جیت کے لیے جان لڑا رہی تھی۔ وسیم اکرم نے جاتے ہی کپتان راشد لطیف کو اپنے تعاون کی یقین

دہانی کرائی۔ لیکن راشد لطیف اپنی کپتانی کا حق ادا نہ کر سکا اور اس نے باسط علی اور عامر سہیل کے ساتھ مل کر وسیم اکرم، سلیم ملک، اعجاز اور دوسرے کھلاڑیوں پر میچ فکسنگ کے ثبوت فراہم کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے۔ وطن واپس آتے ہی اس کا مزاج مزید جارحانہ ہو گیا تھا۔

1998-99ء میں ورلڈ کپ کے سیزن کا آغاز ہو گیا تھا۔ پاکستان کو ورلڈ کی تیاریوں کے لیے دس ٹیسٹ اور تیس ون ڈے کھیلنے تھے۔ بورڈ نے راشد لطیف کی بجائے عامر سہیل کو کپتان بنا دیا۔ اس نے صحارا کپ میں بھارت کو شکست دی مگر آسٹریلیا میں ہوم سیریز ہار گیا۔ آسٹریلیا میں ہی عامر سہیل اور وسیم اکرم کے درمیاان اختلافات شروع ہو گئے اور عامر سہیل نے الزام لگایا کہ وسیم اکرم نے اسے قتل کرانے کی دھمکی دی ہے لیکن وسیم اکرم نے اس قسم کی کسی بھی دھمکی سے تعلّقی ظاہر کی۔ ورلڈ کپ 1999ء کا آغاز ہونیوالا تھا جب وسیم اکرم کو تیسری بار کپتان بنانا بورڈ کی مجبوری بن گئی۔

وسیم میاں داد جھگڑا

ورلڈ کپ سے پہلے شارجہ ٹورنامنٹ میں وسیم اکرم اور میانداد میں جھگڑا ہو گیا جس پر میاں داد نے استعفیٰ دے دیا۔ میاں داد نے الزام عائد کیا کہ ٹیم کی کارکردگی کا گراف جس طرح یک دم گر جاتا ہے اور پھر اگلے ہی میچ میں بلند ہو جاتا ہے اس سے ٹیم کا کردار مشکوک ہو جاتا ہے۔ بحیثیت کپتان وسیم اکرم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس بارے میں اپنے کردار کو واضح

کریں۔ وسیم اور میاں داد کے درمیان اس مبینہ جھگڑے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ دونوں کے درمیان 13 ہزار رنز کے ایک تحفہ کی تقسیم پر جھگڑا ہوا تھا۔

وسیم اکرم نے شارجہ کپ کے دوران دو میچ بآسانی جیت لیے تھے مگر تیسرا جیتا ہوا میچ وہ آسانی سے ہار گیا اور پھر اگلے میچوں میں پھر جیت گیا تھا۔ ٹیم کی کامیابیوں کا یہ اتار چڑھاؤ ماہرین کرکٹ کے لیے معمہ بن گیا۔ اس دوران راشد لطیف اپنے چند گواہوں کے ساتھ لاہور کی عدالت میں وسیم اکرم اور بعض دوسرے کھلاڑیوں کے خلاف کچھ ثبوت فراہم کر چکا تھا۔ عدالتی تحقیقات کے لیے جناب جسٹس ملک قیوم کو نامزد کیا گیا تھا۔

ایک طرف تو وسیم اکرم کے خلاف میچ فکسنگ کی تحقیقات جاری تھیں اور دوسری طرف وہ ورلڈ کپ کے لیے ٹیم کو تیار کر رہا تھا۔

جاری ہے

قسط نمبر 28

وسیم اکرم نے شارجہ کپ کے دوران دو میچ بآسانی جیت لیے تھے مگر تیسرا جیتا ہوا میچ وہ آسانی سے ہار گیا اور پھر اگلے میچوں میں پھر جیت گیا تھا۔ ٹیم کی کامیابیوں کا یہ اتار چڑھاؤ ماہرین کرکٹ کے لیے معمہ بن گیا۔ اس دوران راشد لطیف اپنے چند گواہوں کے ساتھ لاہور کی عدالت میں وسیم اکرم اور بعض دوسرے کھلاڑیوں کے خلاف کچھ ثبوت فراہم کر چکا تھا۔ عدالتی تحقیقات کے لیے جناب جسٹس ملک قیوم کو نامزد کیا گیا تھا۔

ایک طرف تو وسیم اکرم کے خلاف میچ فکسنگ کی تحقیقات جاری تھیں اور دوسری طرف وہ ورلڈ کپ کے لیے ٹیم کو تیار کر رہا تھا۔

وسیم اکرم نے ورلڈ کپ میں جی جان سے محنت کی مگر فائنل میں وہ آسٹریلیا سے ہار گیا۔ کسی کو یہ توقع نہیں تھی کہ ورلڈ کپ کے پول میچوں میں برق و باراں کی طرح مخالفوں کو روند ڈالنے والا پاکستان فائنل اتنی آسانی سے ہار جائے گا۔ پاکستان تو کیا دنیا کا ہر ایک شخص اس بات پر حیران تھا کہ پاکستان جیسی مضبوط ٹیم کیسے ہار گئی؟

وسیم اکرم ہیرو یا جواری؟

کرکٹ کی دنیا میں جوئے اور سٹے بازی کے رجحان نے پاکستان کرکٹ کو ایک نئے بحران سے دوچار کر دیا تھا جس کے باعث 1998ء میں قومی کرکٹرز کے خلاف جسٹس قیوم کی عدالت میں انکوائری زور و شور سے شروع ہو گئی۔ وسیم اکرم کے خلاف بورڈ کارروائی کرنے پر مجبور

ہو گیا۔ لہٰذا سر گرم لابی اس دوران ان کے خلاف ٹھوس ثبوت تو فراہم نہ کر سکی لیکن بیانات اور الزامات کے تسلسل نے اس کی حیثیت کو مشکوک بنا دیا۔ جسٹس قیوم سمیت عالمی کرکٹ کے حلقوں اور وسیم اکرم کے مداحوں کی شدید دکھ کی لہر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ اور کھلاڑیوں کی جگ ہنسائی ہونے لگی۔ اس بحران کو عالمی میڈیا نے خوب اچھالا اور وسیم اکرم کے خلاف اندرون ملک سر گرم لابی کو تقویت مل گئی۔

جسٹس قیوم کی انکوائری میں ایسے ہوشربا اور شرمناک واقعات سامنے آرہے تھے کہ حکومت پاکستان نے بالآخر 1999ء میں پاکستان کرکٹ بورڈ کو ختم کر دیا اور خالد محمود کی جگہ نیب کے سربراہ سینیٹر سیف الحرمن کے بھائی مجیب الرحمٰن کو پاکستان کرکٹ بورڈ کی ایڈہاک کمپنی کا سربراہ بنا دیا گیا۔ جاوید زمان ایڈہاک کمیٹی کے رکن بنا دیئے گئے اس کے ساتھ انہیں خزانچی حافظ منظور کی جگہ مالیاتی انچارج بھی مقرر کر دیا گیا۔ جبکہ ڈومیسٹک کرکٹ کے انچارج کے طور پر بھی وہ خدمات انجام دینے کے لئے مقرر کئے گئے۔ عوام نے حکومت کے اس فیصلہ کو سراہا کہ اب سکروٹنی کمیٹی کی رپورٹ کے بعد ہی بورڈ میں قیقی نمائندے شامل کئے جائیں گے۔ ان حالات میں احتساب بیورو کے سربراہ سینیٹر سیف الرحمٰن نے ایک انٹرویو میں انکشاف کیا کہ احتساب بیورو نے ورلڈکپ کے حوالے سے وسیم اکرم، سلیم ملک اور اعجاز احمد کے خلاف ٹھوس ثبوت اکٹھے کر لئے ہیں۔ احتساب بیورو کے سربراہ نے یہ بھی کہا کہ انہیں کھلاڑیوں کے اثاثوں کی تحقیقات سے معلوم ہو گیا ہے کہ کھلاڑیوں کے اثاثے ان کی آمدنی سے کہیں زیادہ ہیں۔ انہی دنوں کرکٹ بورڈ ایڈہاک کمیٹی کے چیئرمین مجیب الرحمٰن نے بھی وائس آف امریکہ کو ایک انٹرویو کے دوران بتایا کہ جب تک وسیم اکرم، سلیم ملک اور اعجاز احمد

کے خلاف الزامات کیب ارے میں حتمی فیصلہ نہیں ہو جاتا ان کھلاڑیوں کو پاکستانی ٹیم میں شامل نہیں کیا جائے گا۔وائس آف امریکہ نے وسیم اکرم کے بارے میں کہا کہ پاکستان کرکٹ بورڈ کی تحقیقاتی رپورٹ شائع ہونے کے بعد اس بات کا قوی امکان ہے کہ وسیم اکرم پر اپنے دوسرے ساتھیوں سمیت ہمیشہ کے لئے پابندی لگا دی جائے گی۔

جاری ہے

itsurdu.blogspot.com

قسط نمبر 29

قومی کرکٹ ایڈہاک کمیٹی کے چیئرمین اور قومی احتساب بیورو کے چیئرمین کے بیانات نے وسیم اکرم کو ہلا کر رکھ دیا اور اس کی شوگر بڑھ گئی۔ وسیم اکرم کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ ان دنوں وسیم اکرم بہت زیادہ ٹینشن میں تھا اس کے گھر والوں کو قتل اور اغوا کی دھمکیاں موصول ہونے لگی تھیں اور اس نے ملک چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن اس کی بیگم ہما اور اہم اعزیزوں دوستوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ بزدلوں کی طرح ملک چھوڑ کر نہ بھاگے بلکہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے عدالت سے تعاون کرے۔

وسیم اکرم سیلف میڈ انسان ہے۔ اس نے بڑی تگ دو سے ایک ایک تنکا جوڑ کر جو آشیانہ بنایا تھا وہ باد مخالف کے طوفان کے باعث اس کے بکھرنے کا اندیشہ بڑھ گیا تھا کہا جاتا ہے کہ وسیم اکرم پر جب حکومتی تحقیقاتی کمیشن کا دباؤ بڑھنا شروع ہوا تو وہ ہر ایک سے الجھنے لگا تھا۔ اس کا اپنے بھائی ندیم اکرم کے ساتھ بھی جھگڑا ہو گیا تھا اور اپنی بدنامی کا باعث اسے ٹھہراتا تھا۔ ندیم اکرم کے بارے میں یہ افواہیں سرگرم تھیں کہ سکول کے زمانے سے سٹے بازی کا مشغلہ رہا ہے لہٰذا وسیم اکرم کو سٹے بازی اور جوئے کی دلدل میں گرانے والا کوئی اور نہیں بلکہ اس کا یہ بھائی تھا۔

راقم کی جب وسیم اکرم سے ان امور پر بات ہوئی تو اس نے ان تمام الزامات کی نفی کی اور کہا کہ ان کا اپنے بھائی سے آج تک جھگڑا نہیں ہوا۔ ندیم اکرم کے بارے میں افواہیں بھی من گھڑت ہیں۔ بہر حال وسیم اکرم نے اعتراف کیا کہ 1999ء میں قومی احتساب بیورو اور قومی

کرکٹ بورڈ کی ایڈہاک کمیٹی کے چیئر مینوں سیف الرحمٰن اور مجیب الرحمٰن جو کہ سگے بھائی ہیں ان کی جانب سے بہت دباؤ رہا۔

بورڈ کی ایڈہاک کمیٹی کی نظر میں وسیم اکرم بطور کپتان ایک مشکوک کھلاڑی قرار پایا گیا تھا۔ احتساب بیورو نے اس کے علاوہ دیگر سات کھلاڑیوں سلیم ملک، اعجاز احمد، معین خان، انضمام الحق، مشتاق احمد، وقار یونس اور ثقلین مشتاق پر جوئے اور میچ فکسنگ کے الزامات عائد کئے اور ان کے خلاف چارج شیٹ کر دی۔ بعدازاں احتساب بیورو میں احتساب سیل کے ڈائریکٹر جنرل خالد عزیز نے اس امر کی توثیق کی کہ ان کھلاڑیوں کو پاکستان کرکٹ بورڈ کے رولز کے تحت الزامات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ احتساب بیورو نے میچ فکسنگ اور جوئے کا جائزہ لینے والے ایک رکنی عدالت کمیشن کے چیئرمین جسٹس قیوم سے بھی اس سلسلے میں رپورٹ مکمل کرنے کو کہا۔

جنرل خالد عزیز نے ان کھلاڑیوں پر عائد الزامات کی ایک رپورٹ جاری کی جس میں کہا گیا کہ الزامات کا مواد کرکٹ بورڈ پر دب کمیٹی سے حاصل کیا گیا ہے پاکستان کرکٹ بورڈ کے قانونی مشیر سبطین فضلی سے کہا گیا کہ وہ اس سلسلے میں جسٹس قیوم انکوائری کمیٹی کا اکٹھا کیا گیا متعلقہ مواد بھیجیں۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ جسٹس قیوم نے وفاقی حکومت سے ہدایات لینے کی درخواست کی ہے کہ کیا وہ انکوائری کو ختم کر کے اس کے سامنے پیش کئے گئے مواد کو پیش نظر رکھ کر اپنی رائے دیں یا انگلینڈ میں ورلڈ کپ کے دوران لگائے گئے الزامات بھی اس میں شامل کریں۔ احتساب بیورو کی رپورٹ میں کہا گیا کہ معاملہ کو التواء میں ڈالنے کی بجائے حکومت سے کہا جائے کہ وہ جسٹس قیوم کو اپنی حتمی رپورٹ پیش کرنے کی درخواست کرے کہ ورلڈ کپ

کے معاملہ کی تحقیقات الزامات کا مواد اکٹھا کرنے کے بعد الگ سے کی جائے اور پھر فیصلہ کیا جائے کہ اس معاملہ کو پاکستان کرکٹ بورڈ کے کنڈکٹ رولز کے تحت عمل میں لایا جائے یا کریمنل ایکشن کے تحت ایف آئی آر درج کی جائے جس کے لئے باقاعدہ قانونی رائے لی جائے۔

الزامات کی تحقیقات کرنے والی کمیٹی کی انکوائری رپورٹ میں جو الزامات عائد کئے گئے ان پر پاکستان کرکٹ بورڈ کے کنڈکٹ رولز کے تحت کارروائی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔ کمیٹی کی انکوائری رپورٹ میں پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان وسیم اکرم پر الزام عائد کیا گیا کہ انہوں نے 16مارچ1994ء کو کرائس چرچ میں نیوزی لینڈ کے خلاف ایک روزہ بین الاقوامی میچ میں عطاء الرحمٰن کے ساتھ مل کر میچ فکسنگ کی اور میچ نیوزی لینڈ نے سات وکٹ سے جیت لیا۔ وسیم اکرم نے پاکستان واپس آکر عطاء الرحمن کو ایک لاکھ روپے ادا کر دیئے۔

جاری ہے

قسط نمبر 30

وسیم اکرم پر دوسرے الزام کے مطابق انہوں نے 1994ء میں ٹورنٹو میں صحارا کپ کے دوران بری کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھارت کے خلاف میچ ہارا۔ سلیم ملک پر الزام عائد کیا گیا کہ انہوں نے 16 مارچ 1994ء کو کراس چرچ میں نیوزی لینڈ کے خلاف ایک روزہ بین الاقوامی میچ میں وسیم اکرم، اعجاز احمد دوسرے نامعلوم افراد کے ساتھ مل کر سازش کی جس سے پاکستان میچ ہار گیا۔ اس پر دوسرے الزام کے مطابق اس نے 1994-95ء میں ساؤتھ افریقہ کے دورہ کے دوران ساؤتھ افریقہ کے خلاف جوہانسبرگ میں ہونے والا دوسرا سکینڈ فائنل جان بوجھ کر ہارا۔ انکوائری رپورٹ میں وسیم اکرم، سلیم ملک اور اعجاز پر مشترکہ الزامات بھی لگائے گئے جن کے مطابق انہوں نے مل کر شارجہ کے نامور بک کیپر چوتانی اور ظفر جوجو کے ساتھ میچ ہارنے کی سازش تیار کی جس کے تحت پاکستان 1994ء میں بھارت کے خلاف میچ ہارا۔

تحقیقاتی کمیٹی نے وسیم اکرم، سلیم ملک، اعجاز احمد، معین خان، انضمام الحق، مشتاق احمد، وقار یونس اور ثقلین مشتاق کے خلاف الزامات عائد کئے اور وسیم اکرم، سلیم ملک اور اعجاز کو پاکستان کرکٹ ٹیم میں مزید شامل نہ رکھنے کی سفارش بھی کی پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان عامر سہیل نے جوئے اور میچ فکسنگ کی تحقیقات کرنے والے احتساب بیورو کو قومی کرکٹ کے ان کھلاڑیوں کے نام بتا دیئے جو جوئے او میچ فکسنگ میں ملوث رہے تھے۔ سابق کپتان نے رضاکارانہ طور احتساب بیورو کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا کہ وسیم اکرم، سلیم ملک اور اعجاز

احمد قومی کرکٹ ٹیم کے وہ اصل کھلاڑی ہیں جن کے نہ صرف بک میکروں کے ساتھ ہمیشہ قریبی روابط رہے بلکہ بیرون ملک دوروں کے وقت بھی بک میکر ان کھلاڑیوں کے ہوٹلوں میں ٹھہرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کے ایک بک میکر وسیم اکرم کے قریبی دوست ہیں جو ہمیشہ دوروں پر وہیں ٹھہرتا ہے جن ہوٹلوں میں پاکستانی ٹیم ٹھہرتی ہے۔ عامر سہیل نے انکوائری آفیسر کو بتایا کہ ہر کھلاڑی مختلف اشاروں سے بک میکروں کو گراؤنڈ کے اندر سے معلومات فراہم کرتے رہتے ہیں۔ عامر سہیل نے احتساب بیورو کو کھلاڑیوں کی جائیدادوں اور اثاثوں کے بارے میں اگلے ہفتے آگاہ کرنے کا وعدہ کیا جو کہ بیرون ملک ہونے کی وجہ سے چھپی ہوئی تھیں مگر وہ یہ تفصیلات پیش نہ کر سکے۔

جسٹس قیوم کی سربراہی میں ایک رکنی عدالتی کمیشن کی کارروائی میں قومی کرکٹ کے منتظمین و ماہرین اور سپورٹس صحافیوں کے علاوہ مبینہ بکیوں کو بھی طلب کیا گیا تھا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کے سابق چیف ایگزیکٹو عارف علی خان عباسی سابق منیجر یاور سعید ان کے روبرو نے کہا کہ ان کے دور میں قومی ٹیم میچ فکسنگ میں ملوث نہیں رہی۔ تاہم کھلاڑیوں پر الزامات آتے رہے ہیں مگر ان کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملا۔

16 ستمبر 1998ء کے روز جاوید برکی نے انکشاف کیا کہ پاکستان ٹیم کے ارکان جوئے میں ملوث رہے ہیں اور سلیم ملک براہ راست میچ فکسنگ میں ملوث تھے۔ انہوں نے کہا کہ عارف عباسی کا یہ بیان درست ہے کہ کھلاڑیوں پر میچ فکسنگ کے الزامات کا کوئی ٹھوس ثبوت یا شہادت موجود نہیں ہے کیونکہ جوئے کے سو فیصدی ثبوت نہیں ہوتے مگر متعدد واقعات اور شہادتیں ضرور موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ میچز فکس کئے گئے تھے۔

جاوید برکی نے سلیم ملک پر الزام عائد کیا کہ وہ میچ فکسنگ میں ملوث تھے جس کی وجہ سے انہیں کہا گیا تھا کہ وہ نہ کھیلیں اور ان کی وجہ سے وسیم اکرم اور اعجاز احمد پر بھی الزامات عائد کئے گئے تھے مگر وسیم اکرم کو اس وقت صرف وارننگ دی گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ بورڈ صرف یہی کر سکتا ہے کہ جو کھلاڑی میچ فکسنگ میں ملوث ہو اسے ٹیم سے نکال دیا۔ اسی طرح سابق ٹیسٹ کرکٹر ہارون رشید، باسط علی اور روزنامہ دی نیوز لاہور کی ایڈیٹر کاملہ حیات نے کمیشن کے سامنے بیانات قلمبند کرائے۔ ہارون رشید نے کسی کھلاڑی کو براہ راست میچ فکسنگ میں ملوث نہیں کیا مگر بعض میچوں کے حوالے دیتے ہوئے کہا کہ انہیں آسانی سے جیتا جا سکتا تھا۔ تاہم سلیم ملک، وسیم اکرم اور اعجاز احمد کے غیر ذمہ دارانہ کھیل کی وجہ سے پاکستان کو شکست ہوئی۔

اگرچہ کہ پاکستان کرکٹ برڈ کے حکام کا یہ کہنا تھا کہ ابتدائی رپورٹ میں پاکستان کے کسی کھلاڑی کو سٹے بازی میں ملوث نہیں بتایا گیا تھا مگر یہ خفیہ رپورٹ کامن ویلتھ گیمز کے دوران کوالالمپور میں صحافیوں میں تقسیم کی گئی تاہم یہ علم نہیں ہو سکا کہ یہ رپورٹس کس طرح منظر عام پر آئی اور کس طرح اس کی فوٹو کاپیاں غیر ملکی اخبار نویسوں کے پاس بھی پہنچ گئیں جس میں تین کھلاڑیوں وسیم اکرم، سلیم ملک اور اعجاز احمد کے علاوہ بعض دوسرے کھلاڑیوں پر سٹے بازی میں ملوث ہونے کا شک ظاہر کیا گیا۔ آسٹریلیا سے تعلق رکھنے والے صحافیوں نے اس رپورٹ میں خصوصی دلچسپی ظاہر کی تھی۔

26 ستمبر 1998ء کے روز لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس ملک محمد قیوم پر مشتمل ایک رکنی کمیشن نے وسیم اکرم، عامر سہیل، راشد لطیف، عطاء الرحمٰن، سینئر اقبال حیدر، ڈاکٹر ڈین

کیسل، ظفر الطاف اور عاقب جاوید کے دوست نعیم گلزار کو طلب کر لیا جبکہ کمیشن کے روبرو سلیم ملک، اعجاز احمد، عاقب جاوید، رمیز راجہ اور صحافی امتیاز سپرا نے سٹے بازی سے متعلق اپنے بیانات ریکارڈ کرائے۔ سلیم ملک نے کہا کہ میں تمام الزامات کی تردید کرتا ہوں۔ ریکارڈ گواہ ہے کہ میری کپتانی کے دور میں ٹیم نے 76 فیصدی کامیابیاں حاصل کیں۔ انہوں نے وضاحت کی کہ سری لنکا کے دورے کے دوران میں ایک روز کے لئے لاہور نہیں اسلام آباد آیا تھا جہاں میرے بیٹے کو گر جانے کے سبب شدید چوٹیں آئی تھیں جس کی وجہ سے وہ آج تک بولنے سے قاصر ہے۔ میں راشد لطیف کے ساتھ پاکستان آیا اور کراچی سے سیدھا اسلام آباد گیا اور اگلے روز کراچی واپس آگیا اور پھر سری لنکا چلا گیا، اس بارے میں پی آئی اے کا ریکارڈ موجود ہے۔

فاضل جج نے کہا کہ انکوائری کی زیادہ ضرورت آپ کو اور وسیم اکرم کو ہے، اگر آپ پر لگائے الزامات غلط ہیں تو کوشش ہو گی کہ آپ دونوں کا نام اس فہرست سے ہمیشہ کیلئے خارج کر دیا جائے۔ باسط علی کی آپ سے لڑائی ہے مگر اس نے آپ پر کوئی الزام نہیں لگایا تاہم چیمبر میں باسط نے جو بیان دیا ہے وہ منظر عام پر آ جائے تو کھلبلی مچ جائے گی۔

جاری ہے

قسط نمبر 31

اعجاز احمد نے کہا کہ راشد لطیف اور باسط علی نے جب ریٹائر منٹ کا اعلان کیا تھا تو اس کی وجہ کا علم نہیں تھا مگر پاکستان آکر علم ہوا کہ انہوں نے جوئے اور میچ فکسنگ کے الزامات عائد کیئے تھے۔زمبابوے کے دورے پر آخری میچ میں جھڑپ ہوئی تھی۔اعجاز نے کہا کہ نیوزی لینڈ کے خلاف میچ کے بعد منیجر انتخاب عالم نے مجھے کمرے میں بلایا اور کہا کہ قرآن پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاؤ کہ تم نے پیسے نہیں لئے ہیں،میں نے کہا کہ میں 45 پر ناٹ آؤٹ رہا ہوں تاہم اس کے باوجود میں نے حلف لیا۔میں اور سلیم ملک ہم زلف ہیں اور جب سلیم ملک پر الزامات لگتے ہیں تو ہم زلف ہونے کی وجہ سے مجھے بھی ملوث کر دیا جاتا ہے مگر مجھے سلیم ملک پر الزامات کا کوئی علم نہیں ہے۔

فاضل جج نے دریافت یا کہ جو کھلاڑی جان بوجھ کر رن آوٹ ہو جاتا ہے اس کا تو آپ کو علم ہو جاتا ہو گا،آپ اپنے ہم زلف کا دفاع کیوں نہیں کر رہے ہیں تو اعجاز نے کہا کہ میرے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔

صحافی امتیاز سپرا نے کہا کہ وسیم اکرم اور سلیم ملک ہمارے عظیم کھلاڑی ہیں اور ہمیں ان پر فخر کرنا چاہیے۔عاقب جاوید نے اپنے بیان میں کہا کہ وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون سا کھلاڑی میچ فکسنگ میں ملوث ہے۔میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔عاقب نے کہا کہ کمیشن بینک آفیسر سلیم پرویز کو بھی طلب کرے کیونکہ وہ بکی بھی ہے۔انہوں نے انکشاف بھی کیا کہ زمبابوے کے دورے کے بعد وقار یونس نے کارلی تھی لیکن اس بات کا علم نہیں ہے کہ اس

نے پیسے بھی لئے تھے یا نہیں۔میں نے وقار یونس سے کہا تھا کہ کار واپس کر دو۔عدالتی استفسار پر عاقب نے کہا کہ وسیم اکرم نے مجھے براہ راست یہ بات نہیں کہی تھی کہ تمہیں اب ٹیم میں شامل نہیں کروں گا بلکہ مجھے یہ بات ایک مشترکہ دوست نے بتائی تھی۔عاقب نے کہا میرے خیال میں میچ فکسنگ ہوئی ہے اور اس ضمن میں وسیم اکرم اور سلیم ملک پر زیادہ الزامات ہیں۔

ادھر عدالتی کارروائی جاری تھی تو دوسری جانب مارک وانیبھی بیان دیا کہ آسٹریلوی کرکٹ بورڈ نے اجازت دی تو وہ سٹے بازی کے تحقیقاتی کمیشن کے سامنے پیش ہونے کو تیار ہیں مگر اسی روز آسٹریلوی کرکٹ بورڈ نے اصولی فیصلہ کر لیا کہ ان کے کھلاڑی کمیشن کے سامنے پیش نہیں ہوں گے جبکہ آسٹریلوی بورڈ کے چیف ایگزیکٹو میلم اسپیڈ نے آسٹریلوی کھلاڑیوں کو ہدایت کی کہ وہ صرف کھیل پر توجہ دیں اور دیگر معاملات میں ملوث ہونے سے گریز کریں۔اسی دوران اس بات کا علم بھی ہوا کہ آسٹریلوی کرکٹ بورڈ ان اطلاعات سے لا علم ہے کہ ان کے کھلاڑیوں کو عدالتی کمیشن نے طلب کیا ہے۔

اگلے ہی روز آسٹریلوی کپتان مارک ٹیلر نے بھی اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ تحقیقاتی کمیشن کے سامنے پیش ہونے کو تیار ہیں لیکن اس سے دورہ متاثر ہو سکتا ہے۔دوسری جانب سابق آسٹریلوی کپتان اور کوچ بابی سمپسن نے کہا کہ جب تک الزامات ثابت نہ ہو جائیں پاکستان جس کھلاڑی کو چاہیئے ٹیم میں سلیکٹ کر سکتا ہے۔مارک ٹیلر نے کہا کہ میں کمیشن کے سامنے پیش ہونے سے نہیں گھبراتا لیکن اس موقع پر دونوں ممالک کے کرکٹ بورڈز کو یہ طے کرنا ہو گا کہ سیاسی طور پر کیا بہتر رہے گا۔ویسے میں صورتحال کو کشیدہ نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ تحقیقات پاکستانی کھلاڑیوں کے خلاف ہو رہی ہیں۔

اس دوران وسیم اکرم نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ کرکٹرز اتنے کمینے نہیں ہیں کہ پیسے کی خاطر ملک و قوم کا نام بدنام کریں، میں جوئے یا سٹے میں ملوث نہیں ہوں لہٰذا میرا ضمیر مطمئن ہے۔ یہ چند حاسد لوگوں کا گروہ ہے جو کھلاڑیوں کو بدنام کرنے کے لئے الزامات لگا رہے ہے۔ میں نے کسی کو جوا کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا اور تمام معاملات خدا پر چھوڑ کر خاموشی اختیار کرلی ہے۔ وسیم اکرم نے کہا کہ میں پہلے بھی کمیٹی کے سامنے پیش ہوا تھا اور اب بھی کمیشن کے سامنے پیش ہونے کو تیار ہوں کیونکہ کوئی اگر اینٹ مارے تو اسے جواباً پتھر ضرور مارنا چاہیے۔ تمام مسائل کا حل یہ ہے کہ کرکٹ بورڈ مداخلت کرے ورنہ جس کے منہ میں جو آئے گا وہ بولتا چلا جائے گا۔

اسی دوران ایک خبر یہ بھی آئی کہ پاکستان کرکٹ بورڈ نے آسٹریلوی بورڈ کو تحریری طور پر اطلاع دے دی ہے کہ ان کے کھلاڑی لاہور ہائی کورٹ میں پیش ہوں اور اپنے بیانات ریکارڈ کرائیں۔ تاہم اس سلسلے میں ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالیں گے۔ عدالت نے بھی اسی موقف کا اظہار کیا کہ یہ آسٹریلوی ٹیم کے کھلایوں کو طلب کرنے کیلئے سمن پاکستان کرکٹ بورڈ کو ارسال کر دیئے۔ یکم اکتوبر کو سینٹ کی اسٹینڈنگ کمیٹی برائے اسپورٹس نے میچ فکسنگ کے معاملے پر اس وقت تک بحث روک دی جب تک جسٹس ملک محمد قیوم کی سربراہی میں کام کرنے والا کمیشن اپنا فیصلہ نہیں سنا دیتا۔

انکوائری کمیشن نے کئی روز تعطل کے بعد 3 اکتوبر 1998ء کو ایک مرتبہ پھر کارروائی کا آغاز کیا تو اس وقت دلچسپ صورتحال پیدا ہوئی جب ٹیسٹ کرکٹر عطاء الرحمٰن پاکستانی کھلاڑیوں پر جوئے اور سٹے کے الزامات سے متعلق اپنے حلفیہ بیان سے مکر گیا جس پر عدالت نے سخت

برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یا تو عطاء الرحمٰن نے انکوئری کمیٹی کے سامنے جھوٹ بولا تھا یا وہ کمیشن کے روبرو ایسا کر رہا ہے۔ جسٹس ملک محمد قیوم نے کہا کہ اگر یہ ثابت ہو گیا تو اسے گرفتار کر کے فوری جیل بھیج دیا جائے گا۔ عدالت نے ریمارکس دیئے کہ کھلاڑی قوم کا سرمایہ ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی عزت کی جاتی ہے لیکن کسی نے اگر کمیشن کے روبرو غلط بیانی سے کام لیا تو اسے معاف نہیں کیا جائے گا اور ایک دو کھلاڑیوں کو اندر کر دیا گیا تو سب ٹھیک ہو جائیں گے۔

جاری ہے

قسط نمبر 32

عطاء الرحمٰن نے کمیشن کے سامنے حلف اٹھانے کے بعد بیان میں کہا کہ مجھے جوئے یا میچ فکسنگ کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ نہ ہی میں نے کسی کھلاڑی کے اس میں ملوث ہونے کے الزامات عائد کئے اور نہ ہی میں نے کوئی ایسا بیان دیا کہ وسیم اکرم کی طرف سے مجھے تین چار لاکھ روپے کی پیشکش ہوئی تھی۔

اس موقع پر پی سی بی کے قانونی مشیر علی سبطین فاضلی نے وفاقی شرعی عدالت کے جج کی نگرانی میں قائم انکوائری کمیٹی کے روبرو دیئے گئے بیان کی نقل ریکارڈ سے نکالی اور عطاء سے کہا کہ آپ نے تو انکوائری کمیٹی کو بیان دیا تھا کہ مجھے وسیم اکرم نے خراب باؤلنگ کرانے کے لئے تین چار لاکھ روپے کی پیش کش کی تھی اور آپ نے اس سلسلے میں عامر سہیل کو بھی آگاہ کیا تھا جس پر عطاء الرحمٰن نے کہا کہ میں نے ایسا کوئی بیان نہیں دیا۔

جب علی سبطین فاضلی نے ریکارڈ سے نکال کر اس کا دستخط شدہ بیان حلفی دکھایا تو عطا نے کہا کہ یہ میرا بیان حلفی نہیں ہے اور میرے بارے میں جو خبریں شائع ہوئی ہیں کہ میں سٹے بازی میں ملوث ہوں مجھے خود بھی اس کا علم نہیں ہے۔

فاضل جج نے کہا کہ انکوائری کمیٹی میں آپ نے جو بیان دیا تھا اس حلفیہ بیان پر آپ کے دستخط موجود ہیں تو عطاء الرحمٰن نے کہا کہ یہ میرے دستخط نہیں ہیں اور مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ جسٹس ملک محمد قیوم نے کہا کہ یا تو آپ نے پہلے جھوٹ بولا تھا یا اب بول رہے ہیں، اگر دونوں میں سے ایک بھی جھوٹ نکلا تو آپ کو جیل بھیج دوں گا۔

جب کمیشن نے عطاء الرحمٰن سے اس کا شناختی کارڈ طلب کیا تو اس نے کہا کہ وہ تو گھر پر پڑا ہے۔ فاضل جج نے کہا حلفیہ بیان پر آپ کے دستخط ہیں اور شناختی کارڈ نمبر لکھا ہوا ہے، اگر دستخط جعلی ہیں تو شناختی کارڈ نمبر تو جعلی نہیں ہو سکتا، آپ کیوں اپنے کیریئر کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ مجھے علم ہے کہ بعض کھلاڑیوں سے تمہاری دوستی ہے مگر مجھ سے جان چھوٹے گی تو کرکٹ کھیل سکو گے کیونکہ مجھے کچھ بیان دیا ہے اور ایک جج کے سامنے کچھ اور کہا ہے۔ مجھے میرے ایڈیشنل رجسٹرار نے بتایا تھا کہ عطاء الرحمٰن کھلاڑیوں کے جوئے اور سٹے میں ملوث ہونے کے بارے میں اہم انکشافات کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے بند کمرے میں سماعت کر لی جائے مگر اب تم کچھ اور کہہ رہے ہو، تم غلط بیانی کر رہے ہو لہٰذا میں تمہیں ابھی گرفتار کرواؤں گا۔

جاری ہے

قسط نمبر 33

لاہور ہائی کورٹ کے رجسٹرار عبدالسلام خاور نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ عطاء الرحمٰن سے بند کمرے میں بیان لینے کی بابت بات ہوئی تھی مگر عطاء الرحمٰن نے اس بات سے بھی انکار کر دیا جس پر جسٹس ملک محمد قیوم نے کہا کہ میں یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ انکوائری کمیٹی کے سربراہ جج نے تمہارا غلط بیان لکھا، میں تمہیں مہلت دیتا ہوں کہ دوبارہ سوچ سمجھ لو، میں تمہارا ایک مرتبہ پھر بیان لوں گا اور پھر علی سبطین فاضلی کو حکم دیا کہ وہ انکوائری کمیٹی کے روبرو عطاء الرحمٰن کے بیان کا اصل ریکارڈ پیش کریں اور کمیٹی کے ارکان کو بھی طلب کریں جن کے سامنے یہ بیان دیا گیا تھا۔

عطاء الرحمٰن کی حلفیہ بیان سے منحرفی کا الزام بھی وسیم اکرم پر آیا۔ کہا گیا کہ وسیم اکرم نے اس پر بے حد دباؤ ڈالا تھا کہ وہ اپنے پہلے بیان سے منحرف ہو جائے۔ اگر عطاء الرحمٰن اپنے بیان پر قائم رہتا تو آج وسیم اکرم بھی سلیم ملک اور عطاء الرحمٰن کی طرح ٹیم سے باہر ہوتا ۔تاہم وسیم اکرم کا کہنا ہے کہ اس نے عطاء الرحمٰن پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا تھا۔

6اکتوبر1998ء کے دن چیف جسٹس لاہور ہائیکورٹ کی قیام گاہ پر کیمرے کے سامنے مارک ٹیلر اور مارک واگ نے ایک مرتبہ پھر وہی الزامات دوہرائے کہ سلیم ملک نے 1994ء میں انہیں میچ ہار جانے کے لئے رشوت پیش کش کی تھی مگر وہ اس بات کا جواب نہ دے سکے کہ انہوں نے اس بات کو منظر عام پر لانے کے لئے تاخیر سے کام کیوں لیا؟مارک

ٹیلر نے کمیشن کو بتایا کہ انہیں کسی نے براہ راست کوئی پیش کش نہیں کی مگر ان کے ساتھی کھلاڑیوں نے ان کو آگاہ کیا کہ انہیں اس قسم کی پیش کش ہوئی ہے۔

90 منٹ جاری رہنے والی کارروائی کے دوران آسٹریلوی کھلاڑیوں کے ساتھ آسٹریلین کھلاڑیوں کے ساتھ آسٹریلین ٹیم کے کوچ جیف مارش اور چیف ایگزیکٹو میلکم اسپیڈ بھی موجود تھے جن کو ماجد خان اپنی کار میں لے کر آئے تھے۔آسٹریلوی کھلاڑیوں نے اپنے بیانات کے بعد صحافیوں کو نظر انداز کیا اور فوری طور پر ہوٹل روانہ ہو گئے مگر بعد میں انہوں نے کہا کہ عدالتی کمیشن کے سامنے بیان دینے کے بعد ان کا کردار ختم ہو گیا ہے۔

یاد رہے 1995ء میں مار وا نے بیان دینے کی غرض سے پاکستان آنے سے انکار کر دیا تھا مگر اس مرتبہ وہ کمیشن کے سامنے پیش ہوئے اور انہوں نے کہا کہ چار سال قبل میں نے جو بیان حلفی دیا تھا میں اب بھی اس پر قائم ہوں۔ٹیلر نے کہا کہ ہم بیان دے کر خوش نہیں ہیں مگر ہمیں اس کی ضرورت تھی اور یہ ہمارا فرض تھا۔ میلکم اسپیڈ نے کہا کہ مارک ٹیلر اور مارک وا کی گواہی کے لئے شرائط طے کئے جانے کے بعد بیان دینے کے لئے آسٹریلوی کھلاڑی مطمئن تھے۔

8 اکتوبر 1998ء کو لاہور ہائیکورٹ کے جناب جسٹس ملک محمد قیوم نے کھلاڑیوں کی اگلی پیشی پر عدالتی کارروائی کے دوران کہا کہ جان بوجھ کر میچ ہارنا ایسے ہی ہے جیسے کہ کشمیر کو فروخت کر دیا جائے۔ تین گھنٹے تک جاری رہنے والی کارروائی میں جناب جسٹس نے واضح کیا کہ کمیشن کے روبرو کھلاڑیوں کو اس لئے بلایا گیا ہے کہ وہ میچ فکسنگ، جوئے اور سٹے سے

متعلق افواہوں کے حوالے سے چائی اور حقائق تلاش کرنے میں کمیشن کی معاونت کریں کیونکہ نہ تو کھلاڑیوں کو ملزم بنایا گیا ہے اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی چارج لگایا ہے۔

بیان حلفی میں وسیم اکرم نے کہا کہ میرے بہترین علم کے مطابق کسی بیٹسمین نے جان بوجھ کر غلط اسٹروک نہیں کھیلا اور نہ ہی کسی بالر نے غلط بالنگ کروائی۔ نیوزی لینڈ کے خلاف کھیلتے ہوئے میں زخمی ہو گیا مگر ٹیم کا مورال بلند رکھنے کے لئے بنگلور گیا۔ اس نے ان الزامات کو غلط قرار دیا کہ اس کے والد کو تاوان کے لئے اغواء کیا گیا اور اس کی بھتیجیوں کو اغواء کرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ وسیم اکرم کی آنکھیں اس وقت بھر آئیں جب اس نے کہا کہ بورڈ کے حکام نے کبھی پاکستان کی فتح پر مجھے شاباش کہا نہ کبھی مبارکباد دی۔ اس نے کہا میں عمران خان کا دوست ہوں جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا لیکن سرفراز نواز سے میرے تعلقات اچھے نہیں شاید یہ وجہ ہو کہ وہ میرے خلاف ہیں۔ میں نے عطاء الرحمٰن کو ٹیم میں شامل کرنے کے لئے کبھی داؤ نہیں ڈالا۔ عطاء الرحمٰن کے اس بیان کی کیا وقعت ہو سکتی ہے جسے وہ خود کبھی مانتے ہیں کبھی نہیں۔ جو صرف میرا ہمسایہ ہے اس کے علاوہ میں اسے نہیں جانتا کہ وہ بکی ہے۔ میرا بھائی ندیم اکرم بکی نہیں ہے۔

جاری ہے

قسط نمبر 34

قومی کرکٹ ٹیم کے کپتان عامر سہیل نے کہا کہ 93-94ء میں نیوزی لینڈ کے دورے پر گیا جس میں ماجد خان ٹیم منیجر تھے کرائسٹ چرچ میں پاکستانی ٹیم ایک روزہ میچ ہار گئی تو ماجد خان میچ فکسنگ اور بعض کھلاڑیوں کی طرف سے پیسے وصول کرنے کے ٹیلیفون موصول ہوئے جس پر انہوں نے کھلاڑیوں کے ٹیلیفون کرنے اور سننے پر پابندی لگا دی۔ جب ماجد خان نے مجھے بتایا تو مجھے سخت صدمہ ہوا۔ میں شارجہ ٹورنامنٹ کھیلنے گیا تو منیجر انتخاب عالم نے تمام کھلاڑیوں کو بلا کر ان سے قرآن پر حلف لیا۔ کھلاڑیوں نے 2 مرتبہ حلف اٹھایا، جب ہم سری لنکا ٹورنامنٹ سے آؤٹ ہوئے تو بعض کھلاڑیوں کی طرف سے میچ فکسنگ کی افواہیں پھیل گئیں۔ ٹیم انتظامیہ کا بھی یہ خیال تھا کہ بعض کھلاڑیوں میچ فکسنگ میں ملوث ہیں۔

جنوبی افریقہ کے دورے میں جاوید برکی میچ فکسنگ کی انکوائری کے لئے زمبابوے آئے۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ شرطیں لگ رہی ہیں۔ میرے پاس میچ فکسنگ کی اپنی اطلاع کوئی نہیں۔ بعض نامعلوم بکی حضرات نے الزام لگایا کہ کچھ کھلاڑی میچ فکسنگ میں ملوث تھے۔

میں 1996ء میں نائب کپتان تھا۔ جب راشد لطیف اور باسط علی نے مجھے بتایا کہ کچھ کھلاڑی میچ فکس کرنے میں ملوث ہیں۔ مجھے میچ فکسنگ کے لئے پیسوں کی پیشکش کی گئی تو میں نے انکار کر دیا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وسیم اکرم بنگلور کوارٹر فائنل کیلئے فٹ تھے یا نہیں۔ اس پر ڈاکٹر عامر عزیز نے عدالت کو بتایا کہ نیوزی لینڈ کے میچ میں وسیم اکرم کی پسلی میں زخم ہو گیا

تھا، میں نے وسیم کو مشوہ دیناچاہاتواس نے مشورہ لینے سے انکار کر دیا جس سے زخم مشکوک لگا۔

ڈی آئی جی لاہور نے اپنے بیان میں کہا میں نے وسیم اکرم کے والد کے اغواء کیس کی تفتیش کی ہے۔اغوا کرنے والے 2 ملزموں نے میچ پر شرط لگائی تھی اور ہار گئے تھے۔ ملزموں کے مطابق میچ فکسنگ کا پورا مافیا ہے۔راجہ اور جوجوا چھرہ کے بکی ہیں۔

کرکٹ ٹیم کے سابق منیجر ڈاکٹر ظفر الطاف نے کہا کہ وسیم اکرم، سلیم ملک، اعجاز اور ثقلین مشتاق میچ فکسنگ میں ملوث نہیں ہیں۔میں نے سلیم ملک کو ٹیم میں شامل کرنے کے لئے کہا تو ان کے خلاف ایک بینک میں 5ہزار اور 4ہزار درہم کے چیک جمع کرانے کی کاپی دی گئی جو اتنی رقم نہیں ہے کہ اس سے یہ فرض کر لیا جائے کہ سلیم ملک جوئے میں ملوث ہیں جبکہ بورڈ کے حکام بھی اعجاز اور سلیم ملک کے خلاف میچ فکسنگ کا کوئی ثبوت نہیں دے سکے ہیں۔

کمیشن نے ڈاکٹر ڈین کیسل اور ٹیکسٹائل مل کے مالک نعیم گلزار کا بیان بھی ریکارڈ کیا جن کا ذکر عاقب جاوید نے کیا تھا۔ڈین کیسل نے بتایا کہ میں نے وسیم اکرم کا معائنہ کیا تھا تو اس کی پسلیوں میں تین حصوں میں درد تھا۔ نعیم گلزار نے بھی میچ فکسنگ سے لاعلمی کا اظہار کیا حالانکہ عاقب جاوید نے یہ کہہ کر اسے کمیشن کے سامنے پیش کیا تھا کہ اس کے پاس اس ضمن میں کچھ معلومات ہیں۔

کمیشن نے ڈی آئی جی لاہور کو ہدایت کی کہ وہ وسیم اکرم کے والد کو اغواء کرنے والے 2 ملزموں کے کیس کی انکوائری رپورٹ پیش کریں اور منگل کو مبینہ طور پر میچ بک کرنے

والے راجہ اور جوجو کو عدالت میں پیش کریں۔ فاسٹ باؤلر عطاء الرحمٰن کی استدعا پر ان کا بیان کمیشن نے بند کمرے میں ریکارڈ کیا۔

14 اکتوبر 1998ء کے روز عدالتی حکم پر پولیس نے راجہ ظفر اقبال اور اس کے بھائی راجہ محمد اقبال کو پیش کیا۔ یہ دونوں افراد وسیم اکرم کے ہمسائے تھے اور ان پر میچ فکسنگ اور جوئے کے الزامات تھے۔

راجہ محمد اقبال نے اپنے بیان میں کہا کہ تین چار سال پہلے میں شرطیں لگاتا تھا، میں وسیم اکرم کا ہمسایہ ہوں مگر ان شرطوں میں وہ ملوث نہیں ہوتے تھے۔ فاضل جج نے انہیں خبردار کرتے ہوئے کہا سچ بولو ورنہ پولیس رپورٹ کی بنیاد پر اندر کر دوں گا۔ ایک موقع پر فاضل جج نے کہا کہ میں ابھی تمہیں جیل بھجوا رہا ہوں تاہم راجہ اقبال نے بیان دینا شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ وسیم اکرم، اعجاز احمد اور سلیم ملک میرے ہمسائے ہیں۔ عدالت کے استفسار پر اس نے بتایا کہ بیڈن روڈ کے ریستوران اور گلبرگ کی وڈیو شاپ میں شرطیں لگتی ہیں۔ میرا ایک دوست بھی شرطیں لگاتا تھا جو انتقال کر چکا ہے۔

جاری ہے

قسط نمبر 35

فاضل جج نے پوچھا کہ تم کرکٹرز سے کہتے تھے کہ میں نے پیسے لگائے ہیں، میچ ہار جاؤ! راجہ اقبال نے کہا کہ میں نے کبھی نہیں کہامیں اکثر شرطیں ہارتا رہا ہوں۔اس نے کہا کہ وسیم اکرم کے والد کے اغواء کیس میں پولیس نے مجھے چھوڑ دیا۔اس واقعے میں لال پل کے کچھ لڑکے ملوث تھے۔راجہ ظفراقبال عرف جوجو نے اپنے بیان میں کہامیں اپنے بھائی راجہ محمد اقبال کے ساتھ کاروبار کرتا ہوں مگر زیادہ عرصہ میں دیہات میں رہتا ہوں۔وسیم اکرم ہمارا ہمسایہ ہے اور ان سے اسی وجہ سے ملتے ہیں میں نے آج تک غیر ملکی دورہ نہیں کیااور میرے خان میں کوئی جوانہیں کھیلتا۔

فاضل جج نے اس کے بیان کا سخت نوٹس لیتے ہوئے کہا کہ تمہارا بھائی مان چکا ہے کہ وہ شرطیں لگاتا تھااور تم غلط بیانی کررہے ہو۔جوجو نے کہا کہ جناب! اگر میں غلط بیانی کروں تو مجھے پھانسی دے دیں۔فاضل جج نے کہا کہ قانون مجھے اجازت نہیں دیتا کہ غلط بیانی پر پھانسی دوں مگر اندر ضرور کردوں گا۔

قومی کرکٹ ٹیم کے رکن وقاریونس نے اپنے بیان میں کھلاڑیوں پر جوااور میچ فکسنگ کے الزامات کی تردید کی۔انہوں نے کہا کہ میں 89ء سے قومی ٹیم میں کھیل رہا ہوں میں میچ فکسنگ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔عاقب جاوید کے ساتھ میرے اچھے تعلقات ہیں۔

فاضل جج نے پوچھا کہ عاقب نے کہا ہے کہ آپ نے اس کے کہنے پر میچ فکسنگ کے لئے لی گئی کار واپس کر دی تھی۔ وقار نے کہا کہ جناب ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ عاقب 2 سال ٹیم سے باہر رہا ہے شاید اس نے ٹیم میں جگہ بنانے کیلئے ایسی بات کی ہو۔

فاضل جج کے سوال پر وقار نے کہا کہ انگلینڈ میں ون ڈے سیریز ہار گئے تھے مگر یہ الزام غلط ہے کہ وہاں میچ فکسنگ ہوئی تھی فاضل جج نے پوچھا کہ بنگلور میں وسیم اکرم ٹھیک تھا یا نہیں؟

وقار نے کہا یہ وسیم اکرم بتا سکت ہیں یا فنزیو تھراپسٹ تاہم ہمیں پتہ تھا کہ وسیم اکرم ان فٹ ہیں وہ ٹیم کا مورال بلند کرنے کے لئے ساتھ گئے تھے۔ وسیم اکرم گریٹ بالر ہیں اور انڈین ٹیم پر ان کا پریشر تھا فاضل جج نے کہا کہ گریٹ تو آپ بھی ہیں لیکن آپ کا پریشر نہیں تھا۔

وقار نے کہا کہ سری لنکا کے دورے کے دوران سلیم ملک پاکستان آئے تھے ان کا بیٹا بیمار تھا۔ وقار نے کہا کہ میں واپس آ گیا تھا بعد میں اخبارات میں پڑھا۔ جنوبی افیقہ اور شارجہ کے میچوں کے دوران میچ فکسنگ کی افواہیں تھیں اس لئے کھلاڑیوں نے قرآن پر حلف اٹھایا۔ فاضل جج نے پوچھا کہ ڈریسنگ روم میں راشد لطیف اور سلیم ملک کی لڑائی ہوئی تھی؟ وقار نے کہا کہ لڑائی ہوئی تھی اور میں نے انہیں چھڑایا تھا تاہم راشد نے مجھے لڑائی کی وجہ نہیں بتائی۔

وقار نے کہا کہ عطاء الرحمٰن اچھا آدمی ہے مگر جس طرح کے وہ بیانات دے رہا ہے عجیب سا لگ رہا ہے فاضل جج نے کہا کہ تم لوگوں نے اس پر دباؤ ڈالا تھا وہ سچ نہیں بول رہا تھا جب میں نے اسے جیل بھیجنے کی دھمکی دی تو پھر وہ سچ بولا۔ کمیشن نے مبینہ بک میکر ظفر اقبال عرف

جوجو کی طرف سے غلط بیانی کا سخت نوٹس لیتے ہوئے اسے شوکاز نوٹس دیا کہ کیوں نہ اسے ضابطہ فوجداری کی دفعہ 476 کے تحت سزا بنا کر جیل بھیج دیا جائے اور اسے سوچ سمجھ کر بیان دینے کے لئے تین دن مہلت دے دی۔

17 اکتوبر 1998ء کے روز عدالتی کمیشن نے مبینہ سٹے باز خالد گٹی اور ایک ہوٹل کے مالک کا بیان بھی ریکارڈ کیا۔ خالد گٹی نے سٹے بازی میں ملوث ہونے کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ میں گارنٹس کا کاروبار کرتا ہوں۔ نہ ہی مجھے کرکٹ سے دلچسپی ہے اور نہ ہی کبھی سرفراز نواز سے ملا ہوں۔ سلیم ملک سے بھی میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی لہٰذا میچ فکس کرنے کے لئے اسے 40 لاکھ روپے دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہوٹل کے مالک شیخ ضیاء الحق نے بیان دیتے ہوئے کہا کہ میرا ہوٹل کبھی سٹے بازی میں ملوث نہیں رہا اور نہ ہی سٹے بازوں کو ہوٹل میں داخلے کی اجازت ہے۔ میری ظفر اقبال جوجو سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔

جسٹس قیوم کمیشن نے 31 اکتوبر 1998ء کو سعید انور، مشتاق احمد اور انضمام الحق کو طلب کیا اور ان کے الگ الگ کمروں میں بیان لئے اس روز بھی جسٹس قیوم حلیمی وجلالت اور مدلل انداز میں کھلاڑیوں سے سوال کرتے رہے۔ انہوں نے سعید انور کی تعریف کی اور کہا کہ وہ واحد کھلاڑی ہیں جن کا وہ کھیل پسند کرتے ہیں اور ان کی شرافت غیر مشکوک ہے۔

جاری ہے

قسط نمبر 36

سعید انور نے کمیشن کو میچ فکسنگ کے بارے میں بتایا کہ 1996ء میں سری لنکا کے دورے کے دوران انہیں ٹیلی فون کالز آئی تھیں اور انہیں میچ فکسنگ کی آفر کی گئی جس پر انہوں نے فون کرنے والے کو گالیاں دیں۔ 1996ء میں ہی انہیں محسوس ہوا کہ ان کا میچ فکس ہوا ہے۔ شارجہ میں انہوں نے قرآن پاک پر حلف اٹھایا کہ آئندہ میچ فکسنگ میں کوئی بھی ملوث نہیں ہو گا۔ مگر نیوزی لینڈ میں انہیں میچ فکسنگ کی اطلاعات ملی تھیں۔ اس پر جسٹس قیوم نے سعید انور کو وارننگ دی اور کہا کہ جاوید برکی اور آپ کے بیانات میں تضاد ہے۔ تم دونوں میں سے کوئی ایک جھوٹ بول رہا ہے۔ دونوں میں س کسی ایک کو اندر کر دوں گا۔ لہٰذا مبالغہ آمیزی نہ کرو۔ اس پر سعید انور نے کہا کہ وہ سچ کہہ رہا ہے۔ انہوں نے اس لئے یہ بات کسی کو نہ بتائی کہ ان کے بھائی کو سنگین نتائج کی دھمکیاں ملی تھیں۔ جسٹس قیوم نے جب انضمام الحق کو بیان کے لئے طلب کیا تو صورتحال خاصی دلچسپ ہو گئی۔

انضمام الحق نے کہا کہ وہ نہیں جانتے کہ قومی ٹیم میں کبھی میچ فکسنگ بھی ہوئی ہے۔ اس پر جسٹس قیوم نے سوال کیا کہ پھر شارجہ میں قرآن پاک پر حلف کیوں اٹھایا تھا۔ اس پر انضمام الحق نے کہا کہ انہیں یاد نہیں کہ انہوں نے کبھی ایسا حلف اٹھایا تھا۔ جسٹس قیوم اس پر حیران ہوئے اور سختی سے کہا کہ تم لوگوں کی عزت کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ جھوٹ بولتے رہو تو تمہیں چھوڑ دوں گا۔ سچ سچ بتاؤ کہ واقعی تم نے حلف نہیں اٹھایا تھا۔

انضمام نے کہا ”جناب مجھے واقعی یاد نہیں۔“

جسٹس قیوم نے اس موقع پر دلچسپ جملہ کہا ''جس طرح تم کھیلتے ہوئے سست پڑ جاتے ہو، لگتا ہے تمہارا ذہن بھی کمزور ہو گیا ہے۔اس لئے تم بادام کھاؤ''۔انہوں نے سعید انور کو بلایا اور کہا کہ انضمام الحق اس وقت حلف اٹھانے والوں میں شامل نہیں تھا۔سعید انور نے کہا کہ انضمام نے اپنے گلے میں لٹکے تعویذ کو ہاتھ میں پکڑ کر حلف اٹھایا تھا۔انضمام الحق نے کہا نے کہا کہ انہیں یہ بھی یاد نہیں ہے۔جس پر جسٹس قیوم نے اسے سخت وارننگ دی کہ تم برابر جھوٹ بول رہے ہو۔یہ واقعہ معمولی نہیں کہ اسے آسانی سے بھلایا جا سکے۔

جسٹس قیوم کی کارروائی جاری تھی کہ کھلاڑیوں کے باہمی اختلافات کھل کر سامنے آ گئے۔ قومی کرکٹ ٹیم تین واضح دھڑوں میں تقسیم ہو گئی۔ڈھاکہ میں منی ورلڈ کپ میں ویسٹ انڈیز کے خلاف عبرت ناک شکست کے بعد کھلاڑیوں کے اختلافات کھل کر سامنے آ گئے تھے اور اس کا ثبوت کراچی نیشنل اسٹیڈیم آسٹریلیا کے خلاف آخری ٹیسٹ میں مل گیا تھا۔نیٹ پریکٹس کے دوران کھلاڑی ایک دوسرے سے کھچے کھچے تھے۔عامر سہیل کو کپتان بنایا گیا تو پوری ٹیم ماجد خان اور خالد محمود گروپ تقسیم ہو گئی تھی۔

وسیم اکرم پر الزام لگایا گیا کہ وہ عامر سہیل کی قیادت میں مجبوراً کھیل رہا ہے۔اس کے خاص آدمی ثقلین مشتاق کی کارکردگی بھی زیرو ہو گئی ہے۔دوسری جانب قومی ٹیم کے کوچ جاوید میاں داد جو ایک وقت میں عامر سہیل کے قریب تھے وہ بھی ان کے مخالف ہو گئے۔یوں میاداد تنہا رہ گئے۔ٹیم کے سینئر ارکان وسیم اکرم کے ساتھ اور جونیئر عامر سہیل کے ساتھ تھے۔

11 نومبر 1998ء کے روز کمیشن نے عمران خان، ماجد خان، جاوید میاں داد کے علاوہ انضمام الحق کے دوبارہ بیانات ریکارڈ کئے۔ عمران خان نے وسیم اکرم کے حوالے سے کہا کہ میرے عہد میں وسیم اکرم "پرائیڈ آف پاکستان" تھے۔ لیکن اب اگر وہ میچ فکسنگ میں ملوث ہیں تو اس کا سختی سے محاسبہ ہونا چاہیے۔انہوں نے کہا کہ قومی کرکٹ ٹیم میں میچ فکسنگ کا آغاز ڈومیسٹک کرکٹ سے ہوا۔ میں نے 1994ء میں جوئے کی بات سنتے ہی عارف عباسی اور جاوید برکی سے بات کی اور کہا کہ اس لعنت کو ابھی جڑ سے اکھاڑ دیں اور قومی ٹیم میں شامل گندے انڈوں کو نکال باہر کریں۔ عمران خان نے کہا کہ 1987ء میں ورلڈکپ کے دوران جاوید میاں داد پر الزام لگا تھا کہ وہ سٹے بازوں کے ہاتھ چڑھ گیا ہے۔

عمران خان نے کمیشن کو بڑے وثوق کے ساتھ بتایا کہ اہم ترین کھلاڑیوں اور کپتان کے بغیر کوئی میچ فکس نہیں ہوتا۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایک موقع پر عطاء الرحمٰن نے انہیں بتاتا تھا کہ اسے وسیم اکرم کے ذریعے رقم دی گئی تھی۔

جاری ہے

قسط نمبر 37

وسیم اکرم کے خلاف سینئر کھلاڑیوں کے بیانات خاصے تشویش ناک تھے۔تاہم وسیم اکرم کو یقین تھا کہ ان باتوں کے ٹھوس ثبوت ملے بغیر عدالت اسے سزا نہیں سنا سکتی۔البتہ ایک خدشہ یہ تھا کہ مخالفین کی دھمکیاں اسے متواتر پریشان کررہی تھیں اس لئے اس نے قانونی لڑائی میں پہلے سے زیادہ تیاری شروع کردی۔

31دسمبر1998ء کو وسیم اکرم کے خلاوہ انتخاب عالم، سعید انور، سلیم ملک، عامر سہیل، عطاء الرحمٰن، وقار یونس، عاقب جاوید، باسط علی ،اعجاز احمد، مشتاق احمد، معین خان اور راشد لطیف کے علاوہ مبینہ بکی سلیم پرویز کو بھی طلب کیا گیا۔راشد لطیف اور سلیم پرویز حاضر نہ ہوئے تو کمیشن نے ان کے وارنٹ جاری کردیئے۔

وسیم اکرم نے عدالتی جنگ لڑنے کے لئے ملک کے ماہر قانون دان خواجہ حسن طارق کی خدمات حاصل کی تھیں۔انہوں نے عدالت سے کہا کہ وہ دلائل کی تیاری کے لئے وقت چاہتے ہیں لہٰذا عدالت نے انہیں16 جنوری1999ء کی تاریخ دے دی۔

ایک طرف پاکستان کرکٹ ٹیم عدالتی کٹہرے میں کھڑی تھی اور دوسری جانب ورلڈکپ 99ء کی تیاریاں عروج پر تھیں۔بورڈ سمیت کرکٹ کے تمام حلقے تشویش ظاہر کررہے تھے کہ اگر کمیشن نے اپنا فیصلہ فوری نہ کیا تو ممکن ہے پاکستانی کھلاڑیوں کو مشکوک کردار کی بناء پر ورلڈکپ میں شامل ہونے سے روک دیا جائے۔لیکن دوسری جانب پاکستان اور بورڈ کی بقاء اور وقار کا بھی مسئلہ آن پڑا تھا۔ان حالات میں بورڈ نے فیصلہ کیا کہ عدالتی فیصلہ آنے تک

کھلاڑیوں کو عذاب اور ذلت کی سولی پر لٹکایا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا پاکستان کرکٹ بورڈ کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا جس میں وسیم اکرم کو ورلڈ کپ تک کے لئے کپتان مقرر کر دیا گیا۔ جبکہ اس دوران دورہ بھارت، شارجہ کپ اور ایشین چیمپئن شپ میں بھی اسے کپتان بنایا گیا جبکہ جاوید میاں داد کو ٹیم کا کوچ مقرر کیا گیا۔

بورڈ کے اس فیصلے سے وسیم اکرم کی اہمت اور ذمہ داری بڑھ گئی اسے معلوم تھا کہ اس نازک صورتحال میں اگر اس سے کوئی کوتاہی ہو گئی تو اسے بخشا نہیں جائے گا۔ اس نے دعائیں مانگیں گھر بار میں اس کی نئے امتحان میں سرخروئی کے لئے منتیں مانگی گئیں۔ اس نے پریکٹس اور کھلاڑیوں میں بھائی چارے اور ہم آہنگی کو بڑھانے کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ ان دنوں وہ گھر کو کم اور باہر کے لئے زیادہ وقت دیتا تھا۔ جس سے اس کی طبعیت بھی بگڑی رہتی تھی مگر اس نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اس کے معالجین اور اس کی بیوی ہما اس کی مسلسل محنت دیکھ کر کہتے کہ ذرا سنبھل کر چلو۔ مگر وہ کہتا کہ میری زندگی اور موت کا مرحلہ شروع ہو چکا ہے۔ دعا کرو کہ میں ورلڈ کپ جیت کر ثابت کر دوں کہ میرا دامن ہمیشہ صاف رہا ہے۔

یہ دعاؤں کا اثر ہی تھا کہ وسیم اکرم ورلڈ کپ تک تمام امتحانوں میں سرخرو ہو گیا۔ دورہ بھارت اس کے لئے نہایت "ٹف ٹائم" تھا۔ بال ٹھاکرے نے اعلان کر دیا تھا کہ پاکستان کرکٹ ٹیم بھارت آئی تو اسے زندہ واپس نہیں جانے دیا جائے گا۔ شیو سینا کے جنونی ہندوؤں نے دہلی کے فیروز شاہ کوٹلہ اسٹیڈیم پر حملہ کر کے پچ اکھیڑ دی اور اسٹیڈیم کی لائٹس توڑ ڈالی تھیں۔ یہ اعصاب کو مختل کرنے والا دورہ تھا۔ وسیم اکرم کو متنبہ کیا جاتا رہا کہ وہ بھارت آیا تو اسے

نقصان پہنچایا جائے گا۔جواباً وسیم اکرم نے اچکا کر کہتا کہ اللہ اس کے ساتھ ہے۔دیکھا جائے گا۔

وسیم اکرم نے تمام کھلاڑیوں کا مورال بلند کرنے میں تاریخی کردارادا کیا۔ بھارت کواس کی سرزمین پر شکست دینا ہمیشہ سے اس کا خواب رہاہے۔اس بار وہ بھارت کو ذلت آمیز شکست دینے میں کامیاب ہو گیاتو پوری پاکستانی قوم نے اسے پھولوں سے لاد دیا۔اس نے اپنے تئیں سٹہ بازی کے سارے داغ دھوڈالے تھے۔ مگر مخالفین کواس کی کامیابیاں کچو کے لگارہی تھیں۔اسی دوران عامر سہیل نے اعلان کیاکہ وہ وسیم اکرم سمیت کسی بھی ایسے کھلاڑی کی موجودگی میں نہیں کھیلے گا جس پر جوئے کاالزام ہے۔جواباً وسیم اکرم نے کراچی میں میٹ دی پریس کے دوران کہاکہ وہ بے قصور ہے۔کرکٹ بورڈ کے پرانے اور موجودہ عہدیدار بعض کھلاڑیوں کو میرے خلاف بھڑکاتے ہیں۔اس کی وجہ حسد ہے۔وہ جسٹس قیوم کی انکوائری سے مطمئن ہے۔

وسیم اکرم 99ء میں مرد بحران اور مرد آہن کے روپ میں منظر عام پر آیا تھا۔ایک ایسے وقت میں ٹیم کی قیادت اس کے سپرد کی گئی تھی جب زمبابوے ٹیسٹ کے بعد پوری ٹیم کا شیرازہ بکھر گیا تھامگر وسیم اکرم نے بھارت کے خلاف سیریز جیتنے کے علاوہ تین ملکی ٹورنامنٹ بھی جیت لیا تھا۔

جاری ہے

قسط نمبر 38

وسیم اکرم نے شارجہ کپ بھی بڑی شان کے ساتھ جیتا تھا۔ اسے فائنل میں مین آف دی میچ بھی قرار دیا گیا تھا۔

یہ فائنل سے پہلے کا ذکر ہے۔ پاکستان شارجہ کے راؤنڈ میچ میں انگلینڈ کے ہاتھوں شکست کھا گیا تو اس پر وسیم اکرم کے مبینہ دشمن اوّل راشد لطیف نے جھٹ الزام لگایا کہ ٹیم پر پھر جوا لگ گیا ہے۔ کرکٹر قوم کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ راشد لطیف کا منہ اس وقت بند ہو گیا جب وسیم اکرم نے فائنل میں بھارت کو 8 وکٹوں سے شکست دی۔

وسیم اکرم کا مورال بلند اور اعتماد بحال ہو گیا تھا۔ جسٹس قیوم نے اس دوران انکوائری مکمل کر کے فیصلہ قلم بند کر دیا تھا لیکن ورلڈ کپ تک اسے اوپن نہ کیا گیا۔ اگر اس وقت فیصلہ کا اعلان کر دیا جاتا تو وسیم اکرم کو کپتانی سے اتار دیا جاتا اور پوری قومی ٹیم شدید ذہنی کرب میں مبتلا ہو جاتی۔ یہ فیصلہ جس مصلحت کی بنا پر موخر کیا گیا تھا اس کے نتائج پھر بھی حسب توقع نہ نکلے اور پاکستان ورلڈ کپ کا فیورٹ ہونے کے باوجود بنگلہ دیش کے ہاتھوں عبرتناک شکست کھا گیا۔ بنگلہ دیش سے شکست پر وسیم اکرم کے خلاف طوفان دوبارہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ورلڈ کپ کے فائنل میں آسٹریلیا کے ہاتھوں شکست کی بدترین مثال نے بھی اسے مشکوک ٹھہرایا اور یوں اس کی وہ ساری محنت اور کارکردگی کا محل ایک دام زمین بوس ہو گیا جو اس نے گزشتہ آٹھ ماہ کی محنت سے کھڑا کیا تھا۔

وسیم اکرم ایک بار پھر سخت محاسبے کے کٹھرے میں کھڑا تھا۔ ساری ٹیم پر تھو تھو کی گئی۔ آسٹریلیا کے ہاتھوں شکست کو توکسی طور پر ہضم کرلیا گیا مگر پوری قوم بنگلہ دیش کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست قبول کرنے پر تیار نہ تھی۔ لہٰذا جب ٹیم واپس وطن پہنچی تو ائرپورٹ پر سخت حفاظتی حصار میں انہیں گھروں تک پہنچایا گیا۔ پورے ملک میں ان کے خلاف نفرت کی لہر اٹھی تو بورڈ یہ معاملہ بھی عدالت میں لے آیا۔ بنگلہ دیش کے ہاتھوں شکست کی وجہ بنیاد میچ فکسنگ قرار پائی لہٰذا اس کی انکوائری لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس کرامت نذیر بھنڈاری کے سپرد کی گئی۔ جنہوں نے انکوائری کا آغاز کیا تو قومی کھلاڑیوں کو لتاڑ کر رکھ دیا۔ اس شکست و ذلت کا سارا الزام وسیم اکرم پر آیا۔ وہ اسے ہی قصور وار سمجھتے تھے۔

پاکستانیوں کے غم و غصہ کا یہ عالم تھا کہ لاہور کی ایک عدالت میں اس کے خلاف ایک انوکھا مقدمہ کر دیا گیا۔ ورلڈ کپ میں وسیم اکرم بھارت کے خلاف نہ کھیل سکا تھا۔ اس بارے میں کہا گیا کہ میچ فکسنگ کے باعث اس نے کھیلنا گوارہ نہ کیا تھا۔ اس پر لاہور کے ایک شہری طارق اسحاق نے مقامی سول جج کی عدالت میں وسیم اکرم کے خلاف ہرجانہ کا دعویٰ کیا۔ عدالت نے وسیم اکرم کو طلب کیا تھا مگر وہ حاضر نہ ہوا تو عدالت نے اس کے خلاف طارق اسحاق کو چوبیس ہزار روپیہ ہرجانہ ادا کرنے کا فیصلہ دیا۔ مدعی نے وسیم اکرم پر الزام لگایا کہ وہ فٹ ہونے کے باوجود ورلڈ کپ کے کوارٹر فائنل میں نہیں کھیلا تھا جس کے باعث پاکستان ازلی دشمن سے میچ ہار گیا جس سے مدعی کی دل آزاری ہوئی ہے۔ عدالت نے وسیم اکرم کو متعدد بار سمن جاری کیے مگر وہ عدالت میں پیش نہیں ہوا۔

وسیم اکرم کو توقع تھی کہ جسٹس قیوم انکوائری میں اس کے ساتھ انصاف کیا جائے گا اور کمیشن کا فیصلہ آنے پر اس کے دامن پر لگے داغ دھل جائیں گے۔ 98ء میں شروع ہونے والی عدالتی کارروائی کا فیصلہ بعض وجوہات اور مصلحتوں کی بناپر موخر ہوتا رہا۔ اگرچہ جسٹس قیوم نے 99ء میں ہی تحقیق مکمل کر کے بورڈ کے حوالے کر دی تھی لیکن اس کے مندرجات کا کسی کو علم نہیں تھا۔ بالآخر 25 مئی 2000ء کو رپورٹ منظر عام پر آگئی جس میں وسیم اکرم پر تین لاکھ روپے جرمانہ عائد کیا گیا۔

جسٹس قیوم رپورٹ کے فیصلے کے مطابق سلیم ملک اور عطاء الرحمٰن پر تاحیات پابندی لگا دی گئی۔ وسیم اکرم کے خلاف مناسب شواہد نہیں مل سکے تھے کیونکہ عطاء الرحمٰن نے جھوٹا حلف اٹھایا تھا۔ اس کے باوجود کمیشن نے لکھا کہ بعض شواہد وسیم اکرم کو مشکوک ظاہر کرتے ہیں لہٰذا کمیشن یہ سفارش کرتا ہے کہ اسے قیادت سے برطرف کر کے کسی اچھے کردار کے حامل شخص کو کپتان بنایا جائے جبکہ اس پر کڑی نگاہ رکھتے ہوئے اس کے اثاثوں کے بارے میں مزید تحقیق کی جائے۔

جاری ہے

قسط نمبر 39

وسیم اکرم کے علاوہ جن دیگر کھلاڑیوں پر سزاؤں اور جرمانوں کا اطلاق کیا گیا۔اس کے مطابق سلیم ملک پر 10 لاکھ، مشتاق احمد پر 3 لاکھ، عطاء الرحمٰن، وقار یونس، انضمام الحق، اکرم رضا اور سعید انور پر ایک ایک لاکھ روپ جرمانوں کی سفارش کی گئی۔ بعدازاں اس فیصلے کے خلاف وسیم اکرم نے بورڈ میں اپیل کی کہ وہ بے قصور ہے اس پر جرمانہ کیوں کیا گیا ہے۔

جسٹس قیوم کے فیصلے پر بعض ناقدین نے حیرت و تنقید بھی کی، تاہم یہ سوال معمہ بن گیا اور اس سے بعض شبہادت کو تقویت بھی ملی کہ وسیم اکرم ایک بار اثر شخص ہے۔اگر سٹے بازی اور میچ فکسنگ کا معاملہ عالمی حیثیت نہ اختیار کر جاتا تو وسیم اکرم اس دباؤ سے چکنی مچھلی کی طرح نکل جاتا۔ وسیم اکرم کے مخالفین کا کہنا ہے کہ وہ اپنے خلاف ثبوت نہیں چھوڑتا۔ وسیم اکرم کے خلاف اس کے مخالفین کا یہ رویہ سوائے حسد و بغض کے کچھ نہیں ہے۔وسیم اکرم جواری اور اس قدر توانا اور پر اسرار شخص ہوتا تو برڈ کبھی بھی اسے مختلف اوقات میں خوار کرنے کی کوشش نہ کرتا۔

وسیم اکرم کے قریبی حلقے کہتے ہیں کہ اسے معتوب وسزاوار کہلوانے میں سلیم ملک اور اس کی دوستی کا بڑا ہاتھ ہے۔وسیم اکرم اور سلیم ملک کے درمیان دانٹ کاٹی دوستی تھی۔ سلیم ملک پر جب بھی سٹہ بازی کے الزامات لگے وسیم اکرم نے اس کا دفاع کیا بلکہ کئی بار اس سے جھگڑ بھی پڑا الهذا ایک برے آدمی کی قربت کا یہ فیض تو ملنا تھا۔

جسٹس قیوم کے فیصلے میں بعض ایسے نکات بھی سامنے آئے جن پر ناقدین نے کہا کہ فیصلہ میں کچھ باتیں بہت حیران کن ہیں۔ جن کا مقصد دراصل وسیم اکرم کو بچانا ہے۔ راشد لطیف جس نے سٹے باز کرکٹرز کے معاملے کو ابھارنے اور منظر عام پر لانے میں مرکزی کردار ادا کیا تھا اس نے فیصلے پر خوشی ظاہر کی اور کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ آخر کار انصاف مل گیا، گزشتہ چند برسوں میں میرا کرکٹ کیرئیر تباہ ہوا لیکن اب مجھے اس کا صلہ مل گیا ہے کیونکہ رپورٹ کو خواہ کسی نظر یا زاویہ سے دیکھا جائے اس کا مجموعی تجزیہ یہی کہتا ہے کہ بین الاقوامی کرکٹ میں میچ فکسنگ ہو رہی ہے اور میرا موقف اس حوالے سے درست تھا۔ پی سی بی کے سربراہ اور جسٹس ملک محمد قیوم اس فریضے کی انجام دہی پر بلاشک و شبہ تعریف کے مستحق ہیں"۔ راشد لطیف نے عطاء الرحمٰن پر تاحیات پابندی کے فیصلے کو حیران کن قرار دیتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ وجوہات سمجھ میں نہیں آتیں کہ اس کے خلاف یہ فیصلہ کیوں صادر کیا گیا ہے۔ اگر یہ فیصلہ اس کے حلفیہ بیان میں اس اقرار کے بعد کیا گیا ہے کہ اس نے وسیم اکرم سے رقم لی تھی تو پھر جس شخص نے اسے یہ رقم دی تھی اسے تاحیات پابندی سے کیوں مستثنیٰ رکھا گیا؟

عدالتی فیصلہ آنے سے قبل کمیشن کے سربراہ نے برطانوی اخبار ڈیلی ٹیلی گراف کو ایک انٹرویو میں بتایا تھا کہ سلیم ملک اور مشتاق احمد پر تاحیات پابندی یک تجویز ہے۔ مذکورہ اخبار کی ایک رپورٹ کے مطابق عدالتی کمیشن کے سربراہ جسٹس ملک محمد قیوم نے سلیم کا نام براہ راست لیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ ایک ایسا کھلاڑی ہے جس کے خلاف انہوں نے تاحیات پابندی کا فیصلہ دیا ہے۔ جسٹس قیوم نے وسیم اکرم کے بارے میں کہا کہ وہ بھی سزا سے مستثنیٰ نہیں

ہے۔تاہم اس وقت کسی بھی جگہ عطاء الرحمٰن پر پابندی کا تذکرہ نہیں کیا گیا تھااور نہ ہی کسی اور طرف سے اس بارے میں سن گن ملی تھی کہ عطاء کے خلاف کوئی ایسا فیصلہ کیا جارہا ہے۔

جنرل توقیر ضیاء کے بیانات کے بارے میں جسٹس قیوم نے کہا کہ اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ اسے کس طرح دیکھ رہے ہیں۔وہ ایک مخصوص زاویئے سے اس رپورٹ کو دیکھ رہے ہیں حالانکہ اسے دیکھنے کا ایک مختلف زاویہ بھی ہو سکتا ہے۔تاہم میں اس بات سے ناواقف ہوں کہ وہ اس کا جائزہ کس زاویے سے لے رہے ہیں۔ایک بات کہنے میں وہ بالکل درست ہیں کہ پوری ٹیم نے اجتماعی طور پر کسی باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت میچ فکسنگ نہیں کی ہے۔ جسٹس قیوم نے یہ انکشاف بھی کیا کہ پی سی بی کے سربراہ نے ان سے ملاقات میں وعدہ کیا تھا کہ وہ مکمل رپورٹ منظر عام پر لے آئیں گے مگر حیران کن بات یہ ہے کہ آخر وہ کیوں رپورٹ کے مندرجات پر اس کی اشاعت سے قبل ہی تبصرہ کررہے ہیں۔میں اسی بات پر حیران ہوں کہ انہیں رپورٹ کی اشاعت کے بعد ان چیزوں پر بات کرنا چاہیے تھی۔

برطانوی اخبار نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر رپورٹ میں تبدیلی کی گئی اور جسٹس قیوم نے اپنے فرائض کی انجامی دہی میں کسی قسم کی مداخلت یا تبدیلی محسوس کی تو آئی سی سی کے پاس اس کے سوا کوئی متبادل راستہ نہ ہوگا کہ وہ پاکستان کو بین الاقوامی کرکٹ سے باہر کردے کیونکہ کھیل کی گورننگ باڈی یہ اعلان کر چکی ہے کہ عدم تعاون کی صورت میں کسی بھی ملک کو پابندی کا سامنا ہو سکتا ہے۔

ان دنوں پی سی بی کے سربراہ کا موقف یہ کہ آئی سی سی کے قوانین کا اطلاق ان باتوں پر قطعی نہیں ہوگا جو کہ ماضی میں ہو چکی ہیں۔ پاکستان میں ہونے والی انکوائری ایک پرانا قصہ ہے اور آئی سی سی کے فیصلے کا اطلاق اس دن سے ہوگا جب یہ فیصلہ کیا گیا تھا۔ یوں بھی پاکستان میں ہونے والی تحقیق آئی سی سی کے دائرہ اختیار میں نہیں آتی اور یہ پی سی بی پر منحصر ہے کہ وہ جج کی رپورٹ پر کیا کارروائی کرتا ہے اور کسی طرح سفارشات پر عمل درآمد ہوتا ہے۔

جاری ہے

قسط نمبر 40

جسٹس ملک محمد قیوم کا کہنا تھا کہ یہ کرکٹ بورڈ پر منحصر ہے کہ وہ میری تجویز کردہ سفارشات پر کسی طرح عمل کرتا ہے۔ میرا کام گہرائی کے ساتھ تحقیق کرکے اپنا فیصلہ دینا تھا مگر باقی کام بورڈ کا ہے جو کہ ایک خود مختار ادارہ ہے اور حق انتخاب رکھتا ہے۔ اگر بورڈ میری تجاویز پر کلی طور پر اقدامات نہیں کرتا تو پھر اپنی باریکی کے ساتھ طویل تحقیق کی کیا ضرورت تھی۔ جسٹس صاحب نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ بورڈ رپورٹ کی اشاعت پر تیار ہو گیا ہے ورنہ عموماً عدالتی کمیشنوں کی رپورٹس جاری نہیں کی جاتیں۔

جسٹس قیوم نے ٹیلی گراف کو انٹرویو دینے کی بھی تردید کی جس میں انہوں نے سلیم ملک اور مشتاق احمد پر تاحیات پابندی کی سفارش کا انکشاف کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنی تحقیقات کے مندرجات کسی کو جاری نہیں کیے۔ میں صرف اس وقت بات کروں گا جب پی سی بی رپورٹ جاری کر دے گی۔ نیز انہوں نے رپورٹ میں کسی قسم کی تبدیلی کی کوشش کو بھی عدالتی کمیشن کی ذمہ داریوں میں مداخلت سے تعبیر کیا تھا اور کہا تھا کہ رپورٹ میں ٹیمپرنگ کی کوشش قطعی نہ کی جائے کیونکہ اصل رپورٹ ان کے پاس موجود ہے جو کہ بعض حالات میں جاری بھی کی جا سکتی ہے۔

ادھر جسٹس قیوم رپورٹ کے بارے میں بحث و مباحثہ جاری تھا تو دوسری جانب ایک برطانوی اخبار نے سلیم ملک کے میچ فکسنگ میں ملوث ہونے کے بارے میں ایک رپورٹ

شائع کر دی جو ایسے حالات میں جلتی پر تیل کے مترادف تھی جب سلیم ملک کے بارے میں پہلے ہی پابندی کی خبریں آ رہی تھی۔

نیوز آف دی ورلڈ ریکارڈ نامی برطانوی افسانہ طرز اخبار نے دعویٰ کیا کہ اس کے رپورٹرز جنہوں نے اپنی شناخت خفیہ رکھی انگلینڈ میں سلیم ملک سے ملے اور انہوں نے خفیہ طور پر اس سے ہونے والی گفتگو نہ صرف ریکارڈ کی بلکہ پوشیدہ رکھے جانے والے کیمروں کے ذریعے اس ملاقات کی فلم بھی تیار کی جس کے دوران سلیم ملک نے یہ اعتراف کیا کہ 99ء کے عالمی کپ میں پاکستان بمقابلہ بنگلہ دیش میچ فکسڈ تھا اور آئی سی سی کا ایک عہدیدار بھی اس میں ملوث ہے جو کہ اندرونی طور پر میچ فکسنگ کا انتظام کرنے کے عوض 50ہزار پونڈ فی میچ معاوضہ لیتا ہے۔

سلیم ملک نے سری لنکا کے خلاف پاکستان میں ہوم سیریز کے تمام میچوں کو فکسڈ قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس نے اس سیریز میں دس ملین پاؤنڈز کی شرط جیتی تھی۔ پاکستان اور آسٹریلیا کے مابین میچوں کو بھی سلیم ملک نے ڈبل فکسڈ قرار دیتے ہوئے کہا کہ دونوں ٹیمیں پریشان تھیں کہ کیا کریں، ہم چاہ رہے تھے کہ وہ ہمارے خلاف زیادہ سے زیادہ رنز کریں جبکہ ہم آؤٹ ہونا چاہ رہے تھے تو وہ ایسا نہیں کر رہے تھے۔ سلیم ملک نے یہ انکشاف بھی کیا کہ میچ فکسنگ میں امپائرز بھی شریک ہوتے ہیں جبکہ بعض دوسرے لوگوں کو بھی ادائیگی کی جاتی ہے جبکہ اس نے یہ بھی کہا کہ وہ بعض ایسے بالرز اور بیٹسمینوں کے نام بھی بتا سکتا ہے جو کہ اس کی ہدایت پر کام کرتے ہیں اور یہ بھی کہ انہوں نے اب تک کیا کیا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

اخبار کے مطابق سلیم ملک نے انکشاف کیا کہ وہ بڑی آسانی کے ساتھ کسی بھی میچ فکس کر سکتا ہے کیونکہ میچ سے پہلے ایک جگہ جمع ہو کر تمام امور طے کر لئے جاتے ہیں۔ یہ منشیات کے کاروبار سے بہتر ہے جس میں صرف ایک بک میکر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام بھارت میں ہوتا ہے۔ میں ایک بھارتی بک میکر سے آپ کی ملاقات کرادوں گا وہ آ کر آپ سے مل لے گا۔

نیوز آف دی ورلڈ میں شائع ہونے والی اس کہانی کے بعد سلیم ملک نے لاہور میں پریس کانفرنس کی کوشش کی تو اسے نامعلوم وجوہات کی بنا پر ایسا کرنے سے روک دیا گیا تاہم صحافیوں سے غیر رسمی گفتگو کے دوران جذباتی انداز سے سلیم ملک نے کلمہ پڑھتے ہوئے میچ فکسنگ میں ملوث ہونے سے انکار کیا اور کہا کہ مجھے معلوم ہے پریس کانفرنس کس نے اور کیوں رکوائی ہے۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ لندن میں مقیم آئی سی سی میں پاکستان کے نمائندے احسان مانی نے برطانوی اخبار میں شائع شدہ کہانی کے بارے میں معلومات کیں اور اس حوالے سے آئی سی سی کے اہم عہدیداروں سے بات چیت کے بعد سلیم ملک کی پریس کانفرنس رکوائی دی گئی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ سلیم ملک بالآخر حقائق کو سامنے لانے پر آمادہ ہو گئے تھے اور میچ فکسنگ کے اصلی کرداروں کو سامنے لانے پر تل گئے تھے۔ ان کے عزائم کی بھنک پڑتے ہی قومی ٹیم میں شامل اہم کھلاڑیوں کی سفید پوشی کا لبادہ اتر جاتا۔

جاری ہے

قسط نمبر 41

عدالتی کمیشن کی رپورٹ کے مطابق عطاء الرحمٰن نے تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے وسیم اکرم کے خلاف بیان دینے کو جھٹلا دیا تھا تاہم اگلے دن اس نے کہانی تبدیل کر دی اور اپنے بیان حلفی کی کیمرہ ریکارڈنگ کے سامنے تصدیق کی،اس حلفیہ بیان کے مطابق کرائسٹ چرچ میں نیوزی لینڈ کے خلاف ون ڈے میچ میں وسیم اکرم نے ترغیب دلائی کہ وہ خراب باؤلنگ کرے، جس کے عوض اسے ایک لاکھ روپے دیئے جائیں گے۔اس نے واضح کیا کہ وسیم اکرم نے اس کو مانچسٹر میں دھمکی دی تھی کہ اسے شدید نقصان اٹھانا پڑے گا لہٰذا خوفزدہ ہو کر اس نے بیان بدل دیا تھا۔

عطاء نے عدالت کو یہ بھی بتایا کہ نیو کیسل سے مانچسٹر آنے کے لئے ہوائی ٹکٹ بھی وسیم اکرم نے دیا تھا جس کی ادائیگی اس کے کریڈٹ کارڈ سے کی گئی تھی۔اس نے یہ بھی کہا کہ خالد محمود نے اسے بیان سے مکر جانے کی ہدایت کی تھی۔عطاء الرحمٰن نے عدالت کے سامنے فضائی ٹکٹ کا ایک حصہ اور دستخط شدہ حلف نامے کی نقل بھی پیش کی تھی اور واضح کیا تھا کہ یہ حلف نامہ وسیم اکرم کے وکیل نے تیار کیا تھا جس پر میرے دستخط لئے گئے تھے۔

عطاء الرحمٰن نے یہ بھی بتایا کہ نیوزی لینڈ سے وطن واپسی پر وسیم اکرم نے اسے ایک لاکھ روپے دیئے اور عہد کیا کہ اگر میں میچ فکسنگ میں ملوث رہا تو بقیہ رقم بھی ادا کر دی جائے گی۔

عطاء الرحمٰن کا یہ بیان جسٹس قیوم کی حالیہ شائع شدہ رپورٹ میں مفصل طور پر موجود نہیں تھا جس میں سے بعض باتیں حذف کر دی گئی تھیں مگر حیران کن امر یہ تھا کہ اگر کھلاڑیوں

، آفیشلز، بک میکرز، ایڈمنسٹریٹرز اور دوسرے لوگوں کے بیانات کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سلیم ملک اور عطاء الرحمٰن کے مطابق بھی بعض کھلاڑی میچ فکسنگ میں کسی نہ کسی طور پر ملوث تھے جن کے ساتھ کسی نہ کسی طور پر صرف نظر کیا گیا اور ان پر عائد کئے گئے جرمانے بہت کم تھے جبکہ بعض کھلاڑی ایسے بھی تھے جن کو مسلسل سخت الزامات کا سامنا رہا لیکن وہ صاف بچ نکلے اور ان کو عدالتی کارروائی چُھ بھی نہیں کر سکی تھی۔

عطاء الرحمٰن پر بیانات میں تبدیلی اور حلفیہ بیان سے مکر جانے کے باعث اتنی کڑی سزا کا اطلاق کیا گیا جبکہ اس کے حلفیہ بیان، فضائی ٹکٹ پیش کرنے کے ثبوت، خالد محمود کی جانب سے بیان میں تبدیلی کی ہدایت اور دوسرے تمام پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔

عوامی سطح پر یہ بات بڑی شدت کے ساتھ محسوس کی گئی کہ میچ فکسنگ کا معاملہ ختم کرنے کے لئے سلیم ملک اور عطاء الرحمٰن کو قربانی کا بکرا بنایا گیا ہے جبکہ یہ بات بھی کہی جا رہی ہے کہ جس شخص نے پیسے لئے اس کو تو تاحیات پابندی کا مستحق قرار دے دیا گیا جبکہ پیسے دینے اور میچ فکسنگ کی ترغیب دلانے والے کو محض جرمانے پر ٹرخا دیا گیا۔ پھر یہ کہ سفارشات بھی ایسی تھیں کہ جن پر وقت سے پہلے ہی عمل کر دیا گیا۔ وسیم اکرم کو کپتان نہ بنانے کی اور عطاء الرحمٰن کو بین الاقوامی کرکٹ نہ کھلانے کی سفارش کا اب کیا فائدہ کہ نہ تو وسیم کپتان رہا اور نہ ہی دوبارہ اس کے اس عہدے پر آنے کے امکانات ہیں جبکہ عطاء کا بحیثیت کھلاڑی عرصہ ہوا خاتمہ ہو چکا ہے لہٰذا اس پر یا سلیم ملک پر اس تاحیات پابندی کا کیا فرق پڑے گا۔

جسٹس قیوم کمیشن انکوائری پر ناقدین نے یہ سوال بھی اٹھایا کہ وسیم اکرم نے بعض معاملات میں صاف جھوٹ بولا تھا مگر کمیشن نے اسے کچھ نہیں کہا۔ حالانکہ ایک شخص کے ایک بار جھوٹ بولنے سے اس کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ مثلاً وسیم اکرم نے کہا کہ اس کے والد کو اغوا نہیں کیا گیا تھا۔ جبکہ ڈی آئی جی پولیس نے عدالت کو اس واقعہ کے ثبوت دیئے لیکن کمیشن نے وسیم اکرم کی اس دروغ گوئی کو نہیں پکڑا۔ حالانکہ یا اغوا اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ میچ فکسنگ اور سٹے بازوں کو وسیم اکرم سے کچھ معاملات پر نقصان پہنچا ہو گا جس پر اس کے والد کو اغواء کیا گیا لیکن کمیشن نے یہ پہلو چھوڑ دیا۔

جاری ہے

قسط نمبر 42

سپر سٹار جسٹس بھنڈاری کی عدالت میں

وسیم اکرم ورلڈ کپ ہارنے کے بعد گوشہ نشین ہو گیا۔ اسے اپنوں اور غیروں کی تنقید کا سامنا تھا۔ لیکن ایک سیلف میڈ کرکٹرز کو گوشہ نشینی راس نہ آئی اور وہ خم ٹھونک کر ایک بار پھر میدان میں آ گیا۔ لیکن اس بار اسے ایک اور عدالتی کٹہرے میں کھڑے ہو کر اپنے کردار کی سچائی کا ثبوت دینا تھا۔

بنگلہ دیش کرکٹ ٹیم کے ہاتھوں پاکستان کرکٹ ٹیم کی شکست نے دنیا بھر کو جگ ہنسائی کا موقع دیا۔ بنگلہ دیش میں اس فتح پر جشن منایا گیا اور ان کے سیاستدانوں نے کہا کہ انہوں نے 71ء کا بدلہ آج چکا دیا ہے۔ یہ ذلت پاکستانیوں کو ہر گز گوارہ نہیں تھی۔ ورلڈ کپ میں بنگلہ دیش کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کھانے پر وسیم اکرم دیگر کھلایوں پر میچ فکسنگ کا الزام عائد کیا گیا۔ اس کی تحقیقات لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس کرامت نذیر بھنڈاری پر مشتمل کمیشن کے سپرد کی گئیں۔ کمشن نے کھلاڑیوں کے علاوہ ماہرین اور سابق کرکٹرز و منتظمین کو بھی گواہی کے لئے طلب کر لیا۔

سابق کرکٹر سرفراز نواز ببانگ دہل بات کرتے ہیں۔ قومی کرکٹ میں موجود سٹہ بازوں کے خلاف ان کے بیانات آن ریکارڈ ہیں۔ 29 ستمبر 2001ء کے روز انہوں نے کمیشن کے رو برو ایسے انکشافات کئے کہ پوری دنیا ان کی باتوں پر متوجہ ہو گئی۔ اگرچہ وسیم اکرم سرفراز نواز کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اس کے توجہ نہ دینے کے باوجود سرفراز نواز کے

بیانات اس کے کردار پر کاری ضرب لگاتے ہیں۔ سرفراز نواز نے کہا کہ وسیم اکرم نے میچ سے قبل کہا تھا کہ قومی ٹیم پہلے بیٹنگ کر کے اچھا سکور کر لیتی ہے مگر وسیم اکرم نے پہلے باؤلنگ کا فیصلہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ اس نے اپنا یہ فیصلہ کیوں بدلا اور کس کے کہنے بدلا؟ اس میچ میں 224 رنز بنانا کوئی مشکل نہ تھا۔ میچ فکسنگ میں جگ موہن ڈالیا اور احسان مانی بھی شامل ہے۔ احسان مانی ہندو ہے۔ اس کا نام پریش مانی ہے۔ وسیم اکرم کے پاس 3 ارب کے اثاثے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ پیسہ کہاں سے آیا؟

13 اکتوبر 2001ء کے روز سابق کرکٹر ماجد خان نے کمیشن کے روبرو بیان ریکارڈ کرایا اور کہا کہ ورلڈ کپ میں صرف بنگلہ دیش کے ساتھ ہی میچ فکس نہیں تھا بلکہ بھارت اور آسٹریلیا کے ساتھ بھی میچ فکس تھے۔ انہوں نے کہا کہ قومی کرکٹ ٹیم پر میچ فکسنگ کے الزامات درست ہیں۔

ماجد خان ایک سنجیدہ، بردبار صاف گو اور غیر متنازعہ انسان ہیں۔ ان کی باتیں وزن دار ہوتی ہیں۔ انہوں نے کمیشن کو سٹہ بازی اور میچ فکسنگ کے حوالے سے پریکٹیکل ثبوت تو نہ دیئے البتہ کمیشن کو پورے وثوق کے ساتھ بتایا کہ وہ کھلاڑیوں کے رویئے ان کی لاپروائی اور کپتان کے غیر مناسب رویہ کو دیکھ کر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ قومی کرکٹ ٹیم میں میچ فکسنگ ہوتی ہے۔

جاوید میاں داد نے بھی کمیشن کے روبرو بیان ریکارڈ کرایا کہ وسیم اکرم کا دامن صاف نہیں۔ بنگلہ دیش سے میچ ہارنے کے بعد وسیم اکرم کا یہ بیان کہ ہم بھائیوں سے ہارے ہیں۔ بڑی معنی خیز اور توجہ طلب بات ہے۔

کمیشن نے اس دوران قومی اخبارات کے سینئر سپورٹس رپورٹرز کو بھی طلب کیا اور ان سے بھی میچ فکسنگ کے بارے میں سوالات کئے۔

وسیم اکرم جب کمیشن کے روبرو پیش ہوا تو جسٹس کرامت بھنڈاری کے تلخ اور فنی سوالات نے وسیم اکرم کو ہلا کر رکھ دیا۔ جسٹس صاحب کے ریمارکس ایک محب وطن پاکستانی کے ریمارکس تھے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کرکٹ ٹیم کا بنگلہ دیش سے ہارنا معمولی بات نہیں ہے کیونکہ جس بال کے ساتھ بنگلہ دیش کی کرکٹ ٹیم کے "بچو نگڑوں" نے 224 رنز بنا لئے اسی بال کے ساتھ پاکستان کرکٹ ٹیم کے "دیو" کھلاڑی صرف 140 رنز بنا کر کیوں آؤٹ ہو گئے۔ بھائی، لوہاری جا کر کسی بھی حجام یا عام آدمی سے پوچھیں کوئی بھی ماننے کو تیار نہیں کہ پاکستانی ٹیم بنگلہ دیش جیسی ٹیم سے ہار جائے گی۔ پوری قوم کو یہ بات ہضم نہیں ہو رہی کہ ہماری ٹیم بنگلہ دیش سے کیوں ہاری۔ یہی بات حکومت تک پہنچی تو حکومت نے میری یہ ناخوشگوار ڈیوٹی لگا دی کہ میں اس معاملے کا کھوج لگاؤں۔

اس پر وسیم اکرم نے کہا کہ حال ہی میں بھارت کینیا سے ہار گیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہلکی ٹیم سے کھیلتے وقت بڑی ٹیم "ری لیکس" ہوتی ہے۔ ویسے بھی اگر میچ جیت جائیں تو کوئی شاباش بھی نہیں دیتا۔ اس پر فاضل جج نے کہا کہ جب یہ پتہ ہو کہ میچ ہارنے پر جوتیاں پڑیں گی

تو پھر منصوبہ بندی ہونی چاہیے۔وسیم اکرم نے کہا کہ بلاشبہ یہ سچ ہے بنگلہ دیش سے میچ کے وقت ہماری ٹیم نے اسے بہت آسان لیا تھا۔اس میچ سے قبل ہم ورلڈکپ کے 4 میچ جیت چکے تھے اور سپر سکس کے لئے کوالیفائی کر لیا تھا۔انہوں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ میں نے اکثر و بیشتر ٹاس جیت کر پہلے کھیلنے کا فیصلہ کیا مگر بنگلہ دیش سے ٹاس جیت کر اسے پہلے کھیلنے کی دعوت دینا ٹیم کا فیصلہ تھا اس نے کہا کہ پاکستانی ٹیم کا بنگلہ دیش کی ٹیم سے کوئی مقابلہ نہیں۔

جاری ہے

قسط نمبر 43

زیادہ وائڈ بال دینے کے عدالتی سوال پر وسیم اکرم نے کہا کہ میں ویسے بھی زیادہ وائڈ بال دیتا ہوں کیونکہ جب مخالف پر اٹیک کیا جائے گا تو یقیناً وائڈ بال بھی آ سکتا ہے تاہم یہ الزام غلط ہے کہ میں جان بوجھ کر وائڈ بال پھینکتا تھا اور میں اتنا ماہر بھی نہیں ہوں کہ جان بوجھ کر ایسا کروں۔ بنگلہ دیش کے 224 سکور بنانے کے باوجود ہمارا خیال تھا کہ ہم آسانی سے میچ جیت جائیں گے ویسے ان میچوں میں شروع میں ہماری بیٹنگ زیادہ نہیں چلی لیکن سپر سکس کے بعد ہی بیٹنگ چلتی ہے یہ کہنا درست نہیں کہ سلیم ملک وغیرہ تیار ہی نہیں تھے اس کے باوجود انہیں کھلایا گیا۔ وسیم نے کہا کہ انضمام الحق اور اظہر محمود کے رن آؤٹ ہونے میں کوئی بری نیت نہیں تھی بلکہ یہ صرف مس ججمنٹ کی وجہ سے ہوا۔

جسٹس بھنڈاری نے کہا کہ سرفراز نواز نے کہا تھا کہ بنگلہ دیش کے ساتھ میچ سے پہلے ہی وہاں قائم بیٹنگ شاپس پاکستان کے ہارنے کی باتیں کر رہی تھیں آخر وہ ایک ایسے معاملہ پر کیوں بیٹنگ کر رہے تھے کہ ایک بچہ پہلوان کو چت کر دے گا۔ وسیم اکرم نے کہا کہ سب الزامات لگاتے ہیں ثبوت کوئی نہیں دیتا۔ کمیشن اس بارے میں کچھ کرے۔ ایسے ماحول میں کھلاڑی کیسے اچھا کھیل پیش کریں آج میں کمیشن کے روبرو کسی کا نام لئے بغیر اور کوئی ثبوت دئے بغیر اس پر الزام لگا دوں تو کل اخبارات میں خبریں شائع ہوں گی۔ اس سے اس کھلاڑی اور اس کے خاندان کی عزت اور سکون تو برباد ہو گیا۔ عدالت نے کہا کہ کمیشن اسی لئے یہ انکوائری کر رہا ہے کہ اگر ٹیم پر میچ فکسنگ کے الزامات درست نہیں تو پھر کھلاڑیوں کو کلیئر کر کے ہمیشہ کے

لئے یہ باب بند کر دیا جائے اور اگر کسی کے خلاف ثبوت ہے اور خواہ وہ کتنا ہی بڑا کھلاڑی ہے اسے نکال باہر کیا جائے۔

کمیشن نے کہا ماجد خان جیسے ذمہ دار شخص نے بھی کمیشن کو بیان میں کہا کہ ہماری ٹیم بک چکی تھی اور آپ نے بھی بیان دیا کہ ہم اپنے بھائیوں سے ہارے ایسی باتیں دوسرے کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

وسیم اکرم نے کہا کہ میں بھی اس ہوٹل میں تھا۔ لابی میں کسی نے مجھے یہ نہیں کہا کہ ہم بنگلہ دیش سے کیوں ہارے ہیں؟ صرف ماجد خان اور سرفراز نواز کو ہی لوگوں نے کیوں یہ کہا۔ ویسے ماجد خان اچھا آدمی ہے مگر میرا اس کے بارے نقطہ نظر مختلف ہے۔ پاکستانی ٹیم کو چلانا بڑا مشکل کام ہے۔

وسیم نے کہا بطور کپتان ہار جیت میرے لئے گیم کا حصہ ہے۔ بنگلہ دیش ٹیم بھی مسلمان ہے اور اگر میں نے یہ کہہ بھی دیا کہ ہم اپنے بھائیوں سے ہارے ہیں تو کیا ہوا۔ ایک سوال پر وسیم اکرم نے کہا کہ میں احسان مانی کو جانتا ہوں۔ وہ بڑے اچھے آدمی ہیں۔ میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ احسان مانی اور ڈالمیا میچ فکسنگ کرتے ہیں یا نہیں۔ بھارت کے ساتھ میچ کے حوالے سے عدالتی سوالوں کے جواب میں وسیم اکرم نے کہا کہ بھارت کے ساتھ میچ کھیل نہیں بلکہ جنگ ہوتی ہے۔ گراؤنڈ میں پاکستانی اور بھارتی شہریوں کا شور ہی لے ڈوبتا ہے۔ پاکستان کی ٹیم دباؤ میں بہت کم ”چیز“ ہوتی ہے۔ وسیم اکرم نے کہا کہ پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئرمین بھی آئے دن بدلتے رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ پوری انتظامیہ اور کپتان بھی

بدل جاتے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی سائنٹیفک طریقہ نہیں البتہ دعا کر کے جاتے ہیں قبول ہو جائے توجیت کر آتے ہیں نہ قبول ہو تو ہار کے آتے۔

اس پر کمیشن نے کرکٹ بورڈ کے وکیل سید اصغر حیدر سے کہا کہ وہ اس نکتہ کو نوٹ کر کے متعلقہ حکام سے بات کریں۔ اگر بورڈ کے چیئرمین کی اس طرح آئے دن تبدیلی ہوتی رہے گی تو پھر تو یہ ایڈہاک ازم ہی ہے۔

اصغر حیدر نے عدالت سے کہا کہ کرکٹ بورڈ کے چیئرمین کا تقرر قانون کے مطابق 3 سال کے لئے ہوتا ہے مگر ہمارے یہاں کوئی بھی اپنی میعاد پوری نہیں کرتا۔ اس پر عدالت نے کہا کہ ہمارے ملک میں یہی کچھ ہو رہا ہے اسی لئے ادارے پنپ نہیں سکتے۔

عدالتی استفسار پر وسیم اکرم نے کہا کہ جسٹس قیوم کمیشن نے انہیں 3 لاکھ روپے جرمانہ کیا تھا جس کے خلاف کرکٹ بورڈ کے روبرو اپیل دائر کی گئی ہے۔ ایک سوال پر وسیم اکرم نے کہا کہ احتساب بیورو نے بھی میچ فکسنگ کے حوالہ سے تحقیقات کیں مجھے بھی بلایا گیا۔ میرے اثاثے وغیرہ چیک کئے مگر کچھ نہیں ملا۔ ایک سوال پر وسیم نے کہا کہ بنگلہ دیش سے میچ کے موقع پر حکومت کا ٹیم پر کوئی دباؤ نہیں تھا۔ کمیشن نے وسیم اکرم سے سوال کیا کہ کمیشن کو بتایا گیا ہے کہ آپ کے اثاثے آپ کی آمدن سے زیادہ ہیں۔ اس پر وسیم اکرم نے کہا کہ میں عدالت کے روبرو اپنے اثاثوں اور ٹیکس کی ادائیگی کا تمام ریکارڈ پیش کرنے کو تیار ہوں۔ میرا ذریعہ معاش صرف کرکٹ ہے میچ کھیلنے، کاؤنٹی کھیلنے اور سپانسر کمپنیوں سے مجھے کافی آمدن ہے۔ وسیم اکرم نے کہا بے بنیاد الزامات لگانے کے رجحان کو ختم کرنے کے لئے اخبار والے

عوام کی تربیت کر سکتے ہیں اس پر عدالت نے کہا ہمارے ملک میں قانون موجود ہے کہ اگر کوئی غلط الزام لگائے تو اس کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ دائر کیا جائے۔ میں آپ کو تجویز کروں گا کہ آپ لوگ اپنے اوپر الزامات لگانے والوں کے خلاف ضرور دعوے دائر کریں۔

وسیم اکرم نے کہا کہ ہمارے پرانے ساتھی ہی ہم پر الزامات لگاتے ہیں اگر ایسے الزامات لگانے بند کر دیئے جائیں تو ہماری ٹیم دنیا کی بہترین ٹیم ہو گی کیونکہ یہ کھیل جسمانی سے زیادہ ذہنی مشقت کا کھیل ہے۔ عدالت نے وسیم اکرم سے کہا کہ وہ اپنی تحریری تجاویز کمیشن کو فراہم کریں۔

جسٹس کرامت بھنڈاری کمیشن کی کارروائی جاری تھی کہ عالمی کرکٹ تنظیم نے وسیم اکرم کو اس کی شاندار خدمات پر ''سر'' کا خطاب دینے کا فیصلہ کیا لیکن اس کا انحصار کمیشن کی رپورٹ پر ہو گا۔ اگر کمیشن نے وسیم اکرم کو مشکوک اور سزاوار کر کے ڈکلیئر کیا تو ممکن ہے اسے ''سر'' کا خطاب نہ ملے۔ لیکن وسیم اکرم کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ وہ ''سر'' کا خطاب حاصل کرنے کے لئے بہت زیادہ ''محنت'' کر رہا ہے۔ اس نے جسٹس قیوم کے فیصلے کے خلاف بورڈ میں اپیل کر دی ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی معصومیت کی سند حاصل کرنے کے بعد عالمی کرکٹ تنظیم سے یہ خطاب وصول کرنے میں حق بجانب ہو گا۔ بورڈ اس کی اپیل پر کیا فیصلہ کرتا ہے اس بارے میں ماہرین کرکٹ کا کہنا ہے کہ بورڈ بہر حال جسٹس قیوم کی انکوائری اور فیصلے کو کالعدم قرار نہیں دے سکتا۔

جسٹس کرامت نذیر بھنڈاری نے کم و بیش ایک سال کی عدالتی تحقیق کے بعد جولائی 2002ء میں وسیم اکرم کو ہر طرح کے الزامات سے بری کر دیا۔اس مقدمہ سے باعزت نجات حاصل کرنے کے بعد اس کا حق بن گیا ہے کہ اسے ''سر'' کا خطاب دیا جائے۔

جاری ہے

قسط نمبر 44

وسیم اکرم "را" کا ایجنٹ؟

سرفراز نواز۔۔۔وسیم اکرم پر یہ بھی الزام لگا چکے ہیں کہ اس کے بدنام زمانہ سمگلر شکیل چھوٹا سے بھی تعلق ہے جو "را" کا ایجنٹ ہے۔ شکیل چھوٹا اور چھوٹا راجن پاکستان اور بھارت کی انڈر گراؤنڈ ورلڈ کے معروف نام ہیں۔ سرفراز نواز نے کہا کہ نواز شریف دور میں جب مجیب الرحمٰن کو کرکٹ بورڈ کا چیئرمین بنایا گیا تو انہوں نے آتے ہی 4 کھلاڑیوں کو ٹیم سے نکال دیا۔ جس پر شکیل چھوٹا نے مجیب الرحمٰن کو 8 کروڑ روپے دیئے اور کہا کہ جن چار کھلاڑیوں کو نکالا گیا ہے انہیں واپس لا کر وسیم اکرم کو کپتان بنا دیا جائے۔

وسیم اکرم نے جسٹس کرامت نذیر بھنڈاری کے روبرو یکم نومبر 2001ء بروز ہفتہ یہ بیان ریکارڈ کرایا کہ سرفراز نواز سے وہ پانچ سال ہوئے ایک بار بھی نہیں ملے۔ اس نے کہا کہ میری ذات پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ میرا تعلق "را" سے ہے۔ وسیم اکرم نے بعدازاں راقم کو اس حوالے سے بتایا کہ ایک ایسا شخص جس نے دن رات ملک کے لئے خدمات انجام دی ہوں اور وہ شخص جو بھارت کے ساتھ میچ کے دوران جنگ لڑ رہا ہو وہ "را" کا ایجنٹ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے شکیل چھوٹا کا نام بھی سرفراز نواز کی زبان سے سنا ہے۔ سوائے چند ایک لوگوں کے کوئی شخص بھی مجھ پر یہ الزام نہیں لگاتا کہ وسیم اکرم کے سمگلروں سے تعلقات ہیں۔ دراصل سرفراز نواز پیسے کا آدمی ہے۔ اس کا اپنا کوئی کردار نہیں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اسے کوئی حیثیت مل جائے۔ اس لئے وہ مجھ پر کیچڑ اچھالتا ہے۔ وسیم اکرم نے عدالت کے روبرو

بھی یہ بات کہی کہ ہمارے پرانے ساتھی ہی ہم پر الزامات لگاتے ہیں۔اگر ایسے الزامات لگانے بند کر دیئے جائیں تو ہماری ٹیم دنیا کی بہترین ٹیم ہو گی کیونکہ یہ کھیل جسمانی سے زیادہ ذہنی مشقت کا کھیل ہے۔

وسیم کے بھیدی

دنیا میں بہت سی گوہر آبدار اشیاء اور شخصیات محض اتفاق سے دریافت ہو جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کو جب ان کا ظہور مقصود ہوتا ہے تو ان کے وسیلے پیدا کر دیتا ہے۔وسیم اکرم کے معاملے میں بھی یہی ہوا۔ایک روز محمد صدیق المعروف سڈ (Sid) کی جوہر شناس نظروں نے دبلے پتلے اور نو آموز باؤلر وسیم اکرم کے اندر چھپے ہوئے مستقبل کے بڑے کرکٹر کو پرکھ لیا۔اس روز محمد صدیق قومی کرکٹ ٹیم کے سلیکٹر شفقت رانا کے پاس قذافی اسٹیڈیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے درمیان کرکٹ پر گفتگو ہو رہی تھی۔میدان میں نئے کھلاڑیوں کے انتخاب کے لئے ٹرائلز ہو رہے تھے۔یکایک محمد صدیق کی نظر ایک نوجوان باؤلر پر ٹھہر گئی جو ایک خاص مہارت کے ساتھ بال پھینک رہا تھا۔انہوں نے شفقت رانا سے کہا۔"رانا صاحب اس لڑکے کو تو دیکھیں، کتنے زبردست انداز میں باؤلنگ کر رہا ہے"۔

شفقت رانا نے دیکھا اور پھر وہ چونک پڑے۔محمد صدیق نے کہا:"یہ لڑکا لیفٹ آرم باؤلر ہے ۔آپ کو معلوم ہے کہ لیفٹ آرم باؤلر کی گیند اندر آتی ہے مگر اس کی بال باہر جاتی ہے۔اگر یہ لڑکا بازو کے ساتھ گیند کو اندر لانے کی بھی صلاحیت پیدا کر لے تو بڑا خطرناک باؤلر بن سکتا ہے"۔

شفقت رانا نے محمد صدیق کی بات کی تائید کی اور پھر انھوں نے اس نوجوان کو اپنے پاس بلایا اور بعد میں عمران خان سے بھی اس کا ذکر کیا اور یوں وہ نوجوان تین جوہریوں، عمران خان، شفقت رانا اور محمد صدیق کی جانچ پرکھ کے بعد ٹیم میں شامل ہو گیا اور پھر جب راولپنڈی میں اس نے ایک اننگ میں 9 کھلاڑیوں کے پرخچے اڑائے تو یہ تینوں جوہری اپنے انتخابات پر بے حد خوش ہوئے۔

جاری ہے

قسط نمبر 45

محمد صدیق پروفیشنل کرکٹر تو نہیں لیکن کرکٹ کی تاریخ کے استاد اور ناقد رہے ہیں۔ کئی سال تک نوائے وقت میں سپورٹس تجزیہ نگار کی حیثیت سے کالم لکھتے رہے ہیں اور پاکستان کرکٹ ٹیم کے نان آفیشل منیجر رہ چکے ہیں۔ وسیم اکرم کے حوالے سے ہماری ان کے ساتھ ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے کہا۔

”یہ 1984ء کی بات ہے ایک روز میرے چھوٹے بھائی کی کمر میں درد شروع ہو گیا۔ اسے ڈاکٹروں کو دکھایا مگر آرام نہ آیا تو میں نے مدثر نذر عمران خان اور اپنے دوسرے کرکٹرز دوستوں سے اس کے علاج کے سلسلے میں راہنمائی مانگی۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ میں ڈاکٹر طارق سے ملوں۔ ڈاکٹر طارق نذیر فزیو تھراپسٹ تھے اور قومی کرکٹ ٹیم میں نئے نئے آئے تھے۔ میں ان سے ملنے قذافی اسٹیڈیم گیا بھائی کو ان کے سپرد کیا اور خود شفقت رانا کے ساتھ بیٹھ کر نئے نوجوان کرکٹرز کے ٹرائل دیکھنے لگا۔ معاً نظر وسیم اکرم پر پڑی، اس کا رن اپ ،ایکشن، باؤلنگ سپیڈ اور اس سے بڑھ کر لیفٹ آرم باؤلر کی حیثیت میں ایک مختلف اور خطرناک طریقے سے بال پھینکنے کا انداز دیک کر مجھے اس میں عمران خان کی روح نظر آئی اور میں نے شفقت رانا سے کہا کہ اگر اس لڑکے کو قومی ٹیم میں شامل کر لیا جائے تو یہ بہترین باؤلر بن سکتا ہے۔ ٹرائلز ختم ہونے کے بعد ہم نے وسیم اکرم کو پاس بلایا اور عمران خان سے اس کی سفارش کی۔ اس موقع پر عمران خان نے ایک دلچسپ اور مدلل بات کی اور کہا ”اس کا کھیل ہی اس کی سفارش ہے سڈ“

مجھے یقین ہو گیا کہ ہم نے وسیم اکرم کے اندر جو باؤلر دیکھا ہے عمران خان کی جوہر شناس نظروں سے وہ چھپا نہیں رہ سکا۔ وسیم اکرم خلاف توقع اس پذیرائی پر میرا بے حد ممنون ہوا اور آج بھی اس کا میرے ساتھ تعلق احترام پر مبنی ہے۔ جب تک عمران خان کپتان رہے ہیں ان کے ساتھ نان آفشنل ٹورز پر منیجر کی حیثیت میں ساتھ رہتا تھا۔ کینیڈا اور امریکہ میں کرکٹ کا آغاز کرنے والوں میں ہم شامل تھے۔ عمران خان کی سرکردگی میں ان ممالک کے علاوہ بنگلہ دیش، سری لنکا، انڈیا، شارجہ جہاں بھی غیر سرکاری دورے کئے ہیں، ٹیم کے ساتھ بطور منیجر گیا۔ وسیم اکرم اس زمانے میں نیا نیا تھا۔ اسے قریب سے دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا۔ عمران خان وسیم اکرم پر بہت فخر کیا کرتے تھے۔ کرکٹرز میں صرف وسیم اکرم اور مدثر نذر ہی وہ انسان تھے۔ جنہیں عمران خان پسند کرتے اور ان سے مشورہ لینا اور ان کی بات ماننا گوارا کرتے تھے۔ وسیم اکرم ہمیشہ سے عمران خان سے بے حد متاثر ہیں۔ وہ انہیں اپنا استاد سمجھتے ہیں عمران خان نے جب شوکت خانم کینسر ہسپتال کے لئے فنڈز ریزنگ شروع کی تو وسیم اکرم بلا معاوضہ کرکٹ کھیلتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وسیم اکرم میں عمران جیسی کرکٹ کی خوبیاں پیدا ہو گئیں۔ شخصی خوبیاں تو وہ نہ اپنا سکے بہر حال انہوں نے فٹنس، فائٹنگ اور مردم شناسی کے تمام گر عمران سے سیکھے۔ وسیم اکرم نے ٹیم کے انتخاب کی تدبیر بھی عمران خان سے سیکھی۔ جس طرح عمران خان ٹیم منتخب کرتے ہوئے اپنی مرضی کرتے تھے۔ یہی طریقہ وسیم اکرم نے بھی اختیار کیا۔

عمران خان کی کرکٹ وسیم اکرم میں اس قدر حلول کر گئی کہ دنیائے کرکٹ کے وہ تمام کھلاڑی جو عمران خان سے خوفزدہ تھے۔ وہ وسیم اکرم سے بھی خوف کھاتے رہے ہیں۔ سری

لنکا کے کھلاڑی دلیپ مینڈس تو وسیم اکرم کو عمران ہی کہتے ہیں۔ایک بار انھوں نے ریڈیو سری لنکا کے لئے وسیم اکرم کا انٹرویو لیا تو بار بار انہیں عمران خان کہہ کر پکارتے رہے۔وسیم اکرم انہیں بار بار ٹوکتے کہ یار تم مجھے عمران خان کیوں کہتے ہو،اسی طرح کولمبو میں ایک میچ کے بعد جب وسیم اکرم کو مین آف دی میچ کے ایوارڈ کے لئے دلیپ مینڈس نے انہیں اسٹیج پر بلایا، توانھوں نے ایک بار پھر وسیم اکرم کو عمران خان کہہ کر پکارا۔اس موقع پر جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ وہ وسیم اکرم کو عمران خان ہی کیوں کہتے ہیں تو اس پر دلیپ مینڈس نے بڑی یاد بات کی اور کہا۔

"مجھے وسیم کے اندر عمران خان کی روح نظر آتی ہے،ویسے بھی عمران خان کسی ایک انسان کا نام نہیں ہے۔یہ ایک احساس اور کیفیت کا نام ہے۔میں جب وسیم کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان میں عمران خان کا تسلسل نظر آتا ہے"۔

سری کانت جو بھارتی کرکٹ ٹیم کا مایہ ناز آل راؤنڈر رہے ہے،وسیم اکرم سے بہت خوف کھاتا ہے۔عمران خان کی طرح وسیم اکرم نے بھی انڈیا کے لئے دل میں کبھی نرم گوشہ پیدا نہیں کیا۔اس کی ہمیشہ سے یہی خواہش رہی ہے کہ وہ بھارت کو اس کے گھر میں شکست
دے۔انڈین کھلاڑی جس طرح عمران خان سے گراؤنڈ کے اندر اور باہر دونوں جگہ ڈرتے تھے اسی طرح وہ وسیم اکرم سے بھی گھبراتے ہیں۔ایک بار میں نے یہ منظر دیکھا کہ ائرپورٹ پر پاکستانی اور بھارتی ٹیم بیٹھی ہوئی تھی عمران خان نے دوسری فلائٹ سے آنا تھا اور پاکستانی ٹیم ان کا انتظار کر رہی تھی۔عمران خان آئے تو انہیں دیکھتے ہی بھارتی ٹیم کے سارے نوجوان

کھڑے ہو گئے۔ مچلنا دیو بیٹھے رہے اور انہوں نے اپنے کھلاڑیوں کو سخت الفاظ میں بیٹھنے کے لئے حکم دیا اور کہا ”اوئے نیچے بیٹھو۔ عمران خان پاکستانی ٹیم کا کپتان ہے تمہارا نام نہیں“؟

وسیم اکرم کے رعب دبدبہ کا بھی یہ عالم رہا ہے۔ اگرچہ اس کے خلاف جوئے کی سازشیں ہوتی رہی ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ مضبوط کپتان تھا۔

جاری ہے

itsurdu.blogspot.com

قسط نمبر 46

یہ 1991ء کی بات ہے بمبئی میں کینسر کے بھارتی مریضوں کے لئے بینیفٹ شو ہو رہا تھا۔ ہمارے ساتھ 12 کھلاڑی تھے۔ عین وقت پر سلیم ملک کو بخار ہو گیا۔ اس پر مجھے شرارتاً فیلڈ میں بلا کر سلی میں کھڑا کر دیا گیا۔ اسوقت سری کانت بیٹنگ کر رہا تھا۔ مجھے اس سے پہلے یہ معلوم نہیں تھا کہ سری کانت وسیم اکرم سے ڈرتا ہے۔ میں اس وقت بہت حیران ہوا جب وسیم اسے باؤلنگ کرانے آیا تو اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں ایسے لرز رہے تھے جیسے وہ رعشہ کا مریض ہو۔

میں اس کے پاس گیا اور شرارتاً کہا "کانت تمہیں بخار چڑھا ہوا ہے"۔ اس نے خشک زبان لبوں پر پھیری، آنکھوں سے خوف جھلک رہا تھا اور وہ خاموش رہا۔ میچ کے بعد میں نے وسیم اکرم سے سری کانت کے حوالے سے بات کی تو اس نے قہقہہ لگایا اور بولا۔

"سڈیہ مرا بہت بڑا شکار ہے۔ میں اگر اسے چار باؤنسر ماروں تو اس کا پیشاب نکل جائے۔ جب چاہوں اسے آؤٹ کر دوں، یہ مجھ سے بہت ڈرتا ہے"۔

وسیم اکرم کی کرکٹ میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اسے ایک عرصہ تک خود معلوم نہیں تھا کہ اس کے اندر کیا خوبیاں اور کتنے طوفان پوشیدہ ہیں۔ یہ صرف عمران خان جیسا جوہری ہی تھا جس نے اسے تراشا اور اسے پہچان دی۔ میں آپ کو ایک اور دلچسپ قصہ سنا کر اپنی اس بات کو واضح کرتا ہوں۔

1985ء میں وسیم اکرم پہلی بار نیوزی لینڈ کے دورہ پر گیا تو بہت ڈرا سہا ہوا تھا۔ ہوائی جہاز پر اس کا پہلا غیر ملکی دورہ تھا۔ وہ بات کرتے ہوئے نروس ہو جاتا تھا۔ عمران خان کا رعب اس پر اس قدر طاری ہوتا تھا کہ بات کرتے ہوئے نظریں نیچے کر کے بات کرتا تھا۔ عمران خان اس کی کیفیت بھانپ جاتے تھے۔ انہوں نے نفسیاتی طور پر اسے اعتماد دیا۔ اس کے باوجود وسیم اکرم اس دورے میں ٹینشن میں تھا اور اسے خدشہ تھا کہ اگر وہ اچھی کارکردگی نہ دکھا سکا تو عمران خان اسے ٹیم سے نکال دے گا۔

اسی کیفیت اور عالم میں ویلنگٹن ٹیسٹ میں وسیم اکرم کی بوکھلاہٹ دیکھنے کے قابل تھی۔ مارٹن کرو نے چوکے لگا کر اس کو اس قدر بے حوصلہ کر دیا تھا کہ وہ رونے پر آ گیا تھا۔ وہ جب بھی بال کراتا مارٹن کرو اسے چوکا لگا دیتا۔ بال کرانے اور چوکا کھانے کے بعد ترچھی نظروں سے عمران خان کی طرف دیکھتا۔ اسے خدشہ تھا کہ عمران خان اسے گھور رہے ہیں ۔لہٰذا اس نے دوسری بال بھرپور کوشش کر کے گیند کو آف اسٹمپ پر پھینکنا چاہا مگر یہ بال بھی لیگ اسٹمپ پر ہی گری تو مارٹن نے پھر چوکا لگا دیا۔ یقین کریں کہ تیسرا چوکا کھانے کے بعد وسیم اکرم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور نڈھال قدموں سے باؤلنگ اینڈ کی طرف جانے لگا تو عمران خان اس کی طرف بڑھے۔ وسیم سمجھا کہ اب اس کی سرزنش ہو گی۔ مگر جب عمران خان نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا ویل ڈن وسیم۔ تم نے مارٹن کرو کی کمزوری بھانپ لی ہے۔ اس طرح گیندیں کراؤ۔ دو چار گیندوں کے بعد یہ آؤٹ ہو جائیگا۔

جاری ہے

قسط نمبر 47

وسیم اکرم کے آنسو خوشی اور طمانیت کے آنسوؤں میں بدل گئے۔ بعد میں وسیم نے مجھے اس واقعہ کے حوالے سے اپنی کیفیت سے آگاہ کیا اور بتایا۔

”سڈ یقین کرو مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میں نے مارٹن کرو کی کوئی کمزوری پکڑی ہے۔ مجھے تو اپنی گیند پر اعتماد ہی نہ رہا تھا۔ مگر یہ عمران بھائی ہیں جو میری کمزوری کو طاقت تکنیک اور مہارت میں بدل دیتے ہیں“۔ عمران خان کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور مارٹن کرو دو تین مزید چوکے لگانے کے بعد ڈیپ فائن لیگ پر کیچ آؤٹ ہو گیا تھا۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وسیم اکرم ایک لیجنڈ اور بے مثال کرکٹر ہے۔ اس نے کبھی نیگیٹو کرکٹ نہیں کھیلی۔ اس کے گرد سازشوں کے جال بن دیئے گئے ہیں۔ اس میں فائٹنگ سپرٹ بہت زیادہ ہے۔ وہ دو تین سال اور کھیل سکتا تھا مگر اسے دنیا کی نظروں سے گرانے کی کوششیں، اس کی عزت و وقار کو ملیامیٹ کرنے کی یہ سازشیں دراصل اسے نہیں بلکہ پاکستانی کرکٹ ٹیم کو ایک تاریخ ساز نقصان پہنچانے کے مترادف ہیں۔

وسیم سپر سٹار کرکٹر ہے اسے سر کا خطاب ملنا چاہیے۔ میں آپ کو صاف صاف بتا دوں کہ آج کرکٹ بورڈ کے پاس جتنا پیسہ ہے۔ وہ سب وسیم اکرم کی بدولت آیا ہے۔ اس نے قومی ٹیم کو ہر میدان میں لڑایا اور جتوایا ہے۔ اس کے دور میں کرکٹ کو بے پناہ شہرت ملی اور سازشوں کی دلدل میں دھنستی ہوئی ٹیم کو باہر نکلنے کا موقع ملا۔ وہ مجھے اکثر کہتا رہا ہے کہ سڈ میں ورلڈ ریکارڈ

توڑوں گا۔ اگر اسے مزید کرکٹ کھیلنے کے باعزت مواقع ملتے رہے تو وہ یقیناً ورلڈ ریکارڈ توڑے گا۔

عمران خان نے اپنی خوبیاں اور خفیہ ہتھیار وسیم اکرم کے سپرد کیئے تھے تو وسیم نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے یہ خفیہ ہتھیار وراثت کی طرح نوجوان کرکٹرز کے حوالے کیئے۔ اس نے عاقب جاوید سے لیکر ہر نئے باؤلر کو گائیڈ کیا اور ریورس سوئنگ سکھائی۔ عمران خان کے بعد وسیم اکرم ایسا آل راؤنڈر اور کپتان تھا جو ٹیم کو ہر بحران میں سے نکال سکتا تھا۔ وسیم اکرم عمران خان کی طرح سفارش قبول نہیں کرتا تھا وہ سلیکشن میں بھی ماہر تھا۔

وسیم اکرم میں بے پناہ شخصی خوبیاں بھی ہیں تو بے شمار خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ شروع میں اس کی ایک خامی یہ تھی کہ اس میں بچپنا بہت تھا۔ بے فکری لاپرواہی سے کام لیتا اور عام زندگی میں وہی مشاغل اور حرکات کیا کرتا تھا جو عموماً کھلنڈرے کھلاڑیوں سے منسوب کی جاتی ہیں۔ مگر شادی کے بعد ہما نے اس کی زندگی بدل ڈالی اور اس میں شخصی اعتماد پیدا ہو گیا۔

آغاز میں وسیم اکرم تقریر کرنے سے گبھراتا تھا۔ ہم اسے حوصلہ دیتے کہ گھبرایا نہ کرو۔ جس طرح لاکھوں لوگوں کے سامنے تم کھیل لیتے ہو اس طرح تقریر کرتے ہوئے بھی یہی سمجھا کرو کہ تمہارے سامنے مخالف ٹیم کھڑی ہے۔ اس کے باوجود تقریر کرنے سے کتراتا تھا۔ اس نے کئی بار مجھ سے کہہ کر منتظمین کو منع کرایا کہ اسے تقریر کرنے کے لئے نہ بلایا جائے۔ انگریزی بولنا تو درکنار مجمع کے سامنے اسے عام زبان میں گفتگو کرنے میں بھی دشواری ہوتی تھی۔ ہما ماہر نفسیات اور نہایت خلیق و ذہین عورت ہے۔ اس نے بڑے حوصلے اور تدبیر

سے وسیم اکرم کو پالش کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہما وسیم اکرم کو نہ ملتی تو وسیم اکرم سپر سٹار کرکٹر نہ بن سکتا اور نہ ہی اس میں شخصی اعتماد اور خوبیاں پیدا ہوتیں۔

یہاں آپ کو ایک خاص بات بتادوں کہ وسیم اکرم شروع ہمیں ہما سے بہت ڈرتا تھا۔ اس زمانے میں جب اس کی منگنی ہوئی تھی۔ وسیم اکرم میں نوجوانی اور شہرت کے باعث کچھ ایسی حرکتیں بھی ہوتی ہوں گی۔ جنہیں ہما جیسی پڑھی لکھی لڑکی پسند نہ کرتی تھی اس کے باوجود وسیم ہما کو بہت چاہتا تھا۔ بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ اس نے ہما کو جنون کی حد تک پیار کیا ہے۔ ان کے درمیان جب بھی تعلقات خراب ہوئے ہمیشہ ہما نے ہی انہیں استوار کیا اور بہتر بنایا۔ وسیم اکرم کے خلاف جب کھلاڑیوں نے بغاوت کی اس پر سٹہ بازی کا الزام آیا۔ تو ایسے حالات میں ہما اس کی ڈھال اور مسیحا بن گئی تھی۔ وہ اس کی دلجوئی کرتی اسے سمجھاتی اور حوصلہ دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ وسیم ایک کامیاب کرکٹر بن گیا۔ ورنہ جتنی سازشوں کے طوفان اس کے خلاف اٹھے ہیں کوئی اور ہوتا تو کب کا ان طوفانوں کی نذر ہو چکا ہوتا۔

جاری ہے

قسط نمبر 48

یہ جو وسیم آپ کو دکھائی دے رہا ہے۔اس کے پیچھے حقیقتاً ایک ایسی عورت کا ہاتھ ہے جس کے ہاتھ میں کامیابیوں کی کنجی ہے۔ہما پاکستانی ٹیم کے ساتھ بھی جاتی رہی ہے اور کھلاڑیوں کا مورال بلند کرتی رہی ہے۔وہ گریٹ عورت ہے۔نہایت خوش مزاج اور ذہنی طور پر فٹ عورت۔شوکت خانم میں فری جاب کرتی رہی ہے۔بچوں کی نگہداشت میں بے مثال ماں اور شوہر کی خدمت میں بے مثال بیوی ہے۔

وسیم اکرم ایک خوش مزاج جگت باز اور لطیفہ گو انسان ہے۔نہایت برجستہ اور موقع محل کے مطابقلطیفہ سنانے اور لاجواب بات کرنے میں ماہر ہے۔ہمارے مشہور کامیڈین سہیل احمد،امان اللہ بھی وسیم اکرم کی جگتوں سے گھبرا جاتے ہیں۔ایک بار ہم لوگ نیویارک جارہے تھے۔عمران خان کی موجودگی میں وسیم اکرم ہمیشہ کم بولتا تھا۔اس روز عمران خان ساتھ نہیں تھے۔لہٰذا وسیم اکرم کو ڈھیل مل گئی تھی۔

استاد نصرت فتح علی خان بھی ہمارے ہم سفر تھے۔وسیم اکرم کے لطیفوں نے محفل گرمادی تھی۔وہ بار بار میراثیوں کے لطیفے سنا رہے تھے۔استاد نصرت فتح علی خان کے ساتھ ان کا منیجر اقبال بھی تھا۔وہ وسیم اکرم کے لطیفے سن کر پریشان ہو گیا اور لڑکھڑاتی آواز میں اس نے استاد نصرت فتح علی خان سے کہا”خان صاحب وسیم صاحب کو منع کریں جی۔یہ بار بار ہماری برادری کے لطیفے سنا رہے ہیں“۔

خان صاحب نے ہنستے ہوئے اقبال کو سمجھایا "یار تو خاموش بیٹھا رہ۔ تجھے اسکپورز ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

وسیم اکرم یار دوستوں کے ساتھ گپ شپ لگانے اور محفل سجانے میں بڑی مہارت رکھتا ہے۔ زندہ دل انسان ہے۔ اسے اپنی فٹنس کی بھی فکر رہتی ہے۔ اس لئے وہ ٹینشن کو خود پر سوار نہیں ہونے دیتا۔

وسیم اکرم کی یہ خوبی ہے کہ وہ تین سال سے شوگر کے مرض میں مبتلا ہونے کے باوجود نہایت محنت کے ساتھ کھیل رہا ہے۔ اس حوالے سے وہ دنیا کا واحد کرکٹر ہے جو موذی اور تکلیف دہ مرض میں مبتلا ہو کر ورلڈ ریکارڈ قائم کر رہا ہے۔ اس کی شوگر کی بیماری بھی میں نے ہی دریافت کی تھی۔ 1999ء کی بات ہے۔ ایک روز اس نے مجھے فون کیا اور پریشانی سے بتایا۔

"سڈ مجھے پیشاب بہت آنے لگا ہے"۔

میں ڈاکٹر تو نہیں تھا مگر اپنے تجربہ اور مشاہدہ کے مطابق سوال کیا

"دن میں کتنی بار آ رہا ہے"۔

"دن میں" وہ تعجب سے بولا۔ "مجھے تو ہر دس منٹ بعد پیشاب آ رہا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

”تو پھر تم میرے پاس آ جاؤ“۔

میرے کہنے پر وسیم میرے گھر آیا اور میں نے کہا۔ ”تم ڈاکٹر فیصل مسعود سے ملو۔ مجھے لگتا ہے تمہیں شوگر ہو گئی ہے۔ میں نے تمہارے آنے سے پہلے انہیں فون کر دیا ہے۔“

وسیم گھبرایا۔ میں نے اسے تسلی دی لہٰذا وسیم اکرم ڈاکٹر فیصل مسعود کے پاس گیا تو ٹیسٹ کرنے پر معلوم ہوا کہ اسے شوگر ہے اور خاصی ہے۔ لہٰذا اسے فوراً انسولین پر لگا دیا گیا۔ تب سے وہ انسولین لے رہا ہے اور سخت محنت کر رہا ہے اس کے بغیر وہ چل نہیں سکتا۔ لیکن آپ سوچیے کہ بیمار ہونے کے باوجود وہ عام انسانوں اور باقی تمام کرکٹرز سے کس قدر تازہ دم، فٹ اور ممتاز ہے۔ یہ تو اللہ کی شان ہے کہ اس نے وسیم اکرم کو عزت اور شہرت دی اور پھر اسے ہر امتحان میں کامیاب کیا ہے۔ ہمیں وسیم اکرم جیسے سپر سٹار کی قدر کرنی چاہیے کہ ایسے گوہر آبدار شخصیات پھر نہیں ملتیں۔

جاری ہے

قسط نمبر 49

1982-83ء میں لاہور میں سیاسی سرگرمیاں منجمد ہونے کے باعث بظاہر کوئی سرگرمی نظر نہیں آتی تھی لیکن اندرون شہر زندہ دلان لاہور نے ایک اور مشغلہ اختیار کرر کھا تھا۔ نوجوان سیاسی پابندیوں اور مارشل لاء کے خطرات کو پس پشت ڈال کر گلیوں میں کرکٹ کھیلا کرتے تھے۔اس دور میں نہ صرف صبح کے وقت کھیل کے میدانوں اور بڑی بڑی سڑکوں پر میچ کھیلتے بے فکرے نوجوان نظر آتے بلکہ راتوں کو لائٹسکی روشنی میں ٹینس بال ٹورنامنٹ کی ثقافت پروان چڑھ رہی تھی۔مزنگ کا علاقہ اس حوالے سے نوجوانوں کا سرگرم ترین علاقہ تھا۔ یہاں کے ایک نوجوان محمد یامین صدیقی نے نوجوانوں کی تنظیم ورلڈ اسلامک یوتھ آرگنائزیشن کو نہایت متحرک کیا ہوا تھا۔ وہ تنظیم کے جنرل سیکرٹری اور سپورٹس ونگ کے انچارج تھے۔خود بھی کراٹے اور کرکٹ کے کھلاڑی تھے اور پیشہ ور فوٹو گرافر، صحافی، سماجی اور سیاسی کارکن تھے۔ لیکن ان کی سب سے نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ نوجوانوں کو عملی زندگی میں متحرک کرنے اور مثبت صحت مند سرگرمیوں میں سرگرم عمل رکھتے تھے۔بعد میں یہی نوجوان فوٹو جرنلزم صحافت کا قدرآور نام بن گیا۔ وسیم اکرم کے بچپن کی کرکٹ ان کے سامنے جوان ہوئی انہوں نے اپنی یادداشتوں کے حوالے سے بتایا۔

”وسیم اکرم اس زمانے میں مزنگ کی گلیوں میں ایک عام لڑکے کی طرح کرکٹ کھیلتا تھا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ مستقبل میں یہ لڑکا شہرہ آفاق شہرت حاصل کرے گا۔اسی دور میں تحریک پاکستان کی راہنما بیگم سلمیٰ تصدق نے اپنے شوہر کی یاد میں مصدق حسین ٹینس بال

کرکٹ ٹورنامنٹ منعقد کرایا۔ لاہور کی 20 نمایاں ٹیموں نے حصہ لیا۔ مزنگ کرکٹ کلب چناب کرکٹ کلب اور یوتھ کرکٹ کلب اس زمانے میں لاہور کی فیورٹ ٹیمیں تھیں۔ یہ ٹورنامنٹ مزنگ ہائی سکول کی گراؤنڈ میں کھیلا گیا۔ فلڈ لائٹس میں ساری رات کھیل جاری رہتا اور پورے لاہور کے نوجوان جوش و خروش اور نظم و ضبط کے سامنے میچ دیکھتے اور کھلاڑیوں کا حوصلہ بڑھاتے تھے۔ ٹورنامنٹ میں اس وقت ہیجان اور دلچسپی پیدا ہوگئی جب مزنگ کی سڑکوں پر مشتمل ایک عام سی ٹیم میدان میں اتری اور اس نے اپنے سے تگڑی اور معروف ٹیم کو ناکوں چنے چبوا دیئے اس غیر معروف اور وقتی کرکٹ کلب کے ایک لڑکے نے تو کمال ہی کر دکھایا۔ اس کے دائیں بازو پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ بائیں بازو سے اس قدر تیزی اور مہارت سے بال کر رہا تھا کہ تماشائی اس کی جرات، بہادری اور مہارت پر عش عش کر اٹھے۔ ٹورنامنٹ تو یوتھ کلب نے جیت لیا، مگر مین آف دی میچ اس عام سے لڑکے کو ملا۔ اس کا نام وسیم اکرم تھا۔ اس سے قبل میں اسے نہیں جانتا تھا مگر ٹورنامنٹ کے بعد اسکے جوہر آشکار ہوئے اور معلوم ہوا کہ وہ گندم منڈی کی گلیوں میں کرکٹ کھیلتا ہے۔ میری اس کی والدہ اور نانی سے دعا سلام تھی۔ اس کی والدہ کو بھی فوٹو گرافی کا شوق تھا اور بڑی ماہر فوٹو گرافر تھیں۔ وہ میری دکان پر بھی آتی تھی۔ وہ ان دنوں اپنی والدہ کے پاس رہ رہی تھیں۔ ان کی اپنے شوہر کے ساتھ ناراضگی تھی جو ماڈل ٹاؤن میں رہائش پذیر تھے۔ وسیم اکرم بھی والدہ اور نانی کے پاس رہ کر پڑھ رہا تھا، اور سکول کے بعد سارا سارا دن گلیوں میں کرکٹ کھیلتا رہتا تھا۔ میں نے وسیم اکرم کو آفر دی کہ وہ یوتھ کرکٹ میں شامل ہو جائے۔ وسیم اکرم شرمیلا اور کم گو تھا، مگر اس وقت جب میں نے اسے اپنے کلب میں شامل کیا تو ممنونیت سے میرا

شکریہ ادا کرنے لگا۔اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔مجھے احسان ہوا کہ یہ آفر اس کی روحانی تسکین کا باعث بنی ہے اور اسے قارون کا خزانہ مل گیا ہے۔

وسیم اکرم باقاعدگی سے یوتھ کلب کی طرف سے کھیلنے لگا۔آہستہ آہستہ مجھے احساس ہوا کہ اس کے اندر ایک بہت بڑا کھلاڑی چھپا ہوا ہے۔میں اس کی نانی اور والدہ سے ملتا تو وسیم اکرم کے بارے میں بات کرتا اور انہیں کہتا کہ وسیم اکرم ایک روز بڑا کھلاڑی بنے گا مگر اس کی نانی اور والدہ کو وسیم اکرم کا کرکٹ کھیلنا اچھا نہ لگتا۔اس کی والدہ نے کئی بار مجھے کہا کہ وہ اسے پڑھا لکھا کر بڑا افسر بنانا چاہتی ہیں مگر وسیم اکرم پڑھائی میں دلچسپی نہیں لے رہا۔

جاری ہے

قسط نمبر 50

اس زمانے میں ساری ساری رات میچ ہوتے تھے لہٰذا وسیم اکرم کو بھی رات گھر سے باہر رہنا پڑتی۔ کئی بار ہم اسے گھر چھوڑ کر آتے تھے۔ وہ گھر جاتے ہوئے گھبراتا اور کہتا، دیدی مجھے مارے گی۔ وہ ماں کو دیدی کہہ کر پکارتا تھا۔ راتوں کو گھر سے غائب رہنے کی اس عادت سے تنگ آکر دیدی نے ایک روز اس کی خوب دھلائی کی۔ ماں سے مار کھانے کے بعد وسیم اکرم نے مجھے بتایا کہ یامین بھائی آج دیدی نے مجھے کپڑے دھونے والے تھاپے سے مارا ہے۔ وسیم اکرم کی والدہ گھر سے باہر رہنے اور پڑھائی میں دلچسپی نہ لینے پر اسے بہت مارتی تھیں۔

اس کے باوجود وسیم اکرم کرکٹ سے تائب نہ ہوا۔ اگرچہ وہ شرمیلا اور کم گو تھا لیکن شرارتی لڑکوں کے ساتھ اچھرہ کی نہر پر نہانے بھی جاتا تھا۔ لڑکے اس کے شرمیلے پن کا فائدہ اٹھا کر اسے چھیڑتے تو وہ لڑکیوں کی طرح چھوئی موئی ہو جاتا۔ اس پر اس کئی دوست فقرے کستے کہ وسیم تو لڑکیوں کی طرح شرماتا ہے۔

ایک روز دوپہر کے وقت وسیم اپنے دوستوں کے ساتھ اچھرہ کی نہر پر نہا رہا تھا کہ دوستوں نے اس کے بارے کپڑے چھپا دیئے۔ وسیم جب نہا کر باہر نکلا تو کپڑے غائب دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ دوستوں نے اس کی خوب درگت بنائی اور اسے خوار کیا۔ اس کے باوجود وسیم نے دوستوں کو نہیں چھوڑا۔ مجھے جب اس واقعہ کا علم ہوا تو میں نے لڑکوں کو منع کیا کہ آئندہ وہ وسیم کے ساتھ کوئی مذاق نہیں کریں گے۔

میں نے یوتھ کلب کے چند اصول بنائے ہوئے تھے۔ میری کلب کا کھلاڑی دوسری ٹیم میں نہیں کھیل سکتا تھا۔ ایک روز معلوم ہوا کہ وسیم اکرم نے عارف حیات روکڑی کی کلب شائننگ کلب کی طرف سے میچ کھیلا ہے تو میں نے اسے دکان پر بلا کر سرزنش کی اور اسے 25 روپے جرمانہ کر دیا۔ میں جانتا تھا کہ وسیم اکرم کے لیے 25 روپے ادا کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن بات ہو گی۔ مگر میں نے کوئی رعایت نہ کی اور اسے صاف صاف کہا۔ ''وسیم اگر تم نے ہماری کلب میں کھیلنا ہے تو پہلے جرمانہ ادا کرو، دوسری صورت میں تمہیں اجازت ہے کہ دوسری کلب جوائن کر لو''۔

مجھے معلوم تھا کہ وسیم اکرم یہ بھاری جرمانہ ادا نہ کر سکے گا۔ دو تین روز تک وہ کرکٹ کھیلنے نہ آیا تو میں نے بھی اس کی خبر نہیں لی۔ حالانکہ مجھے دکھ ہو رہا تھا کہ میرے اس طرح کے رویے سے مستقبل کا کرکٹر ضائع بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وسیم دوسرے علاقے میں جا کر راتوں کو کرکٹ نہیں کھیل سکتا تھا۔ کیونکہ اس طرح اسے گھر سے جو مار پڑتی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا تھا۔ تیسرے روز وسیم آیا اور اس نے 25 روپے جرمانہ ادا کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا پیسے چوری تو نہیں کیے۔

''نہیں۔۔۔'' اس نے معصومیت سے کہا ''میں نے تین دن کا جیب خرچ اکٹھا کیا ہے اور بھائی سے بھی کچھ پیسے لئے ہیں''۔

میں نے پیسوں سے پوری ٹیم کی دعوت کی اور آئندہ کے لئے دوسرے تمام کھلاڑیوں کے لئے یہ مثال بن گئی پھر کسی نے کلب کا نظم و ضبط نہیں توڑا۔ وسیم جب سے ہماری ٹیم میں

شامل ہوا تھا ہم کوئی میچ نہیں ہارے تھے۔ ہماری کلب کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اس دوران مین آف دی میچ اور بیسٹ باؤلر کی جو ٹرافیاں اسے ملیں وہ میری دکان پر آج بھی شو کیس میں پڑی ہیں۔ یہ ساری عزت اور شہرت وسیم اکرم کی ہی بدولت تھی۔ اس وقت سب کو یقین ہو چکا تھا کہ وسیم ایک روز بڑا کھلاڑی بن جائے گا مگر وہ بظاہر کسی اونچے مقام کے لئے تگ و دو کرتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر ایک روز مجھے معلوم ہوا کہ وسیم اکرم خان محمد کے کیمپ میں شامل ہو گیا ہے۔ مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ میں نے اسے بلایا اور کہا: "تم نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ خان محمد کے کیمپ کے لیے منتخب ہو گئے ہو"۔

اس پر وہ معصومیت سے بولا۔ یامین بھائی "میرے پاس مزید 25 روپے نہیں ہیں"؟ اس بات پہ میں نے زور دار قہقہہ لگایا اور کہا۔

"اب تم پر کوئی پابندی نہیں ہے، تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم اپنی کلب اور اپنے مقصد کے ساتھ سچے ہو"۔

جاری ہے

قسط نمبر 51

خان محمد کے کہنہ اور ماہر ہاتھوں میں جاتے ہی وسیم اکرم کی کرکٹ میں نکھار آگیا۔ وہ ہماری ہیلتھ کلب میں بھی باقاعدگی سے آنے لگا اور اپنی فٹنس پر توجہ دیتا تھا۔ بالآخر 1984ء میں وہ تاریخی لمحات بھی آگئے جب معلوم ہوا کہ وسیم اکرم قومی ٹیم میں منتخب ہو گیا ہے۔ پھر جب راولپنڈی میں نیوزی لینڈ کے ساتھ میچ شروع ہوا تو اس روز میری دکان پر نوجوانوں کا رش تھا۔ سب اس کی کامیابی کے لئے دعائیں کررہے تھے۔ اس روز میں نے کسی گاہک کی تصویر نہیں بنائی بلکہ اس روز بازار میں عام تعطیل کا اعلان کر دیا۔ سارا بازار اور علاقہ ٹی وی کے سامنے بیٹھا مزنگ کے اس سپوت کو دیکھ رہا تھا، جو کبھی اپنی بوسیدہ، گندی تنگ گلیوں میں کھیلا کرتا تھا۔ وسیم نے جب پہلی وکٹ لی تو میں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ پھر تو یوں ہوا کہ جب بھی وسیم بال کرانے آتا ہمارے نعرے فضاؤں کا دل چیرنے لگتے۔ میں نے بوتلوں کے کریٹ منگوائے اور سارے بازار کو مٹھائی کھلائی۔ ہر کوئی مجھے مبارک باد دینے آرہا تھا۔ اس کی نانی اور والدہ خاص طور پر میرے پاس آئیں اور مجھے مبارک دی۔ وسیم جب ہیرو بن کر مزنگ آیا تو ہم نے اس کا بھرپور استقبال کیا اور اپنے سٹوڈیو لا کر تصویر کھینچی۔ اس کی وہ تمام ٹرافیاں اور تصاویر آج بھی میرے سٹوڈیو کے اس شوکیس میں پڑی ہیں، جو وسیم نے قومی کرکٹر بننے سے پہلے حاصل کیں۔ اس کے بعد وسیم جب بھی میری دکان پر آیا وہ فخر سے اس الماری کو دیکھتا اور پھر یہ کہنے سے باز نہیں آتا۔

”یامین بھائی مجھے وہ 25 روپے والا جرمانہ ابھی تک نہیں بھولا۔“۔

وسیم اکرم دوستوں کا دوست اپنے ماضی کو یاد رکھنے والا خوبصورت ترین انسان ہے۔ میں ان کے ہر گھریلو فنکشن میں تصویریں بناتا رہا ہو، اور آج بھی کبھی ان کے گھر کوئی تقریب ہوتی ہے تو وہ مجھے یاد رکھتا ہے۔

میں نے اذیت کے دن کیسے گزارے۔

وسیم اکرم کی زبانی

میں شاید دنیا کا بہت خوش نصیب انسان ہوں، اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بڑا کرم ہے۔ اس نے مجھے زمین سے آسمان پر پہنچا دیا۔ دولت، شہرت، عزت، وقار سب کچھ ملا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لئے میں اس کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ مجھے وہ کچھ ملا جس کی کبھی میں تمنا کرتا تھا۔ پھر وہ بھی ملا جو میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ میں تو لاہور کا ایک گم نام کھلنڈر نوجوان تھا جو گمنامی کی وادیوں میں بھٹک رہا تھا۔ میری طرح سینکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں وسیم اکرم لاہور کی سڑکوں اور گلیوں پر چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ اچانک خدائے عزوجل نے میرے دل کی آواز سن لی۔ مجھے اس راستے پر ڈال دیا۔ جس پر چل کر میں نے کامیابیوں کا ہمالیہ سر کر لیا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔

آج میں کرکٹ کی تاریخ کا بہت بڑا بولر بن چکا ہوں۔ میں نے ون ڈے کرکٹ اور ٹیسٹ کرکٹ میں 4500 سے زیادہ وکٹیں لینے کا ریکارڈ بنایا ہے۔ بولنگ کے بے شمار ریکارڈ اپنے نام کر ڈالے ہیں۔ یہ سب اسی کا کرم ہے۔ آج میں کیریئر کے اختتام پر آ پہنچا ہوں۔ یعنی کامیابیوں کا جو سفر میں نے 15 سال پہلے شروع کیا تھا اب اس کا اینڈ ہونے والا ہے۔ آج جب

میں اپنے کیریئر پر نظر ڈالتا ہوں تو میرا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے اور میرے دل سے یہی آواز نکلتی ہے کہ شکر ہے پروردگار کہ اس نے مجھے نوازا ہے۔اتنا نوازا ہے کہ شاید میں اس کا حقدار بھی نہیں تھا۔

لیکن کامیابیوں کی بلندیوں تک پہنچنے کے ساتھ ساتھ کیریئر میں کئی بار مجھے شدید اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ان دنوں کی تلخ یادیں میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔شاید وہ میرا امتحان تھا، میرے صبر کی آزمائش تھی یا میرے لئے قدرت کی تنبیہہ کہ کہیں میں کامیابیوں کے نشے میں اپنے فرائض سے غافل نہ ہو جاؤں۔تلخیوں کے اس دور کو میں فراموش کر دینا چاہتا ہوں۔ان کڑوی کسیلی یادوں کو دماغ سے کھرچ ڈالنا چاہتا ہوں۔ لیکن بھول نہیں پاتا۔انسان کا مقدر سدا ایک جیسا نہیں رہتا، کبھی کامیابیوں سے جوش ولولہ اور قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ناکامی، تکبر، نخوت اور انا پرستی کو ختم کرتی ہے۔اسی نشیب وفراز کا نام زندگی ہے۔یہ اللہ کی دین ہے بندے کا امتحان ہے۔

جاری ہے

قسط نمبر 52

میرے کیرئیر میں بھی نشیب و فراز آتے رہے ہیں۔ مثلاً میں نے جب پاکستان ٹیم میں جگہ بنالی تو نیوزی لینڈ کے خلاف راولپنڈی کے سہ روز میچ میں میں نے جو شہرت پائی اس نے قومی ٹیم کے دروازے مجھ پر کھول دیئے۔ میں ہواؤں میں اڑنے لگا، کامیابی کے نشے میں چور تھا، لیکن پہلا دن ون ڈے انٹر نیشنل کرکٹر بننے کا جو خواب دیکھا تھا چکنا چور ہو گیا۔ میں سب کچھ چھوڑ کر کرکٹر بننے چلا تو اچانک راستے بند ہو گئے، سلیکٹرز نے ایک چانس دیا اور ٹیم سے باہر کر دیا۔ میں پریشان تھا یا خدا میرا کیرئیر شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا۔ کامیابیوں کا سفر آغاز ہی نہ کر سکا۔ تمام خیالی قلعے پانی کا بلبلہ ثابت ہوئے۔

ایک ون ڈے انٹر نیشنل کھیلا کوئی وکٹ نہ لے سکا۔ پھر کون چانس دیتا ہے۔ سب وسیم اکرم کو بھول گئے، پنڈی میں جو عزت ملی، فیصل آباد میں دفن ہو گئی اور میں دیوانہ سا ہو گیا۔ کیرئیر شروع کرتے ہی کہانی ختم ہو گئی۔ میں ان دنوں بہت پریشان تھا۔ مجھے آگے بڑھنے کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید میری کرکٹ ختم ہو گئی۔ میں بھی ایک میچ کا کھلاڑی بن گیا ہوں۔ سلیکٹرز اور دوسرے کرکٹر مجھے اناڑی سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میں کرکٹ کی اے بی سی ڈی سے واقف نہیں ہوں۔ بولنگ کا مجھے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھے کچھ کرنا چاہئے۔ لیکن کیا کروں؟ کس سے مدد لوں؟ ان دنوں پیکو کو کرکٹرز کی ضرورت تھی۔ میں نے رابطہ کیا انہوں نے بلا لیا۔ میں لاہور میں گھر کا آرام و آسائش چھوڑ کر

کراچی پہنچ گیا۔ایک ہوٹل کے سستے سے کمرے میں بوریا بستر ڈال لیااور کرکٹ کھیلنے لگا۔ بولنگ اور بیٹنگ دونوں کی پریکٹس شروع کر دی۔یقین کیجئے کہ مجھے آگے بڑھنے کے لئے راستہ نظر نہیں آتا تھا میں گھر سے دور رات دن پریکٹس میں لگا رہتا تھاجو بھی تکلیفیں،جو بھی مشکلات رہائش میں پیش آئیں انہیں جھیل رہا تھا۔گھر والوں کو بتا نہیں سکتا تھا۔بس کرکٹ کھیل رہا تھا۔دل کو یقین نہیں تھا کہ کاش ایک چانس اور مل جاتا مگر کسی نے بھی توجہ نہیں دی۔بس ایک امید تھی جس کے سہارے محنت کر رہا تھا،کبھی کبھی بہت مایوس ہو جاتا تھا لیکن یہ میرے کرکٹ کے سفر کا آغاز تھا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ساتھی حوصلہ افزائی کرتے،دل بڑھاتے لیکن روشنی کوئی دکھائی نہیں دیتی تھی۔پھر اچانک میرا نام قومی کیمپ کے 25 ممکنہ کھلاڑیوں میں آگیا۔خدا نے میری دعائیں سن لیں۔کیمپ میں آنے کے بعد میں نے سوچا کہ میں کچھ ایسا کروں کہ سلیکٹرز متاثر ہو جائیں۔کس طرح میں ٹاپ اسٹارز کو پریشان کروں،ان کو آؤٹ کر دوں۔

جاوید میاں داد دنیا کے جانے مانے بیٹس مین تھے۔وہ نیوزی لینڈ کے دورے کے لئے کپتان بھی تھے۔میں نے سوچا کہ اگر میں جاوید بھائی کو آؤٹ کر لوں تو وہ میری بولنگ سے ضرور متاثر ہوں گے۔میں نے ان کو بولنگ کرائی،خاصا پریشان کیا،اپنی دانست میں بہت اچھی بولنگ کی جس سے سلیکٹرز متاثر ہو سکیں۔میں اپنی کارکردگی سے بہت خوش تھا۔جاوید بھائی جیسے بڑے کھلاڑی کو میں نے بہت تنگ کیا تھا۔انہوں نے مجھے ٹیم میں شامل کروایا۔یہ تو مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ دراصل جاوید بھائی جان بوجھ کر میرے خلاف ایسی بیٹنگ کر رہے تھے،

کہ سلیکٹرز متاثر ہو جائیں۔میں جسے اپنی کامیابی سمجھتا تھا وہ دراصل جاوید بھائی کی مہربانی تھی کہ مجھے اپنے کیریئر کے ابتدائی دور میں پیدا ہونیوالی اذیت سے چھٹکارا ملا۔

جاری ہے

itsurdu.blogspot.com

قسط نمبر 53

اس کے بعد پھر میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ وقار یونس کے ساتھ میری جوڑی مشہور ہو گئی۔ ہم نے دنیا کی بڑی بڑی بیٹنگ لائن تباہ کی۔ پاکستان کی فتوحات کا سلسلہ چل نکلا۔ بورڈ نے مجھے کپتان بنا دیا۔ میری کامیابیوں کی یہ معراج تھی۔ کبھی سوچا نہ تھا کہ جس ٹیم میں کھیلنے کے خواب دیکھے تھے اس کی قیادت میرے ہاتھوں میں ہو گی مگر اس کی بلندی پر پہنچنے کے بعد مجھے ایک اور جھٹکا لگا۔

میرے ساتھی میرے دوست میرے ہمدم اچانک میرے خلاف ہو گئے۔ مجھے قیادت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے جو لوگ کہا کرتے تھے وہی میرے ساتھ بات کرنے کو تیار نہیں تھے۔ ساتھیوں کی جو محبت مجھے حاصل تھی وہ یکایک مخالفت میں بدل گئی۔ میں حیران تھا کہ ہوا کیوں الٹی چل پڑی۔

ماجد خان بورڈ کے چیف ایگزیکٹو بنے تھے۔ ان کا اقتدار شروع ہوا تھا ایسے میں کھلاڑیوں نے بغاوت کر دی۔ ان کا مطالبہ تھا کہ وسیم اکرم کو ہٹایا جائے ہم اس کی قیادت میں کھیلنے کو تیار نہیں۔ ان کا الزام تھا کہ میں ان کو اپنا غلام سمجھ رکھا ہے۔ ان سے صرف حکم کی تعمیل کرانا چاہتا ہوں۔ ان کو ساتھی نہیں سمجھتا میرا رویہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کوئی میرے ساتھ کھیلنے کو تیار نہیں۔ مشتاق احمد، وقار یونس، رمیز راجہ، انضمام الحق، سلیم ملک، آصف مجتبیٰ، راشد لطیف، باسط علی، عاقب جاوید اور غالباً جاوید میانداد سبھی میرے خلاف

تھے۔ صرف ایک کھلاڑی عطاء الرحمٰن میرے ساتھ تھا۔ کیونکہ عطاء الرحمٰن کا تعلق میرے لدھیانہ کلب سے تھا۔ باقی سب مخالف ہو گئے۔ میں نے کبھی سیاست نہیں کہ ہمارے یہاں سیاست ہر شعبے میں نظر آتی ہے۔ میں بھی ایسی ہی کسی سازش کا شکار ہو گیا۔ میں حیران تھا کہ وہ سب کے سب ایک دن پہلے میرے گھر آئے تھے۔ میرے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ میرا نمک کھایا تھا اور سبھی میرے ساتھی تھے۔ برسوں سے ہم ایک دوسرے کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے اچانک انہوں نے دوستی کا چولا اتار پھینکا۔ سب میرے مخالف بن گئے۔ شاید اس میں ان کا قصور نہ تھا۔ یہ تقدیر کا کھی تھا۔ کیریئر کے عروج پر میری قسمت میں یہ جھٹکا آنا تھا۔ حالانکہ اگر وہ مجھ سے کہتے تو میں رضا کارانہ طور پر قیادت سے دستبردار ہو جاتا۔ اس کے لئے بورڈ کو درخواست دینے کی کیا ضرورت تھی۔ میں ان کو برا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ وہ میرے دوست تھے۔ جب دوست منہ پھیر لیں تو دل ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ اذیت نا قابل برداشت ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف

اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ اپنے جب زخم دیں تو تکلیف بہت ہوتی ہے۔ اس دن مجھے یہ احساس ہوا کرکرکٹ سے میرا دل اچاٹ ہو گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کیا کروں۔ ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دوں۔ مگر لنکا شائر سے تو کھیلنا تھا۔ اس میں ان کا کیا قصور تھا۔ میں بہت پریشان

تھا۔ بورڈ کے عہدیدار بھی مشکل میں تھے۔ مجھے کپتانی سے ہٹا نہیں سکتے تھے اور میرے روٹھے دوستوں کو سمجھا نہیں سکتے تھے۔ ان پر دباؤ بڑھ رہا تھا۔ اس موقع پر میں نے خود قربانی دینے کا فیصلہ کیا کیونکہ کرکٹ کھیلنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

جاری ہے

قسط نمبر 54

میں نے بورڈ کے عہدیداروں سے کہا کہ میں استعفیٰ دے دیتا ہوں۔آپ کو نیا کپتان چننے میں مشکل نہیں ہو گی۔جب لڑکے میری قیادت میں کھیلنے کو تیار نہیں تو میں کیوں ان کے سروں پر مسلط رہوں۔میں نے استعفیٰ دے دیا۔یہ میری زندگی کا ایک تلخ لمحہ تھا۔دنیا کی رنگینیوں سے لطف لینے والے وسیم اکرم کا دل ٹوٹ گیا۔ایسے وقت میں میری بیوی ہما نے مجھے تسلی دی۔میرا حوصلہ بڑھایا۔میں اس وقت تک بھی یہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ آخر میرے خلاف بغاوت کیوں ہوئی میں تو دوستانہ ماحول میں ٹیم کو چلا رہا تھا۔میں نے کسی کو حکم ماننے پر مجبور نہیں کیا۔ہمیشہ سمجھا بجھا کر کام چلانے کی کوشش کی۔پھر میرے خلاف یہ سازش کیوں ہوئی۔۔۔اب میں سوچتا ہوں کہ سب کچھ تقدیر کا فیصلہ ہوتا ہے۔برا وقت بھی کبھی آپ کے سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔کل تک جو اپنے تھے آج بیگانے ہو گئے۔وقت سدا ایک جیسا نہیں رہتا۔شاید میں یہ بھول گیا تھا۔

مایوسی کے ان ایام میں میری بیوی نے مجھے بہت سمجھایا۔میرا حوصلہ بڑھایا۔اگر وہ نہ سمجھاتی تو شاید میں کرکٹ چھوڑ دیتا۔عمران خان نے تو مجھے یہ مشورہ دیا تھا کہ میں ٹیم کی مدد کے لئے نیوزی لینڈ نہ جاؤں،ان کو کھیلنے دوں۔۔۔مگر میری بیوی نے مجھے سمجھایا کہ اصل چیز مُلک ہے۔۔۔اپنے ملک کے لئے کھیلنا اہم ہے۔پاکستان کو فتح دلوا دو یہ بڑی بات ہے۔قیادت کی کوئی اہمیت نہیں یہ آنی جانی چیز ہے۔جو چیز ہمیشہ یاد رکھی جائے گی وہ تمہاری کارکردگی ہے۔تمہارے ساتھیوں کو تمہاری سربراہی کی ضرورت نہیں ہے تو کوئی بات نہیں لیکن

پاکستان کو تمہاری صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ تم پاکستان کو فتحیات کرا سکتے ہو۔اس لئے کیسے بھی حالات ہوں اپنے وطن سے منہ نہ موڑو۔ان باتوں سے میرے اندر دنیا حوصلہ پیدا ہوا۔ نئی قوت پیدا ہوئی اور میں پاکستان ٹیم کے نیوزی لینڈ پہنچنے کے پانچ دن کے بعد وہاں پہنچا۔

ٹیم کے ساتھیوں کے پاس میرے لئے جگہ نہیں تھی۔ سخت تناؤ محسوس کر رہا تھا۔ لیکن میری قوت میرا ملک تھا۔ میں ٹیم کے ممبران کے لئے ن ہیں اپنے ملک کے لئے کھیلنے آیا تھا۔اپنا فرض پورا کرنے آیا تھا۔ میں نے انہیں جتلا دیا کہ کپتانی میرے لئے اہم ن ہیں ہے اس سوچ نے میرے اندر جوش بھر دیا تھا چنانچہ میں نے تین ٹیسٹ میں 25 وکٹیں حاصل کیں۔ وہ لمحات میں بھول نہیں سکتا جب میں کوئی وکٹ لیتا تو ٹیم کا کوئی رکن میری کامیابی پر شاباش دینے نہ آتا۔ میں آہستہ آہستہ اپنے بولنگ کے نشان پر جاتا اور نئے بیٹسمین کے کریز پر آنے کا انتظار کرتا لیکن میرے جوش، میرے حوصلے میں کمی نہیں آئی بلکہ ہر وکٹ کے بعد میری قوت بڑھ جاتی کیونکہ میں پاکستان کے لئے فتح حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پہلے ٹیسٹ میں 9 اور دوسرے ٹیسٹ میں 11 وکٹیں لیں۔ دونوں ٹیسٹ پاکستان نے جیتے۔ دونوں میں ''مین آف دی میچ'' میں تھا۔ اس لئے کہ میں پاکستان کے لئے کھیل رہا تھا۔ خدا نے ایک بار پھر سرخرو کر دیا۔ مجھے مایوسی کے اندھیروں میں دھکیلنے والوں کو شرمندگی ہوئی۔ میں نے دنیا کو بتا دیا کہ وسیم اکرم کو کپتانی سے نہیں ملک کی فتح سے پیار ہے۔

دوستوں کی مخالفت کا عذاب میں نے حوصلے کے ساتھ جھیلا۔ جوں جوں کامیابی ملیں میری مایوسی کم ہوتی گئی۔ میرے مخالف ایک بار پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہوئے۔ دوستی کے بندھن

پھر سے مضبوط ہوئے۔ایک بار پھر میں کپتان بنا۔ لیکن کپتانی کا تاج دراصل کانٹوں بھرا ہوتا ہے۔بہت چبھتا ہے چنانچہ کپتان بننے کے بعد ایک بار پھر اذیتیں میرا مقدر بنیں۔ میچ فکسنگ کا الزام عائد ہونے لگا۔ یہ اس طرح کا الزام تھا کہ میں پریشان ہو گیا۔

شارجہ کے ایک میچ میں الزام لگا کہ میں نے 19 گیندوں پر صرف 4 رنز بنائے اور جان بوجھ کر ٹیم کو ہروادیا۔ بنگلور میں تکلیف کے باعث میں نہ کھیل سکا۔ ٹیم ہار گئی تب بھی مجھ پر الزام آگیا میں نہیں کھیلا اس لئے ٹیم ہار گئی۔آپ ہی بتائیں س کوئی کیا کہے کھیلتا ہوں تب بھی الزام نہ کھیلوں تو تب بھی الزام۔ میری دیانتداری پر کیچڑ اچھالی گئی۔مجھ پر جان بوجھ کر ہارنے کا الزام لگا یا دیا گیا۔ میرے گھر پر پتھراؤ کرادیا گیا۔ گھر والوں کو فون پر دھمکیاں دی گئیں۔ بنگلور میں نہ کھیلنے پر طوفان اٹھا دیا گیا۔زندگی کے کسی حصے میں میں نے اپنے فن اور ملک سے بے وفائی نہیں کی۔ مجھے ملک نے بہت کچھ دیا، عزت، شہرت، وقار سب کچھ ملا مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں تھی۔ مگر میرے مخالف مجھے بدنام کرنے پر تلے ہوئے تھے۔کچھ صحافی اس میں پیش پیش تھے۔ وہ نا معلوم کس بات کا بدلہ لے رہے تھے۔انھوں نے میرے خلاف من گھڑت افواہیں پھیلادیں۔ بہت سے جھوٹے قصے گھڑ ڈالے، طرح طرح کی منطق کے ذریعے مجھے غدار ثابت کرنے پر تل گئے۔ میں نے اپنے ملک کیلئے جو کامیابیاں حاصل کی تھیں ان کو فراموش کر کے وہ مجھے بدنام کرنے پر تل گئے تھے۔میں پریشان ہو گیا کس کس الزام کی تردید کرتا، کن کن صحافیوں کی خوشامد کرتا الزامات کا طوفان کھڑا کر دیا گیا۔

جاری ہے

قسط نمبر 55

میرے لوگ جو مجھ سے محبت کرتے ہیں ان کی نظروں میں مجھے گرانے کی کوشش کی گئی۔ ان حالات میں ٹیم کی قیادت کی مجھ میں ہمت نہیں تھی۔ میں نے کپتانی چھوڑ دی۔ بیسویں صدی کے آخری دو تین سال بڑے اذیت ناک تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں نے کہا کہ میں کپتانی سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں کیونکہ میں افواہوں میں گھر چکا ہوں تو کسی نے مجھے تسلی نہیں دی۔ کسی نے مجھے روکا نہیں رسمی طور پر بھی اظہار ہمدردی نہیں کیا، تمام الزامات کا مجھے خود ہی مقابلہ کرنا پڑا، بورڈ کے عہدیدار خاموش تماشائی بنے رہے۔ انتہا یہ تھی کہ سلیکٹرز نے مجھے ٹیم سے ڈراپ کر دیا۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب لنکا شائر میں میرا آخری سال تھا۔ میں لنکا شائر کا کپتان تھا۔ میں نے کندھے کا آپریشن کرایا تھا۔ اس کے بعد میں فٹ ہو کر کھیلنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس سے پہلے ہوم سیریز میں ویسٹ انڈیز کو 0-3 سے ہرا چکا تھا۔ کافی مطمئن تھا کہ اچانک مجھے اطلاع ملی کہ مجھے پاکستان ٹیم سے ڈراپ کر دیا گیا ہے۔ سلیکٹرز نے مجھے باہر کر دیا۔ مجھے ایسا لگا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ میری دنیا تاریک ہو گئی۔ میں نے الزامات سے دامن چھڑانے کے لئے کپتانی چھوڑ دی لیکن نحوست کے سائے میرا تعاقب کر رہے تھے۔

راشد لطیف کی قیادت میں جنوبی افریقہ کے دورے کے لئے جو ٹیم منتخب کی گئی اس میں میرا نام نہیں تھا۔ مجھے یہ سن کر سخت صدمہ پہنچا۔ سلیکٹرز نے مجھے ٹیم سے نکال دیا۔ کیا میری کرکٹ ختم ہو گئی؟ کیا میرا کیریئر باقی نہیں رہا؟ کیا میں آؤٹ نہیں کر رہا؟ رنز نہیں بنا رہا؟ پھر

مجھے ملک کے لئے کھیلنے سے کیوں روک دیا گیا۔ میں جتنا سوچتا اتنا ہی پریشان ہوتا۔ بے شک یہ میری زندگی کا سب سے اذیت ناک دور تھا۔ ایک ہی سوال میرے سامنے تھا کہ آخر مجھے سلیکٹ کیوں نہیں کیا گیا؟ اس آڑے وقت میں کوئی ایسا نہیں تھا جو میرا ساتھ دیتا۔ کسی نے میری حمایت میں بیان نہیں دیا۔ پشاور سے کراچی تک میرے لئے کوئی آواز نہیں اٹھی۔ کسی نے نہیں کہا کہ اس کو ٹیم میں واپس لاؤ۔ میں ٹیم سے باہر ہو گیا۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔ میں اچانک ہیرو سے زیرو ہو گیا۔ میرے حامی، میرے پرستار حیران ضرور ہوئے ہوں گے لیکن کسی نے آواز بلند نہیں کی میں نے ملک کے لئے کتنے ہی کارنامے انجام دیئے فتوحات حاصل کیں ورلڈ کپ جتوایا کتنے ہی بڑے ریکارڈ توڑے کئی نئے عالمی ریکارڈ بنائے، لیکن لوگ سب کچھ بھول گئے۔ میں نے اپنے خیال لگائے جانے والے الزامات کا جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان میں بڑے بڑے حکام سے ملا۔ سیاستدانوں اور ملک کے حکمرانوں سے فریاد کی۔ سب کو یقین دلانے کی کوشش کرتا رہا کہ میں بے قصور ہوں۔ میرے کردار پر جو گندگی اچھالی جا رہی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ الزام لگانے والے کوئی ثبوت لائیں ان کے پاس ثابت کرنے کو کچھ نہیں۔ وہ میرا کیریئر تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ کرکٹ بورڈ کے نئے سربراہ خالد محمود نے میری بات غور سے سنی اور انہوں نے ٹیم میں میری جگہ بحال کر دی۔ میں نے جنوبی افریقہ کے خلاف سیریز آخری ٹیسٹ کھیلا۔ لیکن الزامات سے مجھے بری نہیں کیا گیا۔ میرا ضمیر مطمئن تھا۔ میں نے سوچا کہ بڑے بڑے رہنماؤں پر الزامات لگتے رہے ہیں دستور ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں۔ جب میرا ضمیر مطمئن ہے تو میں بھی مطمئن ہوں۔

مگر اذیت کا وہ عرصہ میں کبھی بھلا نہیں سکوں گا۔ جب میرے گھر والوں کو دھمکیاں ملیں۔ مجھے قتل کرنے اور اغواء کرنے کی دھمکی دی گئی۔ میرے گھر کے افراد کو اغواء کرنے کی دھمکی دی گئی۔ میرے بھائیوں کو دھمکیاں ملیں۔ میری بھتیجیاں جو اسکول میں پڑھتی تھیں ان کو اغواء کرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ میں کرکٹ چھوڑ دوں۔ اس سب کا یہی ایک مقصد تھا۔ خالد محمود نے مجھے اس اذیت سے نکالا۔ انہوں نے ٹیم میں مجھے ایک بار پھر اسی مقام پر فائز کر دیا، میں نے 1999ء کے ورلڈ کپ میں پاکستان کی قیادت کی۔ ہماری ٹیم ابتداء میں فیورٹ نہیں تھی، لیکن ہم نے اپنے کھیل سے سب کو متاثر کیا اور خدا کا شکر ہے کہ فائنل تک پہنچے۔

فائنل میں آسٹریلیا کی مضبوط ٹیم سے ہار گئے۔ مگر میرے عذابوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ ورلڈ کپ کے فائنل میں شکست نے پھر طوفان کھڑا کر دیا۔ حالانکہ پڑوسی ملک بھارت جہاں بھرپور تیاری کی گئی تھی کچھ نہیں ہوا۔ ان کی ٹیم سپر سکس سے آگے نہ بڑھ سکی مگر وہاں کوئی عذاب نہ آیا۔ ہمارے یہاں طوفان آیا۔ اس طوفان میں بورڈ تبدیل ہو گیا۔ نئے عہدیداروں نے میرا موقف مان لیا اور مجھے کپتانی دوبارہ مل گئی۔ اس بار میں بہت خوفزدہ تھا کہ کہیں پھر یہ میرے لئے کچھ نئی اذیتوں کا باعث نہ بنے اس لئے میں نے خود ہی اس سے چھٹکارا پا لیا۔ میں اب کسی نئے عذاب کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے منتخب مقابلوں میں شرکت کرنا چاہتا ہوں۔ ایسے مقابلوں میں جہاں میری ضرورت ہو جہاں میں ملک کو فتح دلا سکو۔ جہاں مجھ پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔

جاری ہے

قسط نمبر 56

میرے دور کے عظیم کھلاڑی

جب مقابلہ زوروں پر ہو اور جذبات میں ہیجان برپا ہو تو آپ اکثر اپنے مخالف کی خوبیوں کو صحیح طور پر پرکھ نہیں پاتے کیونکہ اس وقت خود آپ اپنی ٹیم کی طرف سے ایڑھی چوٹی کا زور لگارہے ہوتے ہیں۔اس وقت وہ بیٹسمین جسے آپ آؤٹ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود آپ کو زہر لگتا ہے اور وہ باؤلر بھی آپ کو ایک آنکھ نہیں بھاتا جس کی ناپاک نظریں آپ کی وکٹوں پر ہوتی ہیں۔جب میں پیچھے کی طرف نظر دوڑاتا ہوں اور ان عظیم کھلاڑیوں کو یاد کرتا ہوں جن کے ساتھ میں کھیلا ہوں تو یہ حقیقت میرے لئے بڑی طمانیت کا باعث ہوتی ہے کہ میں نے بسا اوقات کھلاڑیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔تو آیئے میں آپ کی ملاقات ان سے کراتا ہوں۔

عمران خان

عمران ایک عظیم کپتان بھی تھے اور ورلڈ کلاس کرکٹر بھی۔ان تمام کپتانوں میں جن کی قیادت میں مجھے کھیلنے کا موقع ملا وہ عظیم تر تھے۔جس کے کئی اسباب ہیں۔کس وقت کون سی حکمت عملی کارگر رہے گی انہیں اس سے بخوبی واقفیت تھی۔ان کا رویہ مثبت تھا۔ان کی قیادت انسپائر کرتی تھی اور وہ اپنے تمام کھلاڑیوں میں سے میچ وننگ پرفارمنس نکال لاتے تھے۔ان میں ایک بہت اچھے آل راؤنڈر کی خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔وہ ایسے بیٹسمینوں کو جو مشکل وقت میں آؤٹ ہو کر آجائیں آڑے ہاتھوں لیتے تھے۔ہم میں سے بیشتر جب آؤٹ ہو کر

واپس جاتے تھے تو خوف سے تھر تھر کانپ رہے ہوتے تھے یہ سوچ سوچ کر کہ ڈریسنگ روم میں عمران خان ہمارا انتظار کررہے ہوں گے پھر وہ آگ برساتی نظروں سے ہمیں دیکھتے اور دور سے چیختے۔آخر تم کو کیا ہو گیا تھا؟

وہ کہا کرتے تھے ''وسیم کو ذرا دیکھو یہ مجھ سے زیادہ ذہین ہے'' وہ کہتے ہی نہیں تھے بلکہ اس بات پر یقین بھی رکھتے تھے۔ان لوگوں کے لئے جن کو عمران بڑے الگ تھلگ اور اپنی ذات میں مگن نظر آتے تھے۔وہ حیرت انگیز طور پر اپنی باؤلنگ کے بارے میں بڑے شرمیلے تھے۔انہوں نے ستر کی دہائی کے وسط میں اچانک اپنا ایکشن تبدیل کر ڈالا تھا کہ انہیں محض ایک ایسا باؤلر نہ سمجھا جائے جو صرف ان سوئنگر گیندیں ہی پھینک سکتا ہے اور ان کی بعد کی کامیابیاں،ان کی سخت محنت کی مرہون منت تھیں۔میں سمجھتا ہوں کہ وقار یونس اور خود میں شاید عمران سے زیادہ ذہین فاسٹ باولرز ہیں کیونکہ ہم میں زیادہ ورائٹی اور رفتار ہے۔آپ نے شاذونادر ہی عمران کی نئی گیند کے ساتھ آؤٹ سوئنگر پھینکتے دیکھا ہو گا اس کی بجائے ان کا دارومدار ان سوئنگر یا لیگ کٹر پر ہوتا تھا جس کے لئے وہ اپنی انگلیاں گیند کے گرد لپیٹتے اور اسے اتنے زور سے پھینکتے کہ وہ دائیں ہاتھ سے بیٹنگ کرنے والے کھلاڑی کے بیٹ سے دور چلی جاتی۔وہ اپنی دھن میں مگن باؤلنگ کراتے رہے اور اس کا سہرہ ان کی زبردست فٹنس اور پروفیشنلزم کے سر ہے۔بعد کے دور میں ان کی بیٹنگ بہتر سے بہتر ہوتی چلی گئی۔عمران چوتھے یا پانچویں نمبر کے مستند بیٹسمین تھے اور یہ بات اس لحاظ سے چونکا دینے والی تھی کہ یہ بیٹسمین 362 ٹیسٹ وکٹیں لے چکا تھا اور صرف چار باؤلرز دنیا کے اس سے آگے تھے۔کپتانی نے انہیں اور بہتر بیٹسمین بنا دیا کیونکہ اب وہ دوسروں کے لئے مثال قائم کرنے

لگ لیکن ایک بیٹسمین کی حیثیت سے ان کی کامیابی کی کنجی ان کی ذہنی قوت تھی۔ وہ بڑا لئے دیئے رکھنے والے مغرور اور ڈٹ جانے والے کھلاڑی تھے۔ وقار اور میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ خاص طور پر جیتنے کی اشد خواہش اور یہ عقیدہ کہ ہم دنیا کی بڑی سے بڑی ٹیم کو مات دے سکتے ہیں۔

عمران کا مقام زبردست تھا کہ یہ بات ناقابل تصور ہے کہ ان کی کپتانی ان سے واپس لے لی جائے اور یہ ایک اچھا بیان لگتا ہے جب آپ کو وہ ڈرامے یاد آتے ہیں جو ہم پاکستان کرکٹ میں دیکھتے رہے ہیں۔ وہ واحد کپتان تھے جو جب بھی ان کی مرضی ہوتی یہ ذمہ داری سنبھال لیتے اور جب چاہتے کپتانی چھوڑ دیتے۔ سچی بات ہے عمران کو یہ انداز دکھانے کا پورا پورا حق تھا۔ کیونکہ وہ اپنی واحد ذات میں پوری ٹیم تھے۔

جاری ہے

قسط نمبر 57 (آخری)

مارٹن کرو

میں نے جو کھلاڑی دیکھے ہیں ان میں مارٹن کرو ریورس سوئنگ کھیلنے والے بہترین کھلاڑی تھے۔ نیوزی لینڈ کے یہ بیٹسمین ہمیشہ فنی اعتبار سے بالکل صحیح صحیح اسٹروک کھیلنے والے ماڈل کرکٹر تھے۔ وہ تمام وکٹوں پر ایک طاقتور مخالف ثابت ہوتے تھے۔ انہیں کسی بھی خاص اسٹائل کی باؤلنگ پر کھیلنے کا گر آتا تھا۔ ریورس سوئنگ کھیلنے کی ان کی تکنیک یہ تھی کہ وہ ایسی گیند کو ان سوئنگر قرار دے کر اسٹریٹ بیٹ سے کھیلتے تھے اگر یہ خیر سے آؤٹ سوئنگر نکلتی تو ان کے پیڈس اور وکٹوں کو مس کرتی پیچھے نکل جاتی کیونکہ وہ اپنی طبعیت پر جبر کر کے اسے چھوڑ دیتے تھے۔ مارٹن کرو بیٹ اور پیڈ ملا کر فاورڈ کھیلتے اور گھنٹوں ہمارا راستہ روکے رکھتے۔ اگر آپ ان کی طرف باؤنسر پھینکیں گے تو وہ بڑے آرام سے جھک جائیں گے تو آپ کی ساری توانائی اکارت جائے گی۔ وہ ایسے ماہر کھلاڑی تھے کہ عین وقت پر رنز لے کر اگلے اینڈ پر آجاتے اور میرے یا وقار کے اگلے اوور میں پھر ڈٹ جاتے۔ وہ خاص بیٹسمین ہی ہوتے ہیں جن کو اس طرح اپنے ساتھی بیٹسمین کو بچانے کی پرواہ ہوتی ہے۔

گراہم گوچ

میرے دور کے انگلستان کے کھلاڑیوں میں گراہم گوچ واحد کرکٹر ہیں جن کو میں اپنے عہد کا عظیم کھلاڑی قرار دوں گا کیونکہ کوئی اور ان کی عمدگی کے تسلسل تک نہیں پہنچ سکا ہے۔ ایک بیٹسمین کے لئے اوپنر کی ذمہ داری سب سے مشکل ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی بھی نئی گیند سے

کی جانے والی ڈلیوری جسے کھیلا نہ جاسکتا ہو آپ کا کام تمام کر سکتی ہے۔ لہٰذا آپ کو قسمت کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔ آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ بہادر بھی ہوں اور اپنے اعصاب کو بھی قابو میں رکھیں۔ گراہم گوچ کئی سال تک دنیا بھر میں انگلستان کیلیئے یہ کردار ادا کرتے رہے اور ان کے پائے استقلال میں کبھی جنبش نہیں آئی۔ ان کی انگلستان کی ٹیم میں دوسروں سے زیادہ بیش قیمت سب سے قیمتی وکٹ ہوا کرتی تھی۔ میں ان کے مقابلے کے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔

1992ء میں اولڈ ٹریفورڈ میں میں نے اور وقار نے گوچ کو آؤٹ کرنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ ہفتے کی اس رات کو ہمیں اچھی طرح احساس تھا کہ جیسے ہی گرام گوچ راستے سے ہٹ گئے انگلستان کو فالو آن ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ مگر گراہم گوچ نے ہتھیار نہیں ڈالے اس تیز وکٹ پر یہ زبردست مقابلہ تھا جس میں گراہم گوچ ہم پر حاوی آگئے۔ پھر اسی سیریز میں شاندار سنچری بنا کر انہوں نے لیڈز ٹیسٹ میں انگلستان کو کامیابی دلائی ۔میں نے انہیں کئی بار Beat کیا اور وہ مجھے دیکھ کر تعریفی انداز میں سر ہلاتے رہے۔ مجھے مایوسی ہوتی جب میں دیکھتا کہ گراہم گوچ فریش گارڈ لیتے اور اگلی گیند اس کی پوری میرٹ کے مطابق کھیلتے۔

ان کی رنز بنانے کی پیاس اور اسٹیمنا قابل دید تھا۔ جب ان کا کیرئر دم توڑ رہا تھا اور وہ 42سال کے ہو چکے تھے اس وقت بھی انہوں نے اسیکس کی طرف سے اولڈ ٹریفورڈ میں 248 گیندوں پر 123 رنز بنائے اور ایک بھی غلط شاٹ نہیں کھیلا۔ وہ بڑی ہائی جیک لفٹ سے کھیلتے تھے اور یار کر ان کا شکار کر سکتی تھی مگر وہ شاذو نادر ہی اس طرح آؤٹ ہوتے تھے۔

وہ فاسٹ بولنگ پر کھیلنے کے ہی اسپیشلسٹ نہیں تھے۔ بلکہ میں نے انہیں لیگ اسپنر عبدالقادر اور مشتاق احمد کی ٹھکائی کرتے بھی دیکھا ہے۔ گوچ ایک دم سامنے آکر قیادت کرتے تھے۔ یقیناً وہ کبھی کبھار اس بات پر افسوس کرتے ہوں گے کہ انگلستان کے دوسرے بیٹسمین ان کے نقش قدم پر نہیں چلے۔ وہ واقعی ایسے بیٹسمین تھے جن کے بارے میں دل کرتا ہے کہ کاش زندگی میں ایک بار ضرور ایسے بیٹسمین کے خلاف کھیلنے کا موقع ملے۔ مجھے یہ موقع ملا جسے میں اپنے لئے زندگی کا بہت بڑا اعزاز سمجھتا ہوں۔

سچن ٹنڈولکر

کوئی عجب نہیں کہ سچن ٹنڈولکر 1990ء کی دہائی کے سب سے کامیاب بیٹسمین کے طور پر ابھرے ہیں۔ جب یہ دہائی شروع ہوئی تو وہ مشکل سے سترہ سال کے تھے مگر میں نے ان کے اندر ایک بڑے اسٹار کی جھلکیاں دیکھ لی تھیں۔ انہوں نے پاکستان کا دورہ کرتے ہوئے انتہائی مشکل حالات میں ٹیسٹ کرکٹ کی دنیا میں پہلا قدم رکھا تھا اور اس کے بعد پھر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ انہوں نے بڑے مشکل حالات میں عمران، وقار، عبدالقادر اور خود میری گیندوں پر چھٹے نمبر پر بیٹنگ کی اور بڑے پر سکون نظر آئے۔ اس سیریز کے دوران انہوں نے دو نصف سنچریاں بنائیں اور ان ہی میں سے ایک اننگز کے دوران سیالکوٹ میں، میں نے انہیں مسلسل کئی باؤنسرز پھینک کر خوفزدہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ مرعوب نہیں ہوئے اور میری ساری توانائی ضائع گئی اور مجھے امپائر جون ہولڈر کی باتیں بھی سننی پڑیں۔

ٹنڈولکر کچھ اس قسم کا اتنا اچھا کھلاڑی ہے کہ اس کے معاملے میں عمر اپنے معنی کھو بیٹھی ہے۔ بھارت اور پاکستان اس فلسفے کے خالق اور حمایتی ہیں جبکہ دوسرے ممالک کم عمر کھلاڑیوں پر بھروسہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ٹنڈولکر بالکل ایک ماڈل کرکٹر اور بہت سکون سے بالکل صحیح اسٹروک کھیلنے والے بیٹسمین ہیں اور ان خوبیوں نے انہیں دنیا کا بہترین اور شاید مادارترین بیٹسمین بنادیا ہے۔ میری تمام تر نیک تمنائیں ان کے ساتھ ہیں۔ یہ بھی اپنی جگہ بڑی حیران کن بات ہے کہ اپنے وطن میں اتنے لاڈ پیار کے باوجود وہ بگڑے نہیں ہیں۔ ان میں غرور اور بڑائی کا شائبہ تک نہیں آیا۔ وہ اپنے کھیل میں مگن بڑی خوبصورتی سے رنز کا ڈھیر لگاتے رہتے ہیں جس سے لگتا ہے کہ وہ فولادی اعصاب کے مالک ہیں۔

ختم شد